
شیشوں کا شہر
سرمد صہبائی

۱

سرمد صہبائی

کٹھ پتلیاں دا شہر

"اساں وچوں کوئی وی نئیں جیہڑا اپنے ہتھیں پیریں
راہیں نچ سکدا ہوئے۔ سرکاراں نوں تاں صرف
پتلی نال نچ پسندا اے۔"

10.00

اس کتاب کا کوئی کردار فرضی نہیں۔ اگر کسی کو فرضی محسوس ہو تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔

سرورق اور خاکے ——— احمد خلیل

پھندے
ایک معزز شہری کی رسمِ جنازہ
ڈارک روم
سنوگپ شپ

سنوگپ شپ کے کچھ MOTIFS اور گیسٹ ٹی وی کے پروگرام "سچ گپ" میں استعمال کئے گئے۔

پرنٹر پبلشر فوزیہ رفیق نے فوکس پریس لمیٹیڈ سے چھپوا کر ۹ بیگم روڈ لاہور سے شائع کیا۔ فون: ۵۷۱۲۳

ڈارک روم سٹیج کھیلوں میں تجربہ ہے ، موضوع کے اعتبار سے اور ہئیت کے اعتبار سے بھی — زندگی کو نئے زاویے سے دیکھنے کی جرأت ! ایک طویل نظم ! ایک طویل مونولاگ !

ممکن ہے زندگی کو اس انداز میں منعکس دیکھنے سے آپ جز بجز ہوں ۔ آپ اس عکس کو پہچاننے کی کوشش میں ہار جائیں ، اور اگر جیت آپ کی ہو تو اپنے آپ کو Distorted دیکھ کر خفا ہو جائیں ، سرمد کا سر پھوڑنے کی خواہش کریں اور یا یکسر خود کو پہچاننے ہی سے انکار کر دیں اور اپنی ذات کو اپنی شخصیت کو ذہن کے اس لیبرنتھ میں ڈال دیں جسکو سرمد ڈارک روم کہتا ہے — اسپر تکنیک کے لحاظ سے مغرب زدگی کا الزام دیکر اسے کنڈم کر دیں — دراصل یہ ان ہی کرداروں کی کہانی ہے جو معاشرے کے ان انگاروں کی روشنی کی تلاش میں ہیں جنہیں زر پرستی اور ہوس زر کی آگ نے جنم دیا ہے ، جس کے حوالے سے سوشل سٹیٹس متعین ہوتا ہے ۔ اور انسان کی پہچان کی جاتی ہے — یہ وہ معیار ہیں جو سرمایہ دار طبقے نے نو آبادیاتی نظام کی دلچسپیوں کے زیر اثر ہمارے معاشرے پر ڈارک روم کی مادام ایسی شخصیتوں کے حوالے سے ہم پر مسلط کیئے ہیں ۔ انسان کی ذات کے ٹکڑے ، مجبور ، سمجھوتہ — جب تک کوئی نجات دہندہ آ کر راستہ نہیں دکھاتا ڈارک روم کی قید مقدر ہے ۔

ڈارک روم ذہن کا لیبرنتھ کہ انسان اپنی خواہشوں کی تلاش میں ، خواہشوں سے ، اپنے آپ سے خوف زدہ ، روشنی کی تلاش میں سرگرداں ، بعض وقت اس کی تاریکی سے سمجھوتہ اور بلا کے ساتھ دوستی کی خواہش ، بعض اوقات اس بلا اس تاریکی سے فرار کہ وہ دوسروں کی خواہشوں کی تکمیل پر خود کو بھینٹ نہیں چڑھانا چاہتا کہ مادام کے دانت خون سے رنگے ہیں ۔

پاکستان آرٹ کونسلوں اور دوسرے ثقافتی اداروں میں اب تک
جو ڈرامے سٹیج کیئے گئے وہ کلچر کی ٹولنٹن مارکیٹ میں لٹکے بدگوشت

کے دہ لو تھڑے میں جنہیں تازہ اصلی اور پروسٹین سے بھس پُر جان
کر ہاتھوں ہاتھ خرید ا گیا کہ ان کی ہیئت کی بوسیدگی اور ننگے پن کے
تسلسل نے ہماری پہچان کی حِس کو نیم مردہ کر دیا ہے ـــــ آنکھوں
پر چربی چڑھادی ہے یہ لجلجی بدصورت چربی ہماری آنکھوں
کی شفّاف، ذہین اور خوبصورت چمک کو نہایت صفائی چھپا گئی ہے
اور اس قدر مکمل طور پر کہ اگر کبھی اصلیت کی جھلک کی ہلکی سی تپش
بھی مل جائے تو ہم بلبلا اٹھتے ہیں ـــــ "کیا بکواس ہے؟ پھندے؟
ویا ـــ آخر! شروع سے آخر تک دیکھا ـــــ نہ کوئی رومانی جوڑا
ملا نہ کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی۔ ڈارک روم ـــ پیار کیوں اُلّو بناتی
ہیں؟ مادام تو اس میں نظر ہی نہیں آتی معنز شمسری کی رسمِ جنازہ

سُنی - حد ہو گئی؟ مسودہ بھی کبھی زندہ ہوا ہے! لیجئے؟ ——

گپ شپ! نہیں نہیں نہیں ہمارا ریکارڈ لگا دیا کمبخت نے —— اہم

دیسی خام مال سے ڈھالے گئے بورژوا ٹریڈ مارک کے کمپیوٹرس کہ جن کا

مقابلہ پورے ایشیا میں شاید ہی کوئی اور کمپیوٹر کر پاتا ہو - اور ہاں ——

یہ عجیب سی چیزیں جنہیں آپ ڈرامے کہتی ہیں —— سنمت راہیات ہیں ——

انکو پڑھ کر کمزور قسم کے کمپیوٹروں کا نظام فوراً گڑبڑھی جاتا ہے - ان میں

کرداروں کی SUB JTIVIT Y کے حوالے سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ دراصل

—— دراصل —— جی ہاں —— وہ نفرت ہے —— طنز ہے —— بغاوت ہے -

اور ہم اسے برداشت نہیں کر پاتے - دوسرے لوگ تو الگ رہے

ہم میں سے بھی کئی ایک کا رنگ بدلنے لگتا ہے —— سرخی مائل! یہ رنگ

"ZENO"

away then lines, and then moves, in the final performance.

The best play, adjudged so, was by Lahore Amateur Players (sponsored by G.C.D.C.) "The Dark Room"—script by Sarmad Sehbai and production by Shoaib Hashmi—was a modern morality play on the theme of a search for identity in a society infested by the violence of money and property. It was a play enriched by all the elements which go to make a significant production. But above all it had a contempraneity which was lacking in all but one of the other plays.

—خطرے کا رنگ! اس سے بہتر ہے بے رنگی!"

اور پھر ہم عادی ہو چکے ہیں حرامی تضادات کی سڑاند یافتہ دانوں کے۔ بکواسیات سے بھرپور جملوں کی ہڈیوں کی بوسیدگی کے — انسانیت کے تخلیقی تعلقات کے ڈھیٹ جھوٹے پن کے چربی زدہ سنٹیمنٹ کے — غلط فہمیوں کے بدرنگ لوتھڑوں کے — فضول کامیڈی کے نیچے پڑتے ریشوں کے۔!

لیکن کب تک؟ کہ سرمد صہبائی نفی ہے۔ روایات، استحصال، اجارہ داریوں، معاشرتی جبر اور طبقاتی نظام کی! اس کی تخلیقات سے پاکستان کے نام نہاد ثقافتی فورم خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور اسے طرح طرح کے نام دے کر حرامی تضادات کو پیدا کرنے میں مصروف ہیں وہ خوش

THEATRE

ہے کہ اسے ہیرا منڈی کے دلّالوں کی فحش کاری سے رتی بھر دلچسپی نہیں۔ وہ جانتا ہے اس وقت کی صورتِ حال کو اور اسے اس کی پوری غلاظت سمیت بیان کرتا ہے۔ خواہ اس کے لئے اسے 'پنجواں چراغ' لکھنا پڑے یا سالگرہ کی نظم 'کہنی پڑے'۔ "نویدِ مسرت" ہو یا "ڈارک روم"۔ وہ ہر جہت کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اور گھٹن کتنی بھی بڑھ جائے ــــ جبر کتنا بھی شدید ہو اسکی تخلیقات کی تندی کو دبا نہیں پاتا۔ اور اگر دباؤ حد سے بڑھ جائے تو وہ بند کمرے میں تیز روشنی کی مانند دروازے کی جھیتوں سے باہر نکل آتا ہے اور اس کی شخصیت لامحدود روشنیوں کی طرح فضا میں پھیلتی چلی جاتی ہے۔ رنگارنگ روشنیاں ــــ ہلکی تیز روشنیاں ــــ جلتی بجھتی روشنیاں ــــ کائنات پر محیط ــــ

Sarmad Sehbai is at the beginning of his career as playwright. It is the beginning of a significant literary and dramatic career. It is contemporaneous with the beginning of modern Urdu play writing, which has so far been trammelled by the do's and dont's of the TV and Radio. Sarmad Sehbai seems to be essentially concerned with writing for the stage,

روشنیاں -!

وہ نہ تو لال قلعے پر بیٹھ کر جاگیردارانہ نظام کی مجاوری کرتا ہے اور نہ ہی کھوکھلی مابعدالطبیعات کی اندھیری شاخوں پر اُلٹا لٹک کر ماورائی حقیقت کو دیکھتا ہے ———— . مصنوعی اور نامرد ہیومنزم، مڈل کلاس کے دکھ کی رومانوی ماسٹربیشن اور انقلاب کے نام پر عوام کو SCAPE GOAT بنانے کے یہ تمام رویے جو ہمارے ڈرامے میں ادھر ادھر موجود ہیں اس کے لیے انتہائی فرسودہ اور بے معنی ہیں -

انسان کا نیا تصور مغرب میں اینٹی ہیرو اور نان ہیرو میں ظاہر ہوا ہے - بیکٹ، پنٹر، ژاں ژینے اور بہت سے ڈرامہ نگاروں کا انسان ایک

and that determines the quality and the importance of his work.

could evoke a sense of participation on the part of the audience and could thus be enjoyed by everyone. Sarmad Sehbai's advent into the field of play writing has raised fresh hopes regarding the existence of such a writer. His trio of successful plays—Lamp Post, Toon Kaun and Dark Room have created quite a

UN-REDEAMABLE انسان ہے جسکی نجات کہیں نہیں۔ جو معاشرتی
جبر کے آگے مغلوب ہو چکا ہے اور جس کے لئے معاشرتی جبر ایک ناقابلِ
تسخیر حقیقت ہے لیکن انسان کا نیا تصور جدوجہد کا تصور ہے۔ وہ قانون
اور انسان دشمن معاشرے سے رہائی کا تصور جو تیسری دنیا کی محکوم
آبادیوں کے تیرہ خطوں سے نمودار ہوتا ہے۔

انسان کا یہی تصور سرمد صہبائی کے ڈراموں اور نظموں کا موضوع
بنتا ہے کہ —— اس کے لئے ڈرامہ لکھنا انٹیلیکچوئیل سنابری نہیں۔ زمین کے اس عہدِ
کربلا کو سمجھنے اور اس میں زندہ رہنے کی مسلسل کوشش —— اس نظام کی درازگیوں
سے آزادی کی خواہش —— جو اسے اپنے اندر کی آواز اور بالآخر ادب کی کلیت کے
قریب کرتی ہے جس میں ظلم و تشدد کے حصار میں دم توڑتے انسانوں کی گونج

stir. Whether he is able to establish himself permanently as the spokesman of our society depends on his future plays but if he keeps up the good work he will be known as one of the pioneers of modern Urdu and Punjabi drama.

Lamp Post, Toon Kaun and Dark Room represent man's struggle to experiment on two counts: (1) It was a serious Punjabi play and I wasn't sure how it would be received by the general public and (2) because the play was symbolic. Our theatre and film-goers have been constantly fed on stuff where they are not required to exercise their imagination or tax their brains;

سنائی دیتی ہے کہ اس کا ڈرامہ تیسری دنیا کی AGONY کا ڈرامہ ہے، نفرت کا ڈرامہ ہے، محکوم اور معذول انسان کا ڈرامہ ہے جو زندگی کی خواہش میں ہر لمحہ ہر پل انسان دشمن طاقتوں سے متصادم ہے کرداروں کی SUFFERING — اور لاقانون معاشرے کے جبر کے خلاف جدوجہد مغرب کے تنزل پسند ادیبوں سے مستعار نہیں بلکہ مستعار تہذیبوں کے اس نو آبادیاتی نظام کی منافقت، سازش اور بھیانک جرائم کا پوسٹ مارٹم ہے کہ "سنو گپ شپ!" میں ہمارے سامنے اس بظاہر خوبصورت تہذیب کا ماسک اتر جاتا ہے۔

مستعار تہذیبوں کے یہ بے تکے چربے اس سرزمین پر بسنے والے انسانوں کو پانی پر جمی کائی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے — ساری دنیا پر قبضہ کر لینے کی ہوس ان کو خدائی کا درجہ دلاتی ہے — اور ظاہر ڈی ہیگ ان خود ساختہ

all details are shown on the screen or the stage. 'Toon Kaun' left a lot to the imagination and understanding of the audience. The symbolism, however, tends slightly, to put these two plays in the category of plays for the elite and the initated, particularly the Urdu play. The Punjabi play can be absolved of its elitism though not completely because its symbolism comes from the tradition of folk tales and

ta ons with elusive fame.

In his very first play, Sarmad showed his clear departure from the beaten track. The theme and treatment of 'Lamp post' is still a legend in the Pakistan T. V. Corporation. Here was a controversial play which provided nourishment to the famished intellectuals.

"RAVI"

خداؤں میں سے ایک — جو ہر صبح کے دس بجے اپنے مضبوط ارادوں کی
سیسہ پلائی ہوئی زرہ بکتر پہنتا ہے، دشمن کی سرحدیں فتح کرتے ہوئے
اپنے جیسے دوسروں کے ساتھ مل کر —

"چوراستوں اور دوراہوں کو محسوس کرتے ہوئے
جنگ کے گرم میدان میں کوچ کرتے ہیں" اور کہتے ہیں۔

فاتح ہیں ہم سورما ہیں جو دس منزلہ قلعوں میں بیٹھ کر جنگ کے
فارمولے بناتے ہیں۔

اپنی رعایا کو سانسوں کی ان گنت مراعات شام و سحر بخشتے ہیں۔
سخی اور عادل ہیں
مالِ غنیمت کو اعلیٰ و ادنیٰ میں

LAHORE NOTEBOOK

happenings one ... witnessed this season, this was the one that left you groping and searching. Sarmad Seh-

سب میں برابر تقسیم کرتے ہیں

نظم و نسق تاکہ قائم رہے

اور انصاف کا بول بالا رہے"

انہیں کی منافقت اور POSSESSION کی حیوانیت "ایک معزز شہری کی

رسمِ جنازہ" میں ہے ۔

اور وہ خود کو ادب کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بے چارگی کے عالم میں نہیں بیٹھ رہتا کہ اسے اس بات کا مکمل شعور ہے کہ وہ شاعر اور ڈرامہ نگار ہے ۔ وہ ادب کی ہر طرح کی جہت پر عبور حاصل کرتا ہے اور پھر وہ ذہنوں پر لگے ہوئے ان بھاری پردوں کو چاک کرتا چلا جاتا ہے اور اس سفر میں حقیقت کو چاروں اطراف سے دیکھتا ہے ۔ ادب کی ایک جہت اسے مطمئن

bai, one of our more significant new playwrights, was biting with extraordinary vitality on a theme that has been rendered perverse and immobile through frequent artless mishandling—and he got it pulsating again in 'Phanday'.

It was by all means a brave undertaking for the GCDC

نہیں کرتی، اس کی بلا کی شدت کسی ایک اسلوب میں نہیں سموتی بلکہ وہ ادب
کی ہر جہت سے گزرتے ہوئے اپنے تھیس یا وژن کو لفظوں، آوازوں اور
کرداروں میں سمو دیتا ہے۔ اور اس طرح اس کی تخلیقات کا ہر جزو
علیحدہ علیحدہ نہیں اُچک رہا ہوتا —— ایک کل کی صورت میں ابھرتا
ہے۔ وہ نت نئے تجربے کر رہا ہے لیکن ادب کی تنگ ہوتی خلاؤں میں نہیں
—— اس وقت کی ٹھوس صورت حال میں۔ وہ مائم، موسیقی، بلیک کامیڈی،
ریلزم، سر ریلزم اور شاعری کے ساتھ ہر سمت سے ظاہر ہوتا ہے۔
اور جب ادب کی بانجھ بھربھری مٹی پر نئے تجربوں کا نم چھڑکتا ہے
تو سوندھی خوشبوئیں چاروں طرف پھیلنے لگتی ہیں۔
زندگی کے جبڑوں میں کلبلاتے، چیختے چلاتے، سسکتے، گھسٹتے ہوئے انسانوں

which has long been immersed in a different tradition. It was now talking the language of Sarmad Sehbai, filled with the ache and the idiom of young people who rarely get to speak with so much candour within the framework of a dramatic happening.

'Phanday' is a story of young people going through the maelstrom of conflicts with which one is all too familiar in the

کہ ان ڈراموں میں وہ ریلزم اور فینٹیسی کے بیچوں بیچ چلتا چلا جاتا ہے۔ ریلزم اور فینٹیسی اس کے کرداروں کی بے بسی، بے چارگی HUMILIATION اور پھر زندگی کرنے کی خواہش میں ڈھلتے رہتے ہیں — بنتے رہتے ہیں — بگڑتے رہتے ہیں اور بالآخر کسی نہ کسی IMAGE کے خوفناک احاطے میں قید رہ جاتے ہیں۔ وہ شروع سے ایک IMAGE بناتا رہتا ہے اور ایک خاص حد پر آکر اُسے DEFINE کر دیتا ہے۔ "ڈارک روم" میں اس کے ہر کردار کے اندر ایک ڈارک روم ہے جس میں ان کی ننگی خواہشوں کی تصویریں چلتی رہتی ہیں اور وہ ہر لمحہ ان کو پانے کی ہوس میں کتوں کی طرح خواہشوں کی خشک ہڈی کو کمزور پنجوں میں پکڑ کر اس کی نرم چٹان کو سونگھتے ہیں اور کتے کا یہ IMAGE ہر شخص کی ہر رگ میں پھیلتا ہے۔

OF DRAMA FESTIVALS

DESPITE all the social, and political, inhibitions and obstructions in the way of development of the dramatic arts in this country, every passing year seems to raise the level of the movement

"سونے دو سوئے ہوئے کو
گھروں سے جو نکلو تو اپنے بدن کو
ہوا بند ڈبوں میں رکھو
تر و تازہ معدوں کی ہر آنت کو
احتیاطوں سے ڈھانپو
اگر شہر کی شاہراہوں پہ نکلو
تو پاؤں کی لغزش سنبھالو
کہ سوئے ہوئے کی لچکتی ہوئی دُم کا گرداب
چاروں طرف سمت در سمت پھیلا ہے
چہرہ چھپاؤ کہ چہرے پہ چہرہ پڑا ہے

CULTURAL NOTES

on for ever, nor can it make the basis of a living movement in drama in a society which is very different from the European society and its motivations of character and action are often diametrically opposed to those of the European models that we tried to adapt to our conditions.

TV gave an immense impetus to play writing. But it is not easy to overcome old ingrained habits. Much of our

ہر اک پیٹ پر پیٹ ہے
ایک گردن پہ گردن دھری ہے
ڈھلکتے ہوئے گال پر اور اک گال ہے
اپنے زائد ڈھلکتے ہوئے ماس کو مفلروں، عینکوں کورسٹوں میں چھپا لو
کہ سویا ہوا فالتو ماس کے خواب میں ہے
ابھی نیلے جبڑوں میں پھیلے ہوئے جھاگ کے زرد گرداب میں ہے"

'پھندے' میں سمارٹ شگاف اور سیفٹی پنوں کے IMAGES درمیانہ طبقہ جس کے ہر فرد، ہر شے کے اندر کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی شگاف ہے۔ اور اس سے نجات پانے کی خواہش بھی اور صابرہ کو اپنی برہنگی کا خوف — "مجھے سیفٹی پنوں سے ٹانک دے۔"

TV drama has been a matter of translation or adaptation. Even when it is the result of an original creative impulse, it very often rings a bell or even many bells at the same time. Of course absolute originality is an impossibility, especially in a society like ours which is
technique.

There were two plays by Sarmad Sehbai, produced by different groups, which had a lot of originality. One could say, even, that they represented a sensational kind of originality.

What was sensational in these plays--and creditable--was that they were not written as dramatised fiction, but as drama, using techniques bor-

ایک ایک پن کو میں ے جسم میں گاڑ دے۔ ہر شگاف ہر سوراخ کو بند کر دے تاکہ میں اسکے پاس پہنچوں تو وہ مجھے مکمل ثابت و سالم پائے۔" لیکن جمیل جانتا ہے کہ یہ ممکن نہیں یہ شگاف ڈھکی چھپی صابرہ کو ننگا کر دیں گے۔ کہ صابرہ اس گھر جا رہی ہے جہاں کی دہلیز ایک دوسرے طبقے کی دہلیز ہے —— سیڑھی کا ایک بڑا قدم ——" لیکن اس پر بھی تیرے قدم پھسل جائیں گے۔ پھسل جائیں گے کہ تو نہیں جا نہیں جانتی —— چلنا!" جمیل کہتا ہے اور پھر صابرہ کی گردن کے گرد سکارف کی طرح شروع سے آخر تک پھیلی ہوئی —— پھڑپھڑاتی ہوئی خواہشیں —— جو اس کے بدن سے حرارت کی آخری رمق تک چھین لیتی ہیں۔

BY "ZENO"

dering on the 'Happening' on one side and the 'Pure drama' of Antoine Artaud on the other. Thus they were the most advanced in technique of all the locally made plays.

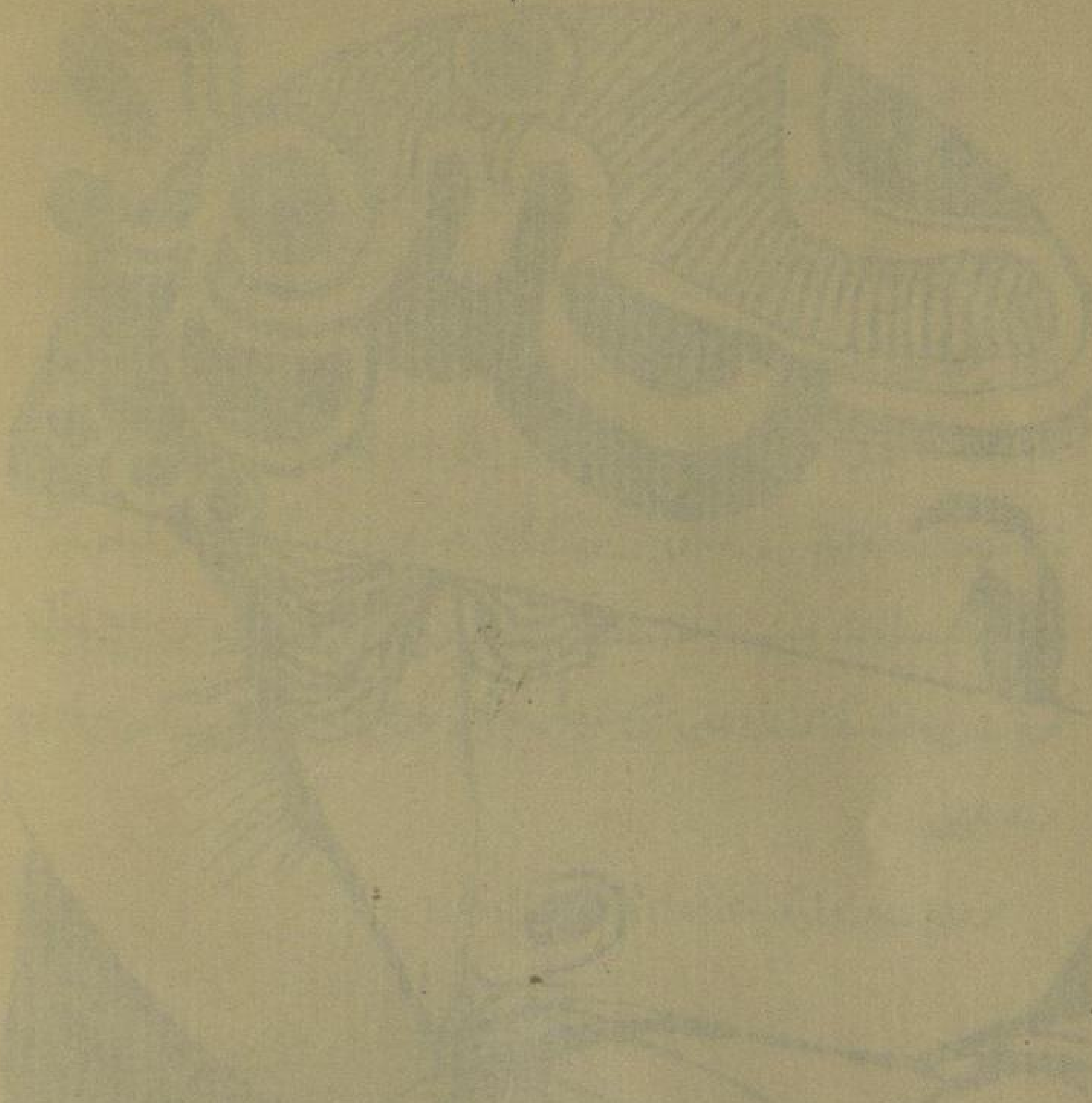
—In their treatment, however, both "Phanday" and "Parda Uthta Hai" as Sarmad's plays ques

اس کے کردار اپنے ماحول، حالات اور روایات کی دیواروں میں مقید تو ہیں لیکن PINTOR کے کرداروں کی طرح اسے مقدر جان کر لمحہ لمحہ زندگی نہیں کرتے۔ ان دیواروں کو توڑ کر نکل جاتے ہیں۔ یا کم از کم نکلنے کی جدوجہد ضرور کرتے ہیں۔ اس کے کرداروں کی یہی رجائیت۔ اس کی شخصیت کی بے پناہ گہرائی، اس کا CYNICISM اس کی ذہانت ایسے تخلیقی جزو ہیں جو اس کے ڈراموں میں زندگی کے متحرک تضادات کا شدید تصادم پیدا کرتے ہیں — اور پھر اس کے کردار جیتے جاگتے گوشت پوست کے انسان ہیں، ٹرانسمیٹر نہیں جو لچھے دار لفظوں کو پاس آن کرتے ہیں

اور یوں وہ ایک نئے آدم کی بشارت ہے۔

فوزیہ رفیق





"پھندے" سب سے پہلے GCDC کی
طرف سے سٹیج کیا گیا۔
پھر نجم الدین ڈرامہ فیسٹول ۷۱ء کے لئے الفا پلیئرز
نے سٹیج کیا۔ اسے بہترین سکرپٹ قرار دیا گیا۔ اداکار
تھے نشاط اقبال، مدیحہ گوہر، نائلہ اور منظر صہبائیؔ۔
تیسری دفعہ ریڈیو پاکستان سے "موم کے پر" کے نام
سے براڈکاسٹ ہوا۔

ایک چھوٹا سا ڈرائینگ رُوم نُما کمرہ جس کے دائیں طرف کا دروازہ باہر کو کھُلتا ہے دروازے کے ساتھ والی دیوار پر ایک پُرانی طرز کا گول یا چکور آئینہ ہے جس کے ساتھ ایک آدھ دراز بھی ہے۔ فرش پر بچھی ہوئی پٹنگ کے درمیان کا حصّہ کہیں کہیں سے پھٹا ہوا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک کُرسی رکھی ہے۔ بائیں جانب سیڑھی ہے جو کہیں اُوپر کی سمت جاتی ہے۔ سیڑھی کے نیچے کا دروازہ اندرونِ خانہ کھُلتا ہے بائیں جانب ایک کھڑکی ہے جس کے باہر پھُولوں کی بیل سی دکھائی دیتی ہے۔ کھڑکی کے ساتھ مینٹل پیس ہے جس پر سستے قسم کے ڈیکوریشن پیسز رکھے ہوئے ہیں۔ کھڑکی کے قریب کہیں ایک پُرانا ریڈیو ہے جس پر جھالروں والی چادر پڑی ہوئی ہے۔ جب پَردہ اٹھتا ہے تو شام کا وقت ہے۔ اماں کمرے کی جھاڑ پونچھ کر رہی ہے۔

اماں :۔ (کرسی کو مینٹل پیس کے پھٹے ہوئے حصے پر رکھتے ہوئے) نہ جانے یہ کرسی کون یہاں سے اُٹھاتا ہے۔ وہ دن یہ دن چیزیں اِدھر سے اُدھر رکھتے گذر جاتا ہے۔

(کرسی رکھ کر اچھی طرح دیکھتی ہے کہ کرسی ٹھیک جگہ رکھی گئی ہے یا نہیں

(وقفہ)

پھر مینٹل پیس پر چیزیں ٹھیک کرتی ہے کہ اس کی نظر بائیں طرف کی دیوار کے اُکھڑے ہوئے پلستر پر پڑتی ہے، تھوڑی دیر رُک کر اس طرف دیکھتی ہے اور پھر دیوار کی دوسری طرف کی تصویر اتار کر اُکھڑے ہوئے پلستر پر لگاتی ہے۔)

اماں :۔ (تصویر لگاتے ہوئے) ست ورھے گھر کی چوکھٹ کے اندر ہی گزر گئے ہیں۔ جوانی ان کے کپڑے دھوتے دھوتے گزر گئی ہے۔ مَیں تو دیوار کے ساتھ بیاہی گئی تھی۔ کتابوں کی دیوار سے۔ میاں جی نے سُڑکتی ناک کے ساتھ پلّے باندھ دیا تھا۔ وہ عمر ہی کیا تھی۔ کچّی پکّی عمر۔ وہ دن۔ یہ دن چیزیں اِدھر اُدھر کرتے گزر جاتا ہے۔

(نیلم بائیں دروازے سے سٹیج پر داخل ہوتی ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں کھُلی ہوئی لپ سٹک ہے۔ اس کے بال کھُلے ہوئے ہیں۔ غالباً وہ باہر جانے کے لئے تیار ہو رہی ہے۔)

نیلم :۔ (آئینے کے قریب آکر) یہ میری لپ سٹک کون استعمال کرتا رہا ہے؟

اماں :۔ (گھوم کر دیکھتی ہے)

نیلم :۔ (آئینے میں دیکھتے ہوئے) ہونٹ بالکل سفید ہو رہے ہیں۔

اماں :۔ بس ایک بار شاید صابرہ نے استعمال کی تھی (وقفہ) تو جا رہی ہے؟

نیلم :- اماں میرا شمپو تو آپ نے استعمال نہیں کیا؟

اماں :- مجھے کیا ضرورت ہے تیری چیزیں استعمال کرنے کی۔ مجھے کیا پتہ تُو نے یہ کہاں رکھا ہوتا ہے۔

نیلم :- (لپ سٹک لگانے کے بعد) میرا اسکارف کہاں ہے ؟

اماں :- (مینٹل پیس سے پیچھے ہٹ کر) کیا، کہاں ہے ؟

نیلم :- میرا اسکارف۔

اماں :- سکارف ؟ کونسا سکارف ؟

نیلم :- موو کلر کا سکارف !

اماں :- کس کلر کا ؟

نیلم :- ہلکے جامنی رنگ کا اماں! اسکارف جو مَیں نے اُس دن ری سپشن پر پہنا تھا۔

اماں :- کہاں پہنا تھا ؟

نیلم :- ری سپشن پر!

اماں :- وہ شاید ڈرائی کلین ہونے گیا ہے۔

نیلم :- وہ نہیں۔

اماں :- پھر کونسا ؟

نیلم :- کونسا، موو کلر کا سکارف۔ (دراز کھولتی ہے) اس گھر میں نہ جانے کون چیزیں اِدھر اُدھر غائب کرتا رہتا ہے۔ کوئی نہ کوئی چیز ہر وقت غائب رہتی ہے۔

اماں :- مِل گیا ؟

نیلم :- کیا ؟

اماں :۔ سکارف ۔

نیلم :۔ (دراز بند کرتے ہوئے) وہ اب کہاں ملتا ہے ۔ اب جاؤنگی بغیر سکارف کے وہاں اپنا مذاق اُڑوانے ۔

اماں :۔ مَیں دیکھتی ہوں شاید پچھلے کمرے میں پڑا ہو ۔

نیلم :۔ کِس کمرے میں ؟

اماں :۔ پچھلے کمرے میں ۔

نیلم :۔ جائیے اور ڈھونڈ کر لائیے ۔

(اماں جاتی ہے اور نیلم جلدی جلدی اپنے بال بناتی ہے)

اماں :۔ (سکارف لاکر) صابرہ کی الماری میں پڑا تھا ۔

نیلم :۔ (بغیر سُنے سکارف لیتی ہے اور جلدی سے باندھتی ہے) کسی سے کہیے کہ میری جُوتی پالش کر دے ۔

اماں :۔ کس سے ؟

نیلم :۔ کسی سے !

اماں :۔ کونسی جوتی ؟

نیلم :۔ ریڈ ۔

اماں :۔ کونسی ۔

نیلم :۔ ریڈ پیٹنٹ لیدر کی ۔

اماں :۔ کس لیدر کی ؟

نیلم :۔ ریڈ پیٹنٹ لیدر کی جو ممتاز نے مجھے برتھ ڈے پر دی تھی ۔

اماں :- کہاں ہے ؟

نیلم :- (دیکھے بغیر) وہ پیچھے پڑی ہے۔

اماں :- (نیچے جُھک کر دیکھتی ہے) کس جگہ ؟

نیلم :- (بغیر دیکھے) اُدھر۔

اماں :- یہاں ؟

نیلم :- (بغیر دیکھے) ہاں۔

اماں :- (اب اپنی کہنیوں اور گھٹنوں پر چلتے ہوئے کمرے میں چکّر لگاتی ہے) یہاں نہیں ہے۔

نیلم :- یہاں نہیں ؟

اماں :- یہاں نہیں !

نیلم :- (بغیر دیکھے) اُس طرف دیکھئے۔

اماں :- یہاں ؟

نیلم :- ہاں۔

اماں :- یہاں بھی نہیں ہے۔

نیلم :- (واپس مُڑ کر) حد ہو گئی ہے۔ ڈھونڈیئے یہیں کہیں ہو گی۔ کل رات میں نے یہیں اتاری تھی۔

(اماں خموشی سے کونوں میں دیکھتی ہے)

نیلم :- (واپس آئینے کی طرف) یہ آئینہ نہ جانے کس زمانے کا ہے۔ اچھے بھلے آدمی کی شکل بگاڑ کے رکھ دیتا ہے۔ (بال بناتی ہے)۔

(اماں کو جُوتی مِل جاتی ہے۔ وہ جُوتی اٹھاتی ہے۔ اُس پر پھُونک مارتی ہے کہ گرد اُڑ جائے پھر جانے لگتی ہے۔)

نیلم: اماں ذرا یہ زِپ بند کر دیجئے۔ (اماں جُوتی ایک ہاتھ میں پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے زِپ بند کرنا چاہتی ہے کہ جُوتی گِر پڑتی ہے) اوہو اماں آپ بھی کس قدر Clumsy ہیں۔

(اماں نیچے جھک کر جُوتی ٹھیک کرتی ہے۔ جُوتی زمین پر رکھ کر اٹھتی ہے اور زِپ بند کرتی ہے۔ پھر جُوتی اٹھاتی ہے اور باہر جانے لگتی ہے)

نیلم:۔ (قمیض کے سائڈ بٹن بند کرنے لگتی ہے) اماں ذرا یہ بٹن بند کر دیجئے۔

اماں:۔ (واپس آتی ہے۔ فرش پر جُوتی رکھتی ہے اور بٹن بند کرنے لگتی ہے) بٹن ٹُوٹا ہوا ہے۔

نیلم:۔ کیا۔؟

اماں:۔ بٹن ٹُوٹا ہوا ہے۔

نیلم:۔ اوہو اچھا دراز سے سیفٹی پن نکال لے۔

(اماں سیفٹی پن نکالتی ہے۔ لگاتی ہے۔ جُوتی اُٹھاتی ہے اور چلی جاتی ہے نیلم آئینے کے سامنے اپنے آپ کو بناتی سنوارتی ہے)

—— وقفہ ——

اماں:۔ (جُوتی واپس لاکر) یہ لو!

نیلم:۔ (واپس مُڑتی ہے اور جُوتی دیکھ کر) اماں ذرا اس پر تھوڑا سا کپڑا مار دیجئے۔ ذرا شائین آ جائے۔

(اماں مشین کی طرف جاتی ہے ایک میلا کپڑا لاتی ہے اور جُوتی صاف کرتی ہے۔

— وقفہ —

یکدم باہر سے کار کے ہارن کی آواز آتی ہے۔ ہارن سُنتے ہی نیلم جُوتیوں پر جھپٹتی ہے اور جُوتیاں پہنتے پہنتے گھُوم کر کافی حد تک گِر پڑتی ہے۔ پھر فوراً اُٹھتی ہے اور تسمہ بند کرتے ہوئے دائیں دروازے کی طرف لپکتی ہے۔ دروازہ کھول کر ایک سیکنڈ کے لئے پیچھے مُڑ کر دیکھتی ہے تو سیڑھیوں پر ہمیں جمیل کھڑا نظر آتا ہے۔ (دس سیکنڈ کا وقفہ) اِس وقفے میں ہر شئے ساکت ہو جاتی ہے اور صِرف دل کے دھڑکنے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ یکدم باہر سے دوبارہ ہارن بجتا ہے جس کے بجتے ہی نیلم دروازے سے باہر نکل جاتی ہے۔

سٹیج پر اندھیرا ہو جاتا ہے)

— فیڈ آؤٹ —

فیڈ اِن۔

(وہی کمرہ — اماں کرُسی اٹھا کر ٹھیک ہوئی جگہ پہ رکھتی ہے)

اماں:۔ یہ کرُسی۔ یہ کرُسی نہ جانے کون اُٹھاتا ہے۔ (کرُسی رکھتی ہے نیچے ہو کر دیکھتی ہے کہ ٹھیک جگہ پر رکھی گئی ہے یا نہیں۔ اطمینان کرنے کے بعد سیڑھی کی طرف منہ کر کے)

جمیل! جمیل!۔

(کوئی جواب نہیں آتا۔ اماں کچھُ وقفے کے بعد کرُسی پہ بیٹھ جاتی ہے۔ بالکل کسی بُت کی طرح اور پھر خود کلامی کے انداز میں)

چاند گرہن لگا تھا، دس دفعہ روز دم کرواتی تھی، پاکستان نیا نیا بنا تھا۔ کہتے تھے تارہ دُمدار ہے ، نذر نذرانے دیئے، پیدا ہوا تو بتاشے بانٹے، ہمسایوں نے کہا تیرے کل کا خواب ہے، بیس سال کپڑے دھوتے دھوتے انگلیوں کے ناخن ٹُوٹ گئے۔ (ہاتھوں کی انگلیاں دیکھتی ہے) میرے ہاتھ میری انگلیاں سب جانتے تھے۔ ملائم، نرم اور تگڑے ہاتھ۔ وہ ہاں نہ ناں، چالیس دِن بعد کیسری رنگ پہنا تھا ــ کیسری رنگ۔ وہ نہ ہاں نہ ناں۔ مَیں تو دیوار سے بیاہی گئی تھی۔ بیس سال۔ خواب دیکھتے بڑھاپا آگیا۔ اس طرف نہ جانے سورج جلدی کیوں ڈوب جاتا ہے۔ شام بہت جلد آجاتی ہے۔ شام ہی کا وقت تھا۔ مغرب کی اذان کے بعد کا۔ (یکدم خود کلامی کے مُوڈ سے باہر نکل کر) جمیل! جمیل!۔

(اُٹھتی ہے۔ کُرسی ذرا کھِسک جاتی ہے) اوہ! (کُرسی کبھی ادھر رکھتی ہے کبھی اُدھر اسے جیسے یقین نہیں آتا کہ کُرسی ٹھیک جگہ رکھی گئی ہے یا نہیں۔ ذرا گھبرا کر)

صابرہ! صابرہ!

(صابرہ آتی ہے۔ اس کے چہرے پر تاثرات غیر فطری ہیں وہ ایک مشینی بُت کی طرح چلتی ہے)۔

اماں:۔ کُرسی پر بیٹھ جا۔ (صابرہ کرسی پر بیٹھتی ہے، اماں کُرسی کو دیکھتی ہے۔ وقفہ) اُٹھ اور الماری سے کاپی پنسل نکال۔

(صابرہ اٹھتی ہے اور الماری سے کاپی پنسل نکالتی ہے)

اماں :۔ اب بیٹھ اور لکھ صُبح کا حساب۔ (صابرہ بیٹھتی ہے)۔

—— وقفہ ——

اماں :۔ (یاد کرتے ہوئے) لِکھ گھی! — گھی؟ کتنا گھی آیا تھا؟ (وقفہ) ہاں لِکھ گھی دو سیر۔ ۱۰ روپے! دیکھتے دیکھتے قیمتیں کتنی چڑھ گئی ہیں؟ ست ورے کی بات ہے۔ ہاں لِکھ گھی۔ تُو کھانے میں تھوڑا ڈالا کر۔ صَرفے کی عادت ڈال صَرفے کی، اچھا لِکھ دھوبی۔ دھوبی۔ دھوبی۔ صرف دو چادریں دُھلی تھیں۔ لِکھ دو روپے۔ داغ وہیں کا وہیں ہے۔ بھٹی پر چڑھنے سے بھی وہیں کا وہیں۔ نیلم کہتی ہے۔ چائے کا داغ ہے۔ پتہ نہیں کس کا داغ ہے۔ ناشتہ بستر پر کیا ہو گا۔ یا پھر پتہ نہیں کس کا داغ ہے اترتا ہی نہیں۔ ہاں لکھ نیلم کے کپڑے ڈرائی کلین آٹھ روپے، جوڑے کی ہیئر پنیں، ڈیڑھ روپیہ، خضاب کی ایک شیشی؟ خضاب آیا تھا صبح؟ (بالوں کو ہاتھ لگاتی ہے) آیا تھا۔ لکھ، تین روپے، اور کیا تھا؟ ہاں لِکھ، ہری مرچ، ہلدی، ٹماٹر بارہ آنے، ماچس دس پیسے (دہراتی ہے)، ماچس دس پیسے، دس پیسے! اور ہاں آج کمیٹی بھی تو دی ہے۔ کمیٹی پچاس روپے، بڑا خرچ تو یاد ہی نہیں رہا تھا۔

—— وقفہ ——

کتنے بنے۔؟

(صابرہ حساب کرتی ہے اور اس دوران اماں اوپر والے مکالموں کو الٹا سیدھا دہراتی رہتی ہے)

صابرہ:۔ خاموشی سے کاپی ذرا آگے کو کرتی ہے۔ اماں جھک کر پڑھتی ہے۔

اماں:- ۵، روپے پچیس پیسے۔ ۵، روپے۔ ۵ کم اسّی روپے۔ ۲۵ پیسے اوپر۔ کمیٹی! کمیٹی ۵۰ روپے۔ کمیٹی نکلے تو کچھ ہاتھ کھلا ہو۔ شیخ صاحب کی بیوی کہتی ہے زیور خرید لوں۔ زیور؟ ہاں۔ لیکن خیر۔ دیکھا جائے گا۔ تاکید تو کی ہے۔ کمیٹی اِسی مہینے مل جائے گی۔ گھرانا بڑا ہے۔ شیخ صاحب کی بیوی کہتی ہیں انہیں پیسے دھیلے کی پرواہ نہیں ہوگی۔ ان کو کیا پرواہ۔ لیکن کچھ تو دینا ہے۔ اوہ اگلی اتوار جانا ہے۔ کپڑا لتا دیکھ لینا۔ نیا بن جائے تو اچھا ہے۔ زرینؔ سے پوچھ لینا۔ لڑکی بہت سلجھی ہوئی ہے وہ لوگ ہم جیسے نہیں۔ ہم سب مختلف ہیں۔ مختلف! ہم میلے کُرتے میں رہتے ہیں۔ میلے کرتے ہیں۔ لیکن سلیقہ ہونا چاہیئے۔ میں نے سِسک سِسک کر تیرا داج بنایا ہے بہت ورے ہو گئے ہیں خالی ٹرنک بھرتے۔ گھر چلے نہ چلے، ہم رہیں نہ رہیں تیرا داج مکمّل ہو گا۔ نیلم کے ساتھ باہر جایا کر۔ وہ تجھ سے چھوٹی ہے لیکن تجھ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔ ڈپکارتی ہے، جمیل۔ جمیل!

—— وقفہ ——

جواب نہ اس کے باپ نے دیا تھا نہ یہ دے گا۔ جا تو جمیل کو اوپر کمرے میں کھانا دے آ۔ نیلم کے لئے روٹی نہ پکانا!

(صابرہ اُٹھ کر جاتی ہے۔ اماں سٹیج کے دوسری طرف جاتی ہے اور پچھلے کمرے میں جا کر واپس آتی ہے۔ اُس کے ہاتھ میں جمیل کی پتلون ہے۔ وہ جیبوں کی تلاشی لیتی ہے جیب سے دو سو روپیہ نکلتا ہے۔ اماں پہلے پیسوں اور پھر پتلون کو دیکھتی ہے اور پھر واپس کمرے میں جاتی ہے۔ جمیل سیڑھیوں سے نیچے اترتا ہے۔ کرسی پھیٹی ہوئی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھتا ہے اور بیٹھ جاتا ہے۔ صابرہ کھانا لے کر داخل ہوتی

ہے۔ پہلے اوپر سیڑھیوں کی طرف جانے لگتی ہے لیکن جمیل کو دیکھ کر واپس جمیل کے پاس آتی ہے۔ کھانا رکھتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ جمیل کھانے کو سونگھتا ہے اور پھر ایک نوالہ لیتا ہے۔ نوالہ جیسے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ منہ بناتا ہے۔ صابرہ پانی لے کر آتی ہے۔ جمیل پانی پینے لگتا ہے۔)

جمیل:۔ (پانی کو غور سے دیکھتا ہے) پانی! پانی میں کچھ ہے۔ یہ پانی میں کیا ہے؟

اماں:۔ (داخل ہوتی ہے) کیا ہوا جمیل بیٹا؟

جمیل:۔ (گلاس کو آنکھ کے قریب لا کر) پانی میں ضرور کچھ ہے، پانی میلا ہے۔

اماں:۔ لا میں دیکھوں۔

جمیل:۔ (بغیر سنے پانی کو دیکھتا رہتا ہے) ہے! پانی میں کچھ ہے۔

اماں:۔ (ہاتھ سے گلاس لے کر) کچھ بھی نہیں۔ ایسے تیرا وہم ہے۔

جمیل:۔ پانی میں ضرور کچھ ہے۔

اماں:۔ (غور سے دیکھتی ہے) ہاں شاید ہے۔ صابرہ دوسرا پانی لا دے اور ہاں جمیل بیٹے کے لئے انڈا تل دے۔ سالن شاید کچھ ٹھیک نہیں بنا (صابرہ جاتی ہے)

اماں:۔ (جمیل کے پاس آ کر) جمیل! (وقفہ) جمیل بیٹا۔ تیرے کمرے کی صفائی کر دوں۔؟ (وقفہ) جمیل سویرے سیر کو جایا کر۔ شام کو باہر نکلا کر، دوستوں سے ملا کر۔ ہر وقت گھر میں بیٹھے رہنے سے طبیعت خراب رہتی ہے۔ مجھے فکر سے نیند نہیں آتی (وقفہ) جمیل، جمیل صابرہ تیرے کپڑے استری کر دے؟ (وقفہ) سن رہا ہے؟ (وقفہ) جمیل تیری پتلون سے ...... تیری پتلون میں اٹھا رہی تھی۔ (وقفہ) تیری پتلون سے۔ (وقفہ) بتا میں تیرے کمرے کی صفائی کر دوں (وقفہ)

تو شیخ صاحب سے مل وہ تجھے کام سکھائیں گے۔ ہاں۔ تو جانتا ہے تو جب پیدا ہوا تھا تو ہمسائیاں کہا کرتی تھیں دو قفہ اسن رہا ہے نا؟ میں نے سوچا۔ میں نیلم کے لئے..... میں تیرے کمرے کی صفائی کر دوں ؟

جمیل :۔ وہ کسی کی امانت ہے ____________________ اس پر ہم سب کا کوئی حق نہیں۔

اماں :۔ مجھے کوئی حق نہیں چاہیئے۔ میں کیوں حق مانگوں ؟ مجھے کیا ضرورت ہے حق مانگنے کی ؟ تو بس گھر بیٹھا کر۔ نکتہ چینی کیا کر۔ پانی صاف نہیں ہے۔ پانی میں کچھ ہے۔ شوربے میں گوشت کی سڑاند ہے۔ تیرا دماغ چل گیا ہے۔ تیری آنکھیں خراب ہیں جو تجھے پانی میلا نظر آتا ہے۔ تیرے حواس مارے گئے ہیں جو تجھے ہر شے گندی اور میلی نظر آتی ہے۔ چاند گرہن لگا تھا۔ روز دس دفعہ دم کرواتی تھی۔ مغرب کی اذان کا وقت تھا۔ ہمسائیاں کہا کرتی تھیں تو قسمت کا دھنی ہے (بڑبڑاتے ہوئے چلی جاتی ہے)

—— فیڈ آؤٹ ——

فیڈ ان۔

نیلم اور زرین سٹیج پر داخل ہوتی ہیں (زرین کی چال ڈھال سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ماڈل گرل ہے۔)

نیلم :۔ (اندر داخل ہو کر جوتیاں اتار کر پھینکتے ہوئے) : Oh, It was fun

زرین :۔ (بیٹھتے ہوئے) اچھا ہوا تم لوگ وقت پر پہنچ گئے۔

نیلم :۔ (صوفے پر لیٹتے ہوئے) ویسے تمبولا پہ آج مسز بیگ نے خاصی Bungling کی ہے

(ایک دم اٹھ کر) اماں، اماں We are here

(اٹھ کر آئینے کے سامنے جاتی ہے)

نیلم :- (آئینے کے سامنے گھوم کر) Oh, I am so happy جی چاہتا ہے بیں ہر شام اس گھر سے باہر نکل جاؤں اور شہر کی روشنیوں، رنگوں اور خوشبوؤں میں تبدیل ہو جاؤں۔

At least we can breathe outside

زریّن :- ممتاز کا بس چلے تو وہ تمہیں ہر وقت اپنے ساتھ لئے پھرے۔

نیلم :- (ذرا ہنستی ہے پھر سوچتے ہوئے) زریّن نہ جانے میں ممتاز کی کمپنی میں اتنا کیوں secure feel کرتی ہوں؟ (خود کلامی کے انداز میں) زریّن دراصل ہر لڑکی —— سیکیورٹی چاہتی ہے۔ سوشل اکنومک اور کلچرل سیکورٹی۔ نہ جانے مجھے گھر آتے ہی گھبراہٹ سی ہونے لگتی ہے۔ (وقفہ) ممتاز ایک complete man ہے۔ ہر لحاظ سے مکمل، اُس کی فیملی، بیک گراؤنڈ، اُس کا انداز گفتگو، اُس کے Manners اس کا رکھ رکھاؤ۔ اُس کی موجودگی مجھے ہر طرف سے سیکیور کر دیتی ہے۔ (یکدم) اوہ مائی گاڈ، ایک تو یہ سیفٹی پنیں نہیں چھوڑتیں۔

اماں! اماں! We are Here

زرین :- نیل ممتاز کی صرف دو خوبیاں ہیں۔

نیلم :- وہ کیا؟

زرین :- He is rich and he is handsome !

(نیلم ہنستی ہے۔ اماں داخل ہوتی ہے)

زرین :- او ہیلو آنٹی! واپسی میں کچھ دیر ہو گئی۔ ممتاز نیلم کو چھوڑنے آ رہا تھا۔ میں نے سوچا میں ساتھ چلوں۔ اکیلے کچھ اچھا نہیں لگتا۔

امّاں :۔ (کرسی اٹھا کر رکھتی ہے) جیتی رہو بیٹی - تم بہت سمجھ دار ہو - میں تو ہر وقت یہی دُعا کرتی ہوں کہ میری یہ دونوں بیٹیاں تمہاری طرح ذہین اور سلیقہ مند ہوں ۔

صابرہ سے کہتی ہوں ، نیلم کے ساتھ باہر ہو آئے ۔ لیکن ہاں نہ ناں ۔

نیلم :۔ امّاں پھر آپ کو کچن میں کون ہیلپ کرتا ۔ آپکے پاس بھی تو کسی کو رہنا چاہیئے نا ۔ آپ گھر کی صفائی کس سے کرواتیں ۔ آپ نے تو ہزاروں کام کروانے ہوتے ہیں آپا سے اور پھر امّاں آپا نے وہاں بور ہی ہونا تھا ۔

زرّین :۔ صبی ہے کہاں اِس وقت ۔

امّاں :۔ اپنے کمرے میں ہو گی ۔

نیلم :۔ امّاں

امّاں :۔ کیا ہے ؟

نیلم :۔ امّاں کھانے کے بعد کافی کچھ اچھی نہیں تھی ۔ آپ ذرا کافی بنا لائیے ۔ (امّاں جانے لگتی ہے) ، ہاں آپا سے کہیئے وہ زرّین کا بریسلٹ بھی لیتی آئیں میں زرّین کو واپس کر دوں ۔

زرّین :۔ نیل Forget it

نیلم :۔ نو ۔ (زرّین (امّاں سے) امّاں وہی کافی بنانا جو ممتاز میرے لئے لایا تھا ۔

Poor mama

زرّین :۔ آنٹی بہت سویٹ ہیں ۔ تمہارا بہت خیال رکھتی ہیں ۔

نیلم :۔ کافی بہت اچھی بناتی ہیں اور بہت جلدی (آئینے کے سامنے جاتی ہے) آج ممتاز مجھے کہہ رہا تھا کہ اُسے یہ ڈریس بہت اچھا لگا ۔

زرّین :۔ یہ کیوں نہیں کہتیں یہ ڈریس اُسے تم پر بہت اچھا لگا۔

نیلم :۔ ہاہا، لیکن تم نے شاید مسز بیگ کا ڈریس نہیں دیکھا۔

زرّین :۔ دیکھا تھا۔

نیلم :۔ Wasn't it cute?

زرّین :۔ Really

نیلم :۔ I should say it was fabulous

زرّین :۔ (ذرا ہنستی ہے) خوب!

نیلم :۔ کیوں تمہیں اچھا نہیں لگا؟

زرّین :۔ نہیں مجھے بھی اچھا لگا۔

نیلم :۔ کتنے کا ہو گا؟

زرّین :۔ Guess

نیلم :۔ پتہ نہیں But it must be pretty expensive

زرّین :۔ Guess

نیلم :۔ یہی کوئی دو سو روپے کا۔

زریں :۔ ففٹی (ہنستی ہے) Rs. 50 only !

نیلم :۔ ففٹی؟ You are not joking ! fifty ?

زرّین :۔ پچاس روپے کا نسخہ، لیکن مسز بیگ کے لئے ففٹی ان ٹو فائیو ٹو ففٹی۔

نیلم :۔ ٹو ففٹی!

زرّین :۔ میری بوتیک سے خریدا تھا مسز بیگ نے سپنل کٹ پلسیز کا ڈیزائن ہے۔

نیلم :۔ ونڈرفل۔ بہت خوبصورت ڈریس تھا۔

(اماں کافی لے کر آتی ہے)

اماں :۔ کس ڈریس کی بات ہو رہی ہے؟

نیلم :۔ اماں آج پارٹی پر مسز بیگ کا ڈریس دیکھنے والا تھا۔ زرین کی بوتیک سے خریدا تھا مسز بیگ نے۔

اماں :۔ کتنے میں؟

نیلم :۔ دو سو پچاس میں۔ (وقفہ)

اماں :۔ کتنے میں؟

نیلم :۔ دو سو پچاس میں۔

اماں :۔ دو سو پچاس، پچاس کم تین سو (کافی کے برتن میز پر رکھتی ہے)

(صابرہ داخل ہوتی ہے)

زرین :۔ ہیلو صبی۔

صابرہ :۔ (سر سے ہیلو کا جواب دیتی ہے اور پھر آہستہ سے زرین کا بریسلیٹ آگے بڑھاتی ہے)

زرین :۔ Keep it صبی

صابرہ :۔ (نفی سے سر ہلاتی ہے)

نیلم :۔ زرین یہ کافی Expensive بریسلیٹ ہے۔

زرین :۔ Keep it please: میرے پاس دو ایسے اور بریسلیٹ ہیں۔

نیلم :۔ زرین ڈیر۔ پلیز Take it back

زرین :- نیلم یہ Artificial ہے. میں نے صرف پانچ روپے میں خریدا تھا۔

نیلم :- (ہنستی ہے) اوہ......

(صابرہ بریسلیٹ میز پر رکھتی ہے. جو نیلم اٹھا کر اپنے بازو پر گھماتی ہے۔ صابرہ کافی بناتی ہے)

اماں :- (زرین کو کافی پکڑاتے ہوئے) زرین بیٹا کوئی سستا ڈریس ہے تمہاری دکان پر صابرہ نے اگلی اتوار شیخ صاحب کے گھر جانا ہے۔

زرین :- کون شیخ صاحب آنٹی؟

اماں :- لڑکے کے رشتے دار ہیں۔ اپنے شیخ صاحب کی بیوی کے ذریعے ہی تو رشتہ طے ہوا تھا۔ ان کے کہنے پہ ہی سب کچھ ہوا۔

نیلم :- اماں آپا کو مسز بیگ والا ڈریس بنوا دیجئے۔

اماں :- وہ تو بہت مہنگا ہے۔

زرین :- آنٹی وہ ڈریس میں نے پچاس روپے میں بنایا تھا۔

اماں :- پچاس روپے میں۔

نیلم :- ہاں اماں پچاس روپے میں / ففٹی ان ففٹی ٹو ففٹی۔

(جمیل اس گفتگو کے دوران سٹیج پر داخل ہو چکا ہے۔ لیکن اسے ابھی تک کسی نے نہیں دیکھا۔ جمیل سیڑھی تک جاتا ہے)

زرین :- دو کٹ پیسز کافی ہوں گے۔ مجھے آپ تیس روپے دے دیجئے۔

اماں :- تیس روپے۔ لے بیٹا میں ابھی لے کر آتی ہوں۔ تم کافی پیو۔

صابرہ :- (کچھ کہنے لگتی ہے)

اماں :۔ (صابرہ سے) وہ پھر دے لیں گے۔ تو نے اگلی اتوار شیخ صاحب کے گھر جانا ہے۔

(اماں جاتی ہے جمیل سیڑھی چڑھتا ہے کہ زرّین اُسے دیکھتی ہے)

زرّین :۔ آہا جمیل —— (زرّین کھڑی ہو جاتی ہے)

نیلم :۔ آؤ بھائی!

زرّین :۔ (آگے بڑھتے ہوئے) تم یہاں آؤ گے یا وہیں اپنے padestal پر ہی کھڑے رہو گے

آخر ہم بھی اس دنیا میں رہتے ہیں (قریب آ کر) پینٹنگ میں کوئی نیا ——

Experiment بھئی نیلم ہم تو تمہارے بھائی سے کہہ کہہ کے تنگ آ گئے ہیں کہ کبھی ہمارا

پورٹریٹ بھی بنا دیجئے۔ مگر نہیں۔

جمیل :۔ (سیڑھی سے نیچے اترتا ہے) تمہارا پورٹریٹ ؟ تمہارا پورٹریٹ بناؤں تو شاید تمہیں

پسند نہ آئے۔

نیلم :۔ پلیز بھائی زرّین کا پورٹریٹ بنا دو نا۔ ایسی بھی کیا بات ہوئی۔

جمیل :۔ پورٹریٹ آف اے لیڈی —— مجھے ڈر ہے شاید تم اپنے آپ کو پہچاننے

سے انکار کر دو۔

زرّین :۔ اوہو چھوڑو اپنے فلسفے کو۔ بیٹھو میں تمہارے لئے کافی بناؤں۔ دودھ کم۔ چینی کم۔ بڑی

انٹیلکچوئل اور بوہیمین —— قسم کی کافی بنے گی تمہارے لئے۔ جمیل

دی گریٹ کافی اور نکوٹین کا بہترین امتزاج!

(نیلم اور زرّین ہنستی ہیں۔)

نیلم :۔ مجھے ذرا ایکسکیوز کرو۔ میں جا کر کپڑے بدلوں۔ بھائی تمہیں کمپنی دے گا (صابرہ

سے) آپا۔ آپ ذرا میری ہیلپ کر دیں۔

(صابرہ اور نیلم جاتی ہیں)

زرّین :۔ (جمیل کو کافی دیتے ہوئے) تم بہت کم نظر آتے ہو۔ آدمی کو اتنا Introvert نہیں ہونا چاہیئے۔

(جمیل خاموشی سے کافی پیتا ہے)

زرّین :۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ تم ہر وقت preoccupy رہتے ہو (وقفہ) غالباً تمہیں کچھ ایسے پرابلمز ہیں جنہوں نے ذہنی توازن کو ڈسٹرب کر رکھا ہے۔

جمیل :۔ (دلچسپی سے) مثلاً ؟

زرّین :۔ مثلاً صبح کو شیو کے لئے گرم پانی نہ ملنا۔ بیڈ ٹی میں دودھ زیادہ، شام کو اکیلے رہنے کا پرابلم وغیرہ۔

(جمیل مسکراتا ہے)

زرّین :۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمہیں اس گھر میں attention نہیں دی جاتی جیسے تم بچپن سے ایک Neglected child ہو۔ ایسے حالات میں تمہیں چاہیئے کہ تم اپنی شخصیت کے ایکسپریشن کے لئے کوئی میڈیم تلاش کرو۔ ایک Living medium —— (وقفہ) (جمیل سگریٹ لگاتا ہے)، تمہیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو تمہاری care کر سکے۔ جو تمہارے بارے میں Concerned ہو۔ (وقفہ) —— (زرّین واپس مڑتی ہے۔ جمیل کے بالکل قریب بیٹھتی ہے) جمیل تم سگریٹ اتنے زیادہ نہ پیا کرو۔ پلیز!

جمیل :۔ (اٹھتا ہے) زرّین مجھے تمہاری ہمدردی نہیں چاہیئے (خود کلامی کے انداز میں) مجھے کسی کی ہمدردی نہیں چاہیئے۔ ہمدردی بھی ایک قسم کا ہتھیار ہے جو لوگ اپنے

فائدے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مجھے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے جیسے محبت خلوص، ہمدردی، خوب صورتی یہ سب مشکوک ہیں۔ ہر شے مجھ پر ہر رستے سے حملہ آور ہوتی ہے۔ ہر شکل، ہر رنگ، ہر چہرہ شک و شبہ کی فحش سازش۔

—— وقفہ ——

زرینہ:۔ (اُٹھ کر جمیل کے قریب جاتی ہے) او جمیل تم تو pessimistic نکلے زندگی اتنی بدصورت نہیں۔ ہم سب اپنے اپنے خوابوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ اپنے اپنے سمجھوتوں کی گرہوں میں محصور، لیکن ہر لمحہ ہر مومنٹ پر سمجھوتے بدلتے رہتے ہیں (وقفہ) میرا جی چاہتا ہے۔ میں تمہاری ساری agony اپنے اندر جذب کر لوں، اور تمہاری Presence میں پگھلتی جاؤں (بالکل قریب آتی ہے) آؤ ہم ایکدوسرے کی گرہیں کھولیں۔

جمیل:۔ ہر شئے مشکوک، واہمے کی دھند کے گرداب میں محصور۔
میری آنکھ متجسس ہے کہ ہر شئے کی پاتال میں اترنا چاہتی ہے۔
زرینہ کا چہرہ بھی واہمے کی دھند کے گرداب میں نتھرا ہوا، چمکتا ہوا، دل کش، خوش رنگ، لیکن پاتال میں اٹل اندھیرے کا جال ہے۔

زرینہ:۔ (جمیل کو پکڑتی ہے) جمیل، جمیل تم میرے ساتھ چلو، میں تمہیں اس گھٹن، اس تھکن سے نجات دلاؤں، شہر رونقوں سے بھرا پڑا ہے۔ آؤ ہم اپنے آپ کو فراموشی اور Oblivion کے حوالے کر دیں۔

جمیل:۔ زرینہ تم اور تمہاری زندگی تمہاری دکان کا ایک شوکیس ہے۔ تمہارا فلسفہ؟ تمپل کٹ بلیسیر کا ایک خوبصورت ڈیزائن ایک خوبصورت سازش!

(ذرا لہجہ بدل کر) اوہ تم تو Aggressive ہو گئے۔ تم میں غالباً قوتِ برداشت نہیں۔ مسلسل تنہائی آدمی کو چڑچڑا اور دیوانہ بنا دیتی ہے۔

جمیل:۔ (پہلے والے لہجے میں) زرّین میں اُن میں سے نہیں جو پچاس روپے کی چیز دو سو پچاس کی سمجھ کر خرید لیتا ہے۔ تمہارا پورٹریٹ میں اس لئے نہیں بناتا کہ تمہارے اس خوبصورت چہرے کے پیچھے ایک بھیانک چہرہ ہے۔ جس کو مسز بیگ نہیں دیکھ سکتی۔ جو صرف مجھے نظر آتا ہے۔ کیونکہ میری آنکھوں کے درمیان یہ چمک یہ سراب حائل نہیں، اسے نہ میری ماں دیکھ سکتی ہے اور نہ میری بہن۔

(نیلم داخل ہوتی ہے۔ رُک جاتی ہے)

زرّین:۔ (ذرا غصے میں) جمیل! تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔

جمیل:۔ (ذرا ہنستا ہے) میں تو تمہارا پورٹریٹ بنا رہا تھا، زرّین!

نیلم:۔ (یکدم سامنے آکر) بھائی تم نے زرّین کی انسلٹ کی ہے (جمیل ہنستا ہے) تم فوراً زرّین سے معافی مانگو (جمیل ہنستا ہے) بھائی جان، زرّین میری مہمان ہے تم نے میری مہمان کی انسلٹ ہے۔ تم فوراً Apologize کرو۔

(جمیل ذرا اونچا ہنستا ہے)

نیلم:۔ بھائی جان۔ Are you mad ? Are you mad ?

(جمیل بہت اُونچا ہنستا ہے)

—— فیڈ آؤٹ ——

فیڈ اِن۔

صابرہ آئینے کے سامنے کھڑی ہے۔ اُس نے ایک نیا ڈریس پہن رکھا ہے جو زرّین

کی بوتیک سے تیار ہو کر آیا ہے۔ ایک طرف زرین اور دوسری طرف نیلم کھڑی ہے۔ دونوں صابرہ کو تیار کروا رہی ہیں۔ صابرہ حسبِ معمول بے حس و حرکت ہے۔ اُسے جس طرف زرین یا نیلم کھینچتی ہیں وہ بغیر کسی مزاحمت کے مڑ جاتی ہے۔

زرین :۔ (صابرہ کو گھماتے ہوئے) بالکل فِٹ آیا ہے۔

نیلم :۔ (صابرہ کا ایک بازو اٹھاتے ہوئے) آستین زیادہ لمبی تو نہیں ہوئی ؟

زرین :۔ (بازو پکڑ کر چھوڑتی ہے جو فوراً نیچے گر پڑتا ہے) ٹھیک ہے۔ بالکل ٹھیک۔

نیلم :۔ (صابرہ کی ٹھوڑی اوپر اٹھا کر) گلا زیادہ تنگ تو نہیں ہو گیا۔

زرین :۔ (جو دراز سے پنیں نکال رہی ہے) کیا ؟

نیلم :۔ (ٹھوڑی چھوڑ کر) گلا ؟

زرین :۔ گلا بالکل ٹھیک، فٹنگ بہت اچھی ہوئی ہے۔ لو تم بال بناؤ میں یہ پنیں نکالتی ہوں (دراز دوبارہ کھولتی ہے)

نیلم :۔ (بال بناتے ہوئے) آپا کبھی شیمپو استعمال کر لیا کریں۔ بال بڑے کُھردرے ہو رہے ہیں۔

زرین :۔ ذرا سا تیل لگا لو۔

نیلم :۔ نہیں زرین۔ بالوں کی شیپ ہی کچھ ایسی ہے۔ دراصل آپا کو لمبے بال سوٹ نہیں کرتے۔ لمبے بالوں میں صرف چٹیا ہی بن سکتی ہے اور چٹیا کہاں میچ کرے گی اس ڈریس کے ساتھ۔

(اماں آتی ہیں)

اماں :۔ تیار ہو گئی صابرہ۔ شیخ صاحب وقت کے بڑے پابند ہیں۔

زریں :- بس آنٹی بال رہتے ہیں - ابھی بن جاتے ہیں -

نیلم :- بالوں ہی کی تو پرابلم ہے - بھلا چٹیا کا کون سا فیشن ہے - آپا چوبیس گھنٹے چٹیا لٹکائے پھرتی ہیں - اب میں ان بالوں کا کیا کروں ؟

اماں :- زریں بٹیا - اس لڑکی کو تو اپنا کوئی ہوش ہی نہیں - تو ہی اس کے بال بنوا دے کسی دن -

نیلم :- اماں آپا کے بال کٹوا دیجئے (صابرہ کا تاثر) چھوٹے بال آپا کو بہت سوٹ کریں گے -

زریں :- آنٹی آپ صابرہ کو ایک سو ئچ لے دیجئے - میں آپ کو سستی لے دوں گی -

نیلم :- ہاں اماں سوئچ ہو تو ہر قسم کے بال بن سکتے ہیں - رنگ لیٹس - ہیلبز ! وغیرہ

اماں :- لیکن ابھی تو شیخ صاحب کے گھر جانا ہے -

زریں :- ابھی میں کوئی سٹائل بنا دیتی ہوں - آتی دفعہ میں خود اسے ڈریسر کے پاس لے جا کر بال کٹواؤں گی - لا نیلم میں بال بناؤں (زریں بال بناتی ہے)

نیلم :- اماں اب آپا کی شادی کی تاریخ طے کر دیجئے نا !

اماں :- لڑکے والے کریں گے - میں کون ہوتی ہوں تاریخ طے کرنے والی - شیخ صاحب کی بیوی کہتی ہیں لڑکا اس سال کے آخر میں آئے گا - واپس آ کر اپنا کاروبار سنبھالے گا اور پھر - میں تو کہتی ہوں آج ہو جائے - لیکن لڑکی کو بھی تو کچھ دینا دلانا ہے - کمیٹی نکل آئے تو کچھ ہاتھ کھلا ہو -

زریں :- (بال بنا کر صابرہ کو گھماتی ہے) لیجئے آنٹی - ملاحظہ کیجئے -

نیلم :- ویل ڈن زرّین!

اماں :- اِدھر آ دصابرہ بُت کی طرح چلتی ہوئی آتی ہے، کیسے مُردوں کی طرح چل رہی ہے۔ خدا کے لئے مُنہ سیدھا کر کے چل دمُنہ سیدھا کرتی ہے لیکن پھر لٹک جاتا ہے) ہے نا ڈھیٹ کی ڈھیٹ، مُنہ سیدھا کر کے چل۔ وہ لوگ ایک ایک بات کا خیال کرتے ہیں۔ چل سیدھی ہو کے۔

زرّین :- دآگے بڑھ کر) آنٹی ڈریس نیا ہے اس لئے صابرہ ذرا uneasy فیل کر رہی ہے۔ ابھی کچھ دیر بعد Familiar ہو جائے گی۔

نیلم :- آپا آپ چلیں پھریں نا۔ کھڑے رہنے سے کیا فائدہ؟

اماں :- یہ کہاں چلے پھرے گی اس کی تو ٹانگیں دکھتی ہیں سیدھے چلتے ہوئے۔ میری تو قسمت پھوٹ گئی۔ رات دن ان کے لئے سوچتی رہتی ہوں۔ بال سفید ہو گئے ان کی فکر کرتے کرتے۔ وہ تو چلا گیا میں ہی زندہ رہ گئی ان کا فکر کرنے والی۔ پاؤں پڑ کر رشتہ ہوا تھا۔ مگر کس کو کہوں۔ کیسے بتاؤں؟ کیا کیا نہ کیا اس نابکار کے لئے۔ کہا ہے باہر کے لوگوں میں اُٹھا بیٹھا کر زمانہ بدل گیا ہے۔ اب لڑکیاں ہر وقت باورچی خانوں میں گھسی اچھی نہیں لگتیں۔

نیلم :- آپا۔ آپ چلئے نا!

اماں :- چل نا۔ کیا بُت کی طرح کھڑی ہوئی ہے۔ چلے گی نہیں۔

زرّین :- patience! patience! یہ بڑا اسپیل پرابلم ہے آنٹی۔ ابھی سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔

— وقفہ —

کم اون صبی! Look here (دور کھڑی ہو کر مینٹل پیس پر پڑے ہوئے ایک سنہری ڈیکوریشن پیس کی طرف اشارہ کرتی ہے)، ہاں - یہاں. that's right (نیلم سے) نیلم ذرا وہاں سے چاک پکڑنا (چاک لے کر فرش پر ایک لمبی لائن کھینچتی ہے۔) ناؤ! اب صبی بڑے Confidence کے ساتھ اب تم اس طرف دیکھتے ہوئے اس لائن پر چلو۔ شاباش! (وقفہ) ریڈی؟ (صابرہ چلنا شروع کرتی ہے)، ایسے جیسے تنے ہوئے رستے پر چل رہی ہو، یو گٹ اِٹ ——— یس۔ چھوٹے قدم - بالکل چھوٹے۔ یس - آ..... (صبی گرتی ہے) اوہ!

نیلم :۔ اوہ آپا!

اماں :۔ اس سے کچھ نہیں ہونا۔ یہ پتھر کی پتھر رہے گی۔

زرین :۔ آنٹی آپ خواہ مخواہ disappoint ہو رہی ہیں She needs practice (صابرہ سے) تم اب مجھے واچ کرو۔ غور سے دیکھو اور پھر چلنے کی کوشش کرو۔ ٹھیک۔

(زرین بڑی گریس فلی چلتی ہے۔ جیسے کسی
فیشن شو کی ماڈل گرل۔)

زرین :۔ ناؤ واچ! چھوٹے قدم۔ (رک کر دکھاتی ہے) ایسے! اپنا بیلنس ٹھیک رکھو! وزن پہلے دوسرے پاؤں پر اور پھر پہلے پاؤں پر! ایسے — ون —— ٹو — ون — ٹو —— Here you are! (زرین چلتی ہوئی صابرہ کے پاس پہنچ جاتی ہے) ناؤ —— صبی! وہاں سے سٹارٹ لو — یس! ریڈی؟ ون — ٹو — نتھری!

(صبی چلتی ہے)

نیلم :- آپا —— You must make it this time

زرّین :- —— She will she will (صابرہ آہستہ آہستہ چلتی ہے) ون —

ٹو — یس یس — رائٹ — رائٹ — یس — یس ——

(صبی چل کر زرّین کے پاس پہنچ جاتی ہے) you are picking it up - یس

نیلم :- اوہ آپا -

زرّین :- (تحکمانہ لہجہ میں) Again

(صابرہ دوبارہ چلنا شروع ہوتی ہے - اس اثنا میں سب لوگ بیٹھ جاتے ہیں اور صابرہ کی چال ایک گیم کی صورت اختیار کر جاتی ہے)

سب لوگ :- (مختلف طریقوں اور وقفوں میں) یس — یس — رائیٹ — اُف آہ — اوہ — پک اپ — ون — ٹو — پہلا پاؤں ! آہ - دوسرا ون — ٹو — یس — یس -

(اس دوران جمیل سیڑھیوں پر نظر آتا ہے - اس کے آتے ہی ہر شئے ساکت ہو جاتی ہے - دس سیکنڈ کے اس وقفے میں دل کے دھڑکنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

نیلم :- (یکدم سناٹے کو توڑتے ہوئے) - او بھائی —— You spoil —— everything.

جمیل :- (نیچے اترتا ہے اور زرّین کے پاس آتا ہے) اس کو سدھانے کا کوئی فائدہ نہیں - یہ تم سب کو ہر قدم پر گر گر کر دھوکا دے گی -

اماں :- آگیا ہے تُو نکتہ چینی کرنے۔ نکتہ چینی کے علاوہ بھی کچھ کیا ہے تُو نے ؟

جمیل :- (بغیر سُنے) صابرہ تو اس گھر جا رہی ہے جہاں کی دہلیز ایک دوسرے طبقے کی دہلیز ہے۔ سیڑھی کا ایک بڑا قدم۔ مگر اس پر بھی تیرے قدم پھسل جائیں گے پھسل جائیں کہ تو نہیں جانتی —— چلنا

——(وقفہ)——

اماں :- تُو اپنی نکتہ چینی اپنے پاس رکھ۔ تُو اُن باتوں کو کبھی نہیں سمجھے گا۔ نہ تیرا باپ سمجھتا تھا اور نہ کبھی تُو سمجھے گا۔

جمیل :- (بغیر سُنے) صابرہ تجھے پتہ ہے کہ وہ بڈھا ہے۔

اماں :- جمیل !

جمیل :- (بغیر سُنے) تجھے پتہ ہے وہ شرابی ہے۔

اماں :- میں اس کی ماں ہوں۔ میں اس کا بُرا بھلا جانتی ہوں۔ آج کل کے زمانے میں سب کچھ ہوتا ہے۔ ہر فرد شراب پیتا ہے۔ تُو خود پیتا ہے۔ مردوں کی عمریں نہیں دیکھی جاتیں۔ اُن کی شکلیں نہیں دیکھی جاتیں۔ اُن کی آمدنی دیکھی جاتی ہے۔ آمدنی!

نیلم :- جمیل بھائی پلیز۔ صابرہ خوش ہے۔ اماں خوش ہے۔ یہ رشتہ صرف صابرہ کے لئے نہیں ہم سب کے لئے اچھا ہے۔ ہم سب ایک نئے سوشل سٹیٹس کی طرف Move کر رہے ہیں۔ ان سیکورٹی سے سیکورٹی کی طرف۔

جمیل :- تُو چپ رہ۔

نیلم :- میں کیوں چپ رہوں۔ مجھے کون ہے چپ کرانے والا ؟

(جمیل نیلم کی طرف غصے سے دیکھتا ہے)

نیلم :- بھائی تُو جلتا ہے۔ تو نہیں چاہتا کہ ہماری شادیاں ہوں (بہت اونچی)، اماں یہ نہیں چاہتا ہم اِس ڈربے سے نکلیں۔ اِس گھٹن سے اس Suffocation سے، جو ہماری سانسوں کو نگل رہی ہے (جذباتی ہو کر) اماں ہم کب تک سیفٹی پنوں سے بندھی رہیں گی۔ ہم کب تک ایک ہی خواب دیکھتی رہیں گی (اُونچی آوازیں)، اماں یہ بھائی نہیں دشمن ہے۔ یہ ڈراؤنا خواب ہے جو اس گھر کی چھتوں سے لٹک کر ہمیں گھورتا رہتا ہے۔

جمیل :- تم صابرہ کو دوزخ میں دھکیل رہے ہو۔

نیلم :- دوزخ یا جنّت۔ ان slums سے تو اچھی ہے۔ اِس گھر میں تو سوائے فرسٹریشن کے کچھ بھی نہیں۔ تو نے کیا کیا ہے اِس گھر کے لئے ہمارے لئے؟ کبھی پھوٹی کوڑی بھی لایا ہے اِس گھر میں؟ تو نکھٹو ہے۔ آوارہ! اور ناکارہ! Useless parasite

جمیل :- (انتہائی غصّے سے) نیلم

نیلم :- تُو پاگل ہے Ill mannered commoner ہے۔ وحشی! پاگل!۔

جمیل :- حرامزادی۔ کُتیا!

نیلم :- حرامزادہ تُو — کُتا۔ کمینہ۔ پاگل —

جمیل :- نیلم —

(جمیل کُرسی اٹھاتا ہے نیلم کو مارنے کے لئے۔ لیکن زرینہ فوراً آگے بڑھتی ہے اور اس کا ہاتھ روک لیتی ہے۔ جمیل کے ہاتھ کانپتے ہیں اور آہستہ آہستہ نرم پڑ جاتے ہیں۔)

—— فیڈ آؤٹ ——

فیڈان -

(اسٹیج پر روشنی بہت کم ہے۔ صرف آئینے کے قریب روشنی نسبتاً زیادہ ہے صابرہ، نیلم کے کپڑے پہن کر داخل ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کھلی ہوئی لپ سٹک ہے۔ وہ ہذیانی کیفیت میں جلدی جلدی تیار ہوتی ہے۔ صابرہ اس سین میں مختلف کرداروں سے اپنی اس ہذیانی کیفیت میں باتیں کرتی ہے۔ اس سارے عمل میں صابرہ ڈراؤنی حد تک مضحکہ خیز لگتی ہے۔)

صابرہ :۔ (آئینے کے سامنے آکر اپنے آپ کو غور سے دیکھتی ہے) آہ! میری لپ سٹک کس نے استعمال کی ؟ —— تم نے —— تم نے پھر استعمال کی۔ ہی ہی ...... (جلدی جلدی لپ سٹک لگاتی ہے) سکارف ! سرخ رنگ، نیلے رنگ کا سیہ رنگ کا، پیلے رنگ کا، ہر رنگ کا سکارف ..... ہاہا... سکارف شروع سے آخر تک پروں کی طرح پھیلا ہوا۔ پھڑ پھڑاتا ہوا تم نے ؟ تم نے میرا سکارف ..... مجھے دیر ہو رہی ہے۔ جلدی کرو۔ فوراً۔ میں صدیوں سے اس پل کے لئے ٹھہری ہوئی ہوں۔ یہ پل گزر گیا تو۔ میں ...... میں ..... جلدی کرو پنیں نکال لی ہیں۔ پنیں نکال۔ فوراً مجھے سیفٹی پنوں سے ٹانک دے۔ ایک ایک پن کو میرے جسم میں گاڑ دے..... ہر شگاف۔ ہر سوراخ کو بند کر دے تاکہ میں اس کے پاس پہنچوں تو وہ مجھے مکمل ثابت و سالم پائے۔ وہ پھول لئے میرا انتظار کر رہا ہے۔ میری مانگ میں ستارے اتر آئے ہیں۔ میرے ہاتھوں پہ شفق اتر آئی ہے —— سن —— تم نے سنا، آخ —— تیرے ہاتھ کتنے گندے

ہیں۔ تیرے ناخن غلیظ بدبودار، اٹھا میری جوتی —— نیلے رنگ کی نہیں۔ سرخ رنگ کی۔ سرخ رنگ سنا نہیں تو نے (جوتی پہنتی ہے) پنیں نکال لیں تو نے۔ لگا پنیں۔ آہ، یہ پنیں مجھے چبھ رہی ہیں! دیکھتی نہیں؟ تو اندھی تو نہیں ہو گئی؟ چل ہٹ، میرا ڈریس مت خراب کر، جلدی کر مجھے دیر ہو رہی ہے۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہے۔ موم بتیاں روشن ہو گئی ہیں۔ خوشبو چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ وہ سبز موسموں کو تھامے میرا انتظار کر رہا ہے۔ میرا انتظار کر رہا ہے۔ میرا انتظار کر رہا ہے ..... (ہذیانی کیفیت بڑھتی ہے) وہ میرا انتظار، میرا انتظار ہی ہی ..... ہاہا .....

(لمبا وقفہ —— خاموشی —— اب صابرہ ایک جگہ ساکت ہو کر مکالمے بولتی ہے)

صابرہ:۔ آپا تو ٹھیک ہے۔ تیری خواہشیں راستہ بھول کر جنگلوں میں کھو چکی ہیں۔ تیری آواز کو سناٹوں نے نگل لیا ہے۔ تو اس چار دیواری کی ہمیشہ کی قید ہے۔ اس گھر کا اٹل سناٹا ہے۔ آپا تو شکست ہے، ہمیشہ کی شکست۔

(اب صابرہ دوبارہ حرکت میں آتی ہے اور پھر اسی پہلی والی کیفیت میں باتیں کرتی ہے)

صابرہ:۔ میرے بستر پہ تو نے ناشتہ کیا ہے۔ اب یہ داغ کیسے جائے گا۔ تو نے ناشتہ کیا تھا؟ پتہ نہیں! ..... معلوم نہیں۔ کس کا داغ ہے۔ کسی کا نہیں۔ تو یہ پھر کیا ہے۔ کس کا داغ ہے بھٹی دو دفعہ چڑھا ہے۔ دھلا نہیں؟ مجھے ڈنر پر جانا ہے ..... کینڈل لائٹس میں مجھے اس کا چہرہ نظر آ رہا ہے۔ روشنی کے

بھنور میں اُس کا چہرہ اُبھر رہا ہے۔ شہرت اور شرافت کا چہرہ، محبت کا چہرہ موم بتیوں کی روشنی کے سائے میں لپٹا ہوا...... تم کیا تک رہی ہو مجھے..... جُوتی لاؤ...... نیلے رنگ کی نہیں۔ سُرخ رنگ کی...... سُرخ رنگ۔ فوراً مجھے ڈنر پر جانا ہے۔ میرے بٹن بند کرو۔ آپ بند کرو آرام سے۔ سکارف لاؤ۔ کون سا سکارف۔ کس کلر کا۔ موو کلر کا سکارف، ہر رنگ کا سکارف جلدی کرو سکارف باندھو...... (باندھتی ہے) ٹھیک طرح باندھو (سکارف باندھتی ہے، ڈھیلا ہے (زور سے باندھتی ہے) آہ! اپنے ہاتھ روک لو۔ تم میرا گلا گھونٹ رہی ہو۔ تم مجھے قتل کر رہی ہو۔ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ مجھ سے نفرت۔ خدا کے لئے اپنے ہاتھوں کو روکو...... (بہت اونچا چیختی ہے)

(اکھڑی ہوئی سانسوں میں بڑبڑاتی ہے)

صابرہ :۔ آہ تم میرا گلا گھونٹ رہی ہو میرا گلا۔

(بے ہوش ہو کر آئینے کے سامنے گر پڑتی ہے)

— فیڈ آؤٹ —

"فیڈ ان"

(کمرے میں بے شمار مختلف قسم کے چھوٹے اور بڑے ڈبے پڑے ہیں۔ زرین، نیلم اور اماں بہت سی چیزیں اُلٹ پلٹ کر رہی ہیں)

اماں :۔ زرین بیٹیا سب چیزیں آ گئیں نا۔ گن لی ہیں نا ؟

زرین :۔ آنٹی ہر چیز...... ٹشو پیپرز سے لے کر الیکٹرک ٹوسٹر تک...... اوہ آج شاپنگ بڑی زبردست ہوئی ہے۔ آنٹی نے جس چیز کو ہاتھ لگایا وہی گھر آ گئی ہے۔

اماں :۔ میں آج پہلی بار اُس دکان میں گئی ہوں۔

نیلم :۔ اماں باہر سے تو کئی بار دیکھی ہو گی۔

اماں :۔ ہاں کئی بار لیکن آج پہلی بار گئی ہوں اندر۔ اندر کیا گئی کسی دوسری دنیا میں آ گئی۔

نیلم :۔ ممتاز نے اماں میرے لئے سُرخ جوتی یہیں سے خریدی تھی نا۔ یہ شہر کی سب سے بڑی دکان ہے۔ اس دکان کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تو عام آدمی کے ایک دفعہ پاؤں کانپ جاتے ہیں۔

زرین :۔ لیکن آج تو ہم سب بڑے مزے سے شاپنگ کرتے رہے۔

نیلم :۔ بڑی اچھی سیل تھی۔

اماں :۔ (ایک قمیض نکال کر) زرین اس قمیض کی زپ ذرا ٹوٹی ہوئی ہے۔ لیکن کپڑا بہت قیمتی ہے۔

زرین :۔ آنٹی زپ کا کیا ہے۔ دوسری لگ جائے گی۔ آنٹی ذرا واز تو نکالئے۔ مینٹل پیس پر سجا کر دیکھیں —— Oh, I am so excited !

اماں :۔ (ڈبے سے ایک بڑا گلدان نکالتی ہے) بیٹیا ذرا احتیاط سے رکھنا۔

زرین :۔ آپ فکر نہ کریں آنٹی۔ مجھے معلوم ہے۔

اماں :۔ لو تم دیکھو میں ذرا یہ چیزیں اندر ٹرنک میں رکھ آؤں۔ (اماں چلی جاتی ہے۔ نیلم اور زرین دونوں مل کر گلدان کو مینٹل پیس پر مختلف طریقوں سے سجاتی ہیں۔)

نیلم :۔ Isn't it pretty ?

زرین :۔ Excellent یہاں سے اگر دیکھو۔ اوہ۔

نیلم :۔ زرین Marvellous

(دونوں دور سے مل کر گلدان کو دیکھتی ہیں۔ جمیل اندر آتا ہے۔ پہلے دونوں کو دیکھتا ہے۔ اور پھر دوسری چیزوں کی طرف دیکھتا ہے۔ دونوں لڑکیاں کچھ دیر بعد جمیل کو دیکھتی ہیں۔)

زرین:۔ (آگے بڑھ کر) ہیلو جمیل I am so glad to see you (ایک بڑا ڈبہ نکالتی ہے) دیکھو میں تمہیں کہاں کہاں یاد رکھتی ہوں Let bygones be bygones (ڈبے سے ایک ٹائی نکالتی ہے) —

(ٹائی آگے بڑھاتی ہے لیکن جمیل نہیں لیتا)

(وقفہ)

جمیل:۔ (ٹشو پیپرز اٹھاتا ہے) یہ ٹشو پیپرز..... ملائم اور نرم..... مضبوط اور پائیدار ..... ٹائیلیٹس، غسل خانوں اور ڈریسنگ ٹیبلز پر رکھے ہوئے ٹشو پیپرز (ایک ٹشو کھولتے ہوئے) یہ میری روح کے ٹکڑوں سے بنوائے گئے ہیں (زرین اور نیلم جمیل کو حیرت سے دیکھتی ہیں۔ جمیل ایک جوتی اٹھاتا ہے) یہ جوتی۔

زرین:۔ یہ جوتی بلیک فیدر ہے۔

جمیل:۔ بلیک فیدر؟ یہ جوتی میری چمڑی سے تیار کی گئی ہے (سونگھتا ہے) ان سب چیزوں سے میرے خون کی بو آرہی ہے۔ یہ سب چیزیں میرے کٹے پھٹے جسم کے حصے ہیں۔ میرے جسم کے کٹے پھٹے حصے! (مینٹل پیس کے قریب آکر) یہ گلدان۔

زرین:۔ آہ آج تو بڑا exciting دن تھا۔ شہر کی سب سے بڑی دوکان پر گرینڈ کلیرنس سیل لگی ہوئی تھی۔ فرام فائیو ٹو ففٹی پرسنٹ ریڈکشن۔ یہ واز بھی وہیں سے آیا

ہے، صابرہ کے جہیز کے لئے۔

جمیل :۔ (گلدان اٹھاتا ہے) یہ گلدان بظاہر کس قدر خوب صورت ہے۔ مکمل طور پر خوبصورت ہونے کی حد تک۔ لیکن کہیں نہ کہیں اس کے پیندے میں اس کے عقب میں ایک شگاف، ایک شکن، ایک سوراخ ہے۔

(گلدان اٹھا کر سٹیج کے درمیان آتا ہے)

جمیل :۔ یہ گلدان میری بہن صابرہ کی طرح ہے۔ بظاہر خوب صورت لیکن کہیں نہ کہیں ایک شگاف، ایک شکن، ایک بدصورت ننگاپن۔ وہ ان شگافوں کے ساتھ اس دہلیز سے باہر نکلے گی لیکن یہ شگاف اٹل ہیں —— تعاقب میں ہیں کہ دنیا کی محفوظ ترین جگہوں پر ڈھکی چھپی صابرہ کو ننگا کر دیں گے (گلدان سر سے اوپر اٹھاتے ہوئے) یہ پیندے کا خلا۔ چاروں طرف ہے۔ چاروں طرف شگاف تعاقب میں ہیں۔ یہ شگاف ڈھکی چھپی صابرہ کو ننگا کر دیں گے (ہذیانی کیفیت میں) ڈھکی چھپی صابرہ کو ننگا کر دیں گے (آواز اونچی ہو جاتی ہے) ڈھکی چھپی صابرہ کو ننگا کر دیں گے۔ ننگا کر دیں گے۔

(گلدان توڑنے لگتا ہے کہ اماں بھاگ کر داخل ہوتی ہے۔ اور اُس کے بازو پکڑ لیتی ہے۔ آہستہ آہستہ جمیل کے بازو نرم پڑتے ہیں۔ دس سیکنڈ کا وقفہ ——)

—— فیڈ آؤٹ ——

فیڈ اِن۔

سٹیج پر بہت کم روشنی ہے۔ سیٹ کی صرف آؤٹ لائن نظر آتی ہے جمیل۔

دائیں دروازے سے جلدی سے داخل ہوتا ہے۔ سیڑھیاں چڑھنے لگتا ہے لیکن واپس آتا ہے آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

(نہایت ہلکا میوزک)

کچھ دیر جمیل اپنے آپ کو آئینے میں غور سے دیکھتا ہے۔ سٹیج کے درمیان کا حصہ سپاٹ لائٹ میں روشن ہوتا ہے تو ہمیں وہی آدمی نظر آتا ہے جس کی تصویر کمرے میں لگی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ایک بچہ ہے۔ یہ سارا سین سلو موشن —— میں ہوتا ہے۔ آدمی صابن کی جھاگ سے بلبلے بناتا جاتا ہے، جو ہوا میں بکھرتے جاتے ہیں۔ بچہ حیرت اور معصومیت سے ان کو دیکھتے دیکھتے اُن کے پیچھے بھاگتا ہے۔ کچھ دیر یہ عمل جاری رہتا ہے۔ سپاٹ لائٹ بجھ جاتی ہے۔

میوزک بند ہو جاتا ہے (لمبا وقفہ) جمیل سٹیج کے آگے کی طرف آتا ہے جہاں ایک تپائی سی پڑی ہے جس پر ایک بڑی ماچس بطور ڈیکوریشن پیس کے پڑی ہے۔ بائیں طرف سے صابرہ داخل ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں غالباً جمیل کی قمیض ہے جو وہ اُوپر جمیل کو دینے جا رہی ہے۔ صابرہ جمیل کو دیکھ کر رُک جاتی ہے۔ آگے بڑھنے لگتی ہے کہ جمیل بولتا ہے۔)

جمیل:۔ اِس گھر میں کس قدر سناٹا ہے۔ کتنی گھٹن ہے۔ بیس سال تک ہم سنہری بلبلوں کے پیچھے بھاگتے رہے۔ سنہرے خواب جو ہوا میں کہیں غائب ہو جاتے ہیں۔ صابرہ! ہم سب کے گرد گھٹن کا ایک حصار ہے۔ تمہاری آنکھیں چولہے کے دھوئیں سے گدلی ہو گئیں ہیں۔ تمہارے ریشمی ہاتھوں پر آزمائش کے گہرے نیل ہیں۔ یہ نیل روز پھیلتے ہیں پھیلتے رہیں گے۔ تم کونے کھدروں کی تنہائی ہو۔ دھواں جو اِس دھارے

نکلنے کے لئے بے چین ہے۔ ہم عمروں سے اندھیرے کو پھانک رہے ہیں کہ روشنی کا رس کہیں نہیں۔

(وقفہ)

(ایک دم لہجہ بدلتا ہے۔ ان مکالموں کے ساتھ ساتھ شہر کا ایک صوتی منتاژ بیک گراؤنڈ کے طور پر کام کرتا ہے۔)

جمیل :۔ آج میں شہر گیا تو مجھے یوں لگا جیسے یہ شہر مجھ پر آن گرے گا۔ چاروں طرف لوگ کھڑکیوں، دروازوں، محرابوں اور درازوں سے نکلتے ہوئے سراسیمہ دہشت زدہ لوگ، شہر لوگوں سے اٹا پڑا ہے۔ سڑکوں پر جیسے کسی دیو نے مٹھی کھول دی ہو جس میں سے انسان نکل کر چوراہوں، دوراہوں پہ پھیل گئے ہوں۔ جلتی بجھتی بتیاں، اشتہار، عافیت کے نشان، جھوٹے دلاسے، شوکیس، بیبل، ڈبیاں، پیکنگ، کاریں، بسیں، سکوٹر، تانگے ٹیکسیاں، بینکوں کے جنگلوں سے لٹکے ہوئے لوگ، کاونٹر۔ کاؤنٹروں پر لٹکی ہوئی گردنیں، گردنوں کے نیچے لاانتہا ازل سے ابد تک پھیلتے ہوئے نقطوں۔ ہندسوں اور لفظوں کی چیونٹیاں، کمپیوٹر ..... ٹائپ رائٹر..... ٹک ٹک..... ٹک ٹک..... کریڈٹ..... بیلنس، دروازے سے دروازہ نکلتا ہوا..... پش اِن۔ پل آؤٹ۔ پش اِن۔ پل آؤٹ۔ پش۔ پل گھومتے ہوئے دروازے، گھومتا ہوا وقت۔ اِن آؤٹ، آؤٹ ان..... ان، ان..... ان آؤٹ۔ ان آؤٹ۔ دھڑوں کے تابوتوں سے بندھے ہوئے لوگ سیڑھیاں، پارک۔ بلڈنگیں، فٹ پاتھ، اقرار، مجبوری، بیماری، بچے، عورتیں، مرد، تعاقب، سائے، روپ بہروپ، پٹاریاں۔ ایک کے بعد دوسری نکلتی

ہوئی۔ نافیں۔ رانیں۔ انگلیاں۔ بازو۔ الٹی سیدھی۔ تکونی، عمودی۔ افقی۔ چوکور گول اور مستطیل.... سینڈوچز۔ خالی ڈبے۔ بوتلیں۔ اخباریں۔ بدبو۔ غلاظت ڈسٹر۔ پلاسٹک۔ فوم۔ ربر۔ ایلومونیم کے۔ لوگ۔ گوشت۔ سڑاند۔ گوشت۔ کوٹا ہوا گوشت۔ ٹین کے ہوابند ڈبوں میں بند ہوتا ہوا۔ ہر چیز پیک ہوتی ہوئی۔ موسوم ہوتی ہوئی لہریں۔ ٹھا۔ ٹھا۔ مہریں لگتیں ٹھا۔ ٹھا۔ مال گودام۔ وزن کرنے والی مشین۔ ہر چیز تلتی ہوئی۔ مال گاڑیاں۔ سٹیشن۔ فاصلے۔ تعاقب۔ تانبے کی تاروں سے چمٹے ہوئے جسم۔ قیمت۔ گاہک۔ فیصلے۔ موت۔ زندگی۔ زندگی موت۔ وبا۔ وبا پھیلتی ہوئی۔

(اِک دم انتہائی ہذیانی کیفیت میں ماچس جلاتے ہوئے۔)

اماں، تو موم کے پر لگا کر نہیں اُڑ سکتی۔ میں تیری خواہشوں کو آگ لگا دوں گا۔ جلاؤں گا کہ میں آگ ہوں۔ صدیوں کی لاحاصلی، نارسائی، بے کاری ہوں، نفرت ہوں، غصہ ہوں۔ میں تیری خواہشوں کی موم کو پگھلا دوں گا، کہ میں حقیقت ہوں۔ لُنجی، کبڑی اور بدصورت حقیقت۔

(جمیل تیزی سے واپس مڑتا ہے اور آگے بڑھتا ہے)

(روشنی صابرہ پر تیز ہوتی ہے۔ آگے بڑھتا ہے تو صابرہ نئے لباس میں اُس کے سامنے ساکت کھڑی ہے۔ اُس کے بال لڑکوں کی طرح کٹے ہوئے ہیں۔ وہ رو رہی ہے۔ جمیل صابرہ کو دیکھتے ہی فوراً رک جاتا ہے)

—— (وقفہ) ——

پھر جمیل کا اٹھا ہوا ہاتھ کانپتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ نیچے آتا ہے۔

آگ بجھ جاتی ہے)

(لمبا وقفہ)

(صابرہ آہستہ سے چلتے ہوئے سٹیج سے اندر کی طرف چلی جاتی ہے۔ وقفہ ہلکا میوزک جو بعد میں بلند ہوتا ہے

جمیل آہستہ سے میکانکی طور پر جیسے وہ خواب میں چل رہا ہے، آئینے کی طرف جاتا ہے۔ آئینے کے پاس پڑی ہوئی ٹائی اٹھاتا ہے اور مشینی انداز میں ٹائی باندھتا ہے۔ ٹائی باندھ کر پیچھے دیکھتا ہے تو سیڑھیوں پر نیلم کھڑی نظر آتی ہے۔

دس سیکنڈ کا وقفہ۔

جمیل اُسے دیکھتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔

(سٹیج پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔)



ایک معزز شہری کی رسمِ جنازہ، سب سے پہلے کینئرڈ کالج کے ڈرامہ فیسٹول میں "پردہ اٹھتا ہے" کے عنوان سے نیشنل کالج آف آرٹس کی طرف سے سٹیج ہوا۔ اس پروڈکشن میں سٹیج کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہ تقسیم لباس اور موومنٹ کے ساتھ نمایاں کی گئی۔ سٹیج کے دائیں طرف قبر کھودنے والے اداکاروں کا گروپ جو بالکل سفید لباس میں ہیں۔ بائیں جانب سیہ کپڑوں میں ملبوس اداکاروں کا گروپ جو مکالموں کی مطابقت سے مختلف واقعات مائیم کرتا ہے اور سٹیج کے اگلی طرف لاش اور جنازے کے لوگ۔ ان کے علاوہ تمام کردار جو لاش سے باتیں کرتے ہیں رنگین کاسٹیوم میں ظاہر ہوتے ہیں۔ گویا تین رنگوں اور تین سمتوں سے مختلف قسم کی ENACTMENTS ہوتی ہیں۔

اس ڈرامے کا میوزک صوفی نے تیار کیا اور کھیل کی ہدایات سلیمہ ہاشمی نے دیں۔

سٹیج کے دائیں طرف سے چند خوب صورت نوجوان لڑکے نہایت چمکیلے پھول دار لباس میں داخل ہوتے ہیں۔ اُن کے نازک پتلے ہاتھوں میں قبر کھودنے کے اوزار ہیں۔ لڑکے سٹیج پر ایک فرضی قبر کھودنے کا مائم کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی ہال کی پچھلی طرف سے تماشائیوں میں سے جنازہ سٹیج کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ بہت سے اور نوجوان لڑکے ایک خوب صورت ہنڈولے کو کندھوں پر اٹھائے نوحہ گاتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ سٹیج کے بائیں طرف سے چند خواتین اور معزز لوگ نہایت بھڑکیلے لباس میں نہایت گہرے میک اپ کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ خواتین کے ہاتھوں پہ سیاہ ریشمی دستانے ہیں اور انہوں نے جالی دار سیاہ لمبے چغے پہن رکھے ہیں۔ جن میں سے اُن کے پھول دار لباس نظر آتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں میں بڑے بڑے پلاسٹک کے پھول ہیں۔ نوحہ کے دوران خواتین کورس میں آہ بھرتی ہیں۔

پردہ اٹھتے ہی یہ سب لوگ مختلف سمتوں سے داخل ہوتے ہیں۔ جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے لوگ نوحہ گاتے ہیں۔

ہے ہے ھُرا۔

ہے ہے ھُرا۔

ہُرا ہُرا حق، ھُرا ھُرا حق

ہے ہے ہُرا۔

وزیروں کا وزیر

امیروں کا امیر!

فقیروں کا فقیر

پتھر پہ لکیر

کورس۔ ہوشیار ہوشیار منکر نکیر

ہے ہے ہُرا

عالم لاہوت

فرشتوں جیسے بھُوت

ثبوتوں کا ثبوت

سپوتوں کا سُپوت۔

کپوتوں کا کپُوت۔!

کون ہے اچھُوت۔ کون ہے اچھوت ؟

کورس۔ سبھی راجپوت، سبھی راجپوت

ہے ہے ہُرا

کیسا ہے یہ ساز ؟

رمبا ہے یا جاز ؟

کون کھولے راز

محمُود یا ایاز

کون سودے باز ؟

کون سودے باز ؟

رازساز باز۔ راز ساز باز

سرکاروں کی سرکار

سرداروں کا سردار

قہاروں کا قہار

جباروں کا جبار

دودھاری تلوار

کیفر کردار

نقش بہ دیوار

کورس۔ کیفرِ کردار۔ کیفر کردار

ہے ہے ہُرّا

جونہی جنازہ سٹیج پر پہنچتا ہے لاش ہنڈولے سے باہر نکلتی ہے۔ یہ ایک تندرست سرخ و سفید متوسط عمر کے معزز شہری کی لاش ہے جس نے سفید سلیپنگ گاؤن پہن رکھا ہے۔ سب لوگ اُسے دیکھ کر کورس میں آہ بھرتے ہیں۔ فوٹوگرافر جلدی سے آگے بڑھتے ہیں اور تصویریں کھینچتے ہیں۔ لاش جیب سے ایک قیمتی سگار نکالتی ہے اور پینا شروع کر دیتی ہے۔ ہجوم سے ایک خاتون انتہائی غصے میں لاش کی طرف بڑھتی ہے۔ یہ غالباً اُس آدمی کی بیوی ہے۔

عورت :۔ لو،لیول، یو،ڈیول۔

میں ساری عمر تمہیں دولت کے پرمٹ، لائسینس لے کے دیتی رہی۔ مرمر کے جیتی رہی اور تم! تم اپنی جائیداد ایک چڑیل زاد، عورت کے نام چھوڑ گئے۔ ملامت ہے تم پر

لعنت ہے تم پر

خدا جلائے تمہیں جہنم کی آگ میں۔ جلائے! جلائے! جلائے۔

لاش :۔ اوہ مائی والف، شارپنڈ نائف

افسوس صد افسوس تم نے مجھے جنت کا لائسنس نہ دیا۔ نہ دیا۔

عورت :۔ کاش میں تمہیں زندگی میں ہی موت کا لائسینس دے دیتی۔ ہائے ہائے۔ خدا تمہیں جہنم کی آگ میں جلائے۔

لاش :۔ (تالی بجاتا ہے اور قبر کھودنے والے لڑکوں کی طرف دیکھتا ہے)

(قبر کھودنے والے لڑکوں کا گروپ قبر میں ائیر کنڈیشنر فٹ کرتا ہے)

لاش :۔ ویل ڈن۔ وٹ فن

ڈیئر والف، شارپنڈ نائف

میری تمام فتوحات، انتظامات، حسابات، معاہدات مکمل!
میری عاقبت کس سلیقے، طور طریقے سے شیڈول ہے۔ عاقبت جو زندگی کا محصول ہے۔

ہاں یاد آیا۔ آج سے تمہیں نائٹ کلب جانے کی کھلی اجازت ہے۔ اجازت ہے۔

عورت :۔ (اس پر زور سے چیخ مارتی ہے، پرس میں سے گلیسرین کی شیشی نکالتی ہے۔
گلیسرین آنکھوں میں ڈالتی ہے اور بے تحاشا روتے ہوئے)
اوہ گاڈ! یو فراڈ!
تو نے میرا دل توڑنا تھا، میرے لئے یہی چھوڑنا تھا۔
(گاتے ہوئے)
نائٹ کلب، یو ببب۔
شاپنگ سنٹر۔ بے بی رینٹر
کاک ٹیل۔ کلیرنس سیل
ٹزی لو۔ ڈوڈلنگ ڈوو
پارک ہوٹل۔ اوپن موٹل
ایڈیٹ ٹیل۔ پسنجر میل
(گاڑی کی آواز نکالتے ہوئے، کوچھک چھک، کوچھک چھک۔
سٹیج سے باہر نکل جاتی ہے)

(اب یکدم دو رپورٹر لاش کے پاس آتے ہیں۔ ایک کے ہاتھ میں مائیک ہے)

پہلا رپورٹر :۔ سر اسر ایکسیوزمی۔ یو زی۔

آپ کی اچانک بھیانک موت۔ ہم سب کے لئے قیامت موت!
جاننا چاہتے ہیں ہم کہ آپ کی اس ناگہانی اور لافانی موت سے
ملکی استحکام، ملکی انتظام کو جو نقصان پہنچا ہے جو بحران پیدا ہوا ہے
اُس کے بارے میں آپ کے خدشات! آپ کے تاثرات؟

لاش:۔ ہر ذی رُوح بجز ملائکہ موت کا ذائقہ، اچھا، بُرا، کسیلا، شیریں و تُرش چکھتا ہے۔ لیکن میری موت میرے نظریات کی موت نہیں، میرے خیالات کی موت نہیں،۔ میرے سوالات کی، میرے جوابات کی، میرے نشانات کی، میرے معاہدات کی موت نہیں۔ نظریات، خطابات، نشانات، معاہدات ہمیشہ زندہ و پائندہ رہتے ہیں۔ ہم موت سے نہیں ڈرتے۔ نظریات کبھی نہیں مرتے۔ میں اب بھی زندہ ہوں میں جب بھی زندہ تھا، میں تب بھی زندہ ہوں، کھیتوں میں، کھلیانوں میں، شہروں میں، ویرانوں میں۔

پہلا رپورٹر:۔ تھینک یُو۔ موسیو! تھینک یُو۔ موسیو!

دوسرا رپورٹر:۔ ایکس کیوز می، یور می۔

آپ کا کردار۔ بائیں بازو کی، آئیں بازو کی، شائیں بازو کی تحریک میں نمایاں بے پایاں کردار ہے۔

آپ نے غالباً پہلی بار مزدوروں، کسانوں، طالب علموں اور دانشوروں کو ایک پلیٹ فارم پر اپنے چارم سے اکٹھا کیا ہے۔ ایک ہی نعرہ دیا ہے۔

لاش:۔ مزدور، کسان، طالب علم، دانش ور، قومی تعمیر میں خوابوں کی تعبیریں۔ نرالے، جیالے باوقار، سب سے بڑے معمار، سب قومی سرمایہ و دولت

بے مایہ ہیں۔ ایک محب الوطن شہری کی حیثیت سے میں نے اس دولت بے مایہ
یعنی قومی سرمایہ کو اکٹھا کر کے اِسے قومی تعمیر میں انوسٹ کیا ہے۔ اِن سب کو
لسٹٹ کیا ہے۔

دوسرا رپورٹر :۔ اِٹ از دی بیسٹ! اِٹ از دی بیسٹ۔
آپ کی اِس قومی خدمت کو کوئی نہیں جھٹلا سکتا، کوئی نہیں بُھلا سکتا۔
لیکن آپ کی موت کے بعد بائیں بازو کی تحریک میں لیڈر شپ کا ایک
کرائسس آیا ہے۔ اس کا کیا ہو گا؟

لاش :۔ کیا ہو گا؟ —— مطلب کیا ہو گا؟

دوسرا رپورٹر :۔ مطلب کہ آپ کا جانشین؟ پیسر بہترین؟

لاش :۔ لیڈر یا قیڈر۔ کوئی بھی آرڈر پہ نہیں بنوایا جا سکتا۔
لیڈر پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا نہیں کئے جاتے۔

دوسرا رپورٹر :۔ تھینک یو موسیو! تھینک یو موسیو!

پہلا رپورٹر :۔ ایکس کیوز می! ایوز می۔
سر آپ کی گفتگو آپ کے مرنے سے پہلے دوسری پارٹیوں سے ہوئی۔
اُس کے بارے میں آپ کے تاثرات؟

لاش :۔ لیڈیز اینڈ جنٹس۔! نو کامنٹس!

(دونوں رپورٹر گاتے ہوئے سٹیج سے چلے جاتے ہیں)
تھینک یو —— موسیو! تھینک یو موسیو۔

(اب ایک نوجوان لڑکی لالی پپ کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔)

لڑکی: ریڈی سٹیڈی!

ڈیڈی او ڈیڈی!

آپ کی ڈیتھ کتنی CALMLY کتنی UNTIMELY ہوئی۔ آپ ٹائمنگ کے

بارے میں ہمیشہ CARELESS رہے ہیں۔

او گاڈ۔ او گاڈ۔ میری ریس کے لئے آپ نے سپورٹس کار کا جو آرڈر پلیس کیا تھا۔

اُس پر آپ سائن کرنا ہی بھول گئے۔

اُو گاڈ۔ اُو لارڈ۔

لاش:۔ آئی ایم سوری فار یُور ڈا وری۔

آئی ایم سوری ہنی۔ اِٹ مسٹ بی فنی۔

اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم جب ممّی کے ساتھ بہ مع بارات امریکا جاؤ تو خود ہی لے لینا

لڑکی:۔ ریڈی سٹیڈی

ڈیڈی او ڈیڈی

ممّی تو امریکا کب کا گیا۔ اُس نے کہا تھا وہ آپ کی ویلتھ، آپ کی ہیلتھ کی ڈیتھ کو

فیس یعنی ری پلیس نہیں کر سکتا۔ ڈیڈی وہ اس ٹریجڈی کے بعد یہاں نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ وہ ممّن کے ساتھ بہ مع بارات چلا گیا۔

لاش:۔ فائنڈ یور سیلف این آور ممّی، این اُدر ڈمی، این اُدر گمی۔

لڑکی:۔ اوہ تھینک یُو فار دی ٹپ ڈیڈی۔

آئی وِل نیور سلیپ ڈیڈی۔

ریڈی سٹیڈی —— ڈیڈی او ڈیڈی! سٹیڈی۔

لاش :- اوکے ڈوکے۔ سلیپ ویل ـــــ بی فور دی ٹیل ـــــ جاؤ!

لڑکی :- جاؤ!

(لڑکی ناچتے ہوئے واپس جاتی ہے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک ہٹا کٹا آدمی ہجوم سے نکل کر سٹیج پر آتا ہے)

آدمی :- مرے آقا۔ مری سرکار۔
مرے آقا۔ مری سرکار۔

لاش :- کون نابکار؟

آدمی :- آپ کا نمک خوار۔ مرے آقا مری سرکار۔ ملازم وفادار۔

لاش :- اوہ ملازم! اوہ ملازم!

آدمی :- مرے آقا مری سرکار۔ آپ کا دنیا سے اُٹھ جانا، مرا لیوں لٹ جانا۔ دنیا سے رحمت کا روٹھ جانا ہے۔ میں آپ کی کن کن مہربانیوں کو یاد کروں، خود کو کہاں برباد کروں؟ کیسے کیسے احسانات گنواؤں۔

آپ کی وفاداری بہ استواری کے ثبوت میں اس اچھوت سے جو جو قتل ہوا اس میں آپ نے اِس کمترین کی ہمیشہ جان بچائی۔

قانون بدل ڈالے، خون بدل ڈالے، فیصلے بدل ڈالے۔

لاش :- تم یقیناً ایک وفادار ملازم ہو۔ جہاں رہوگے وفادار رہوگے۔ تمہارا جسم کافی مضبوط ہے قدرت نے تمہیں جسمانی طاقت بخشی ہے۔ اِسی میں خدا کی مصلحت ہے۔ تمہاری وفاداری اور محنت کشی تمہارے لئے نعمت ہے۔

آدمی :- یا آقا۔ میں ہر آن اپنے رب اور اُس کے فرشتہ سیرت بندوں کا شکریہ ادا کرتا

رہتا ہوں۔

(لاش سگار کا کش لیتی ہے اور دوسری طرف مڑتی ہے۔ آدمی پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ چند لوگ سفید شلوار کرتوں میں ملبوس ایک کتبہ جس پر ایک سیاہ ریشمی چادر بچھی ہے اٹھا کر قبر کے قریب لاتے ہیں اور ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لاش سگار کا کش لیتے ہوئے مسکراتی ہے اور ہاتھوں کے اشارے سے لوگوں کو خدا حافظ کرتے ہوئے قبر میں اُتر جاتی ہے۔ آہ وبکا کی آوازیں، چند عورتیں اور مرد اس پر پلاسٹک کے پھول پھینکتے ہیں۔)

مقدس ماتمی میوزک بجتا ہے۔

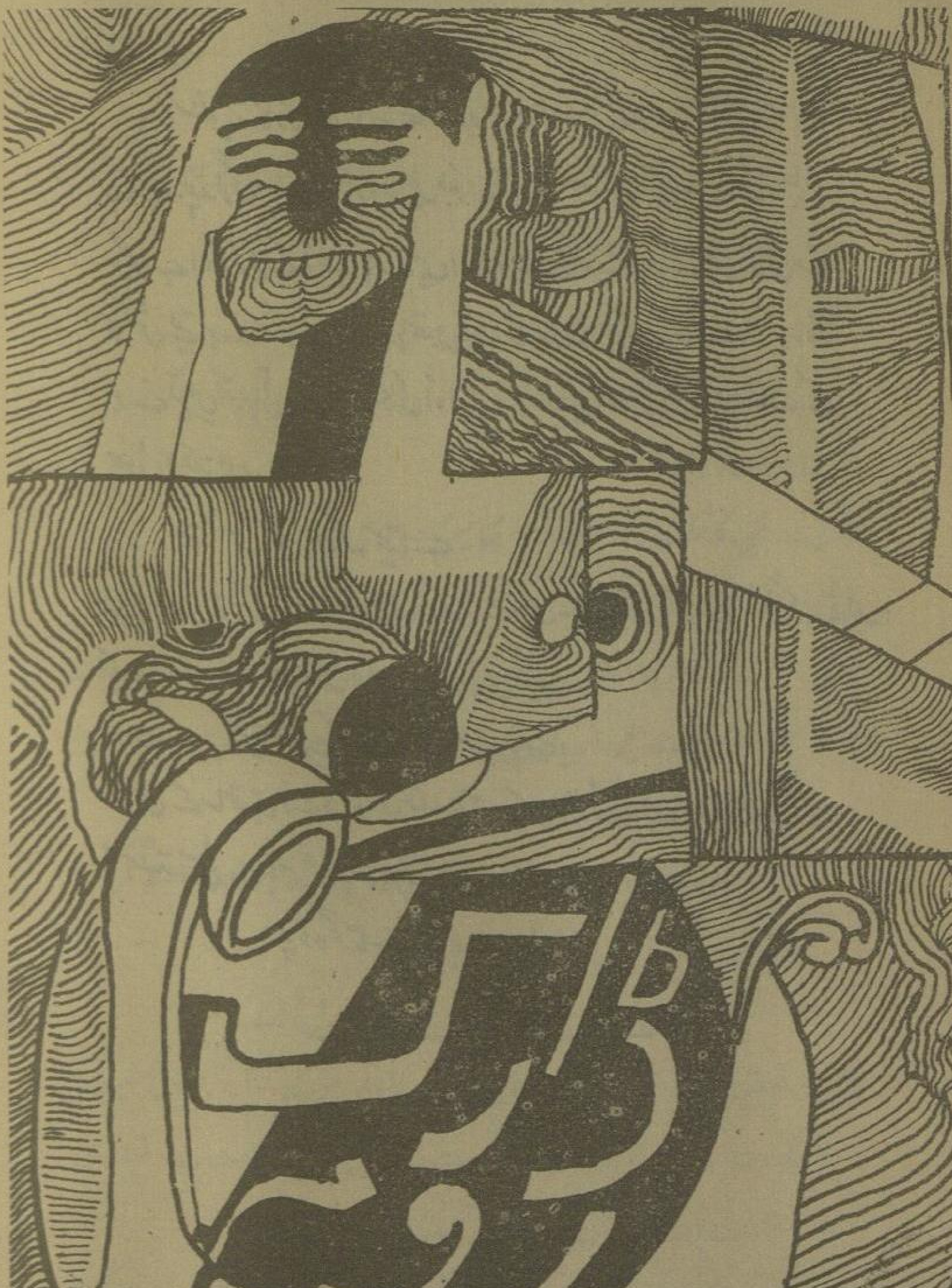
تینوں مولوی فرشتوں کے کاسٹیوم میں آگے بڑھتے ہیں۔ اور کتبے کی نقاب کشائی کرتے ہیں)

ایک :- (پڑھتا ہے) خان بہادر سر ظاہر ڈی بیگ۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا!

(اس کے ساتھ ہی نوحے کا میوزک بجتا ہے جس کے ساتھ لوگ آہیں بھرتے ہوئے آہستہ آہستہ سٹیج سے باہر نکل جاتے ہیں)

(پردہ گرتا ہے)



کردار

صدیقی ———— ایک سکینڈل رپورٹر

جمشید ———— ایک فوٹوگرافر

کامران ———— ایک ہوٹل ری سپشنسٹ

ظفر ———— ایک آرٹسٹ

اسماعیل ———— ایک چھوٹا بچہ

مقام :- ایک چھوٹا سا فلیٹ

ڈارک روم پہلی بار گورنمنٹ کالج لاہور میں ریہرسل کے طور پر پیش کیا گیا۔ دوبارہ جولائی ۱۹۷۰ء میں لاہور ایمیچر پلیئرز کی جانب سے الپوا آڈیٹوریم میں کھیلا گیا۔ اور ۲۰ رمئی ۱۹۷۱ء کو تیسری بار گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب نے نجم الدین کینیرڈ کالج ڈرامہ فیسٹول میں پیش کیا۔ جہاں ڈارک روم کو بہترین کھیل قرار دیا گیا۔

اداکار

صدیقی ——— سرمد صہبائی

جمشید ——— عمران اسلم

کامران ——— عثمان پیرزادہ

ظفر ——— منظر صہبائی

اسماعیل ——— نوید

ہدایات : ——— شعیب ہاشمی

معاونین : ——— سلمان شاہد، نذیر کمال۔

ایکٹ نمبر ا۔

سین۔ ا۔ فیڈ ان۔

(دائیں طرف ایک پرانی میز پر ایک چھوٹا ٹائپ رائٹر پڑا ہے۔ کرسی پر صدیقی بیٹھا ٹائپ کر رہا ہے ________ بائیں طرف آئینے کے سامنے کامران نیکر پہنے شیو کر رہا ہے۔ دائیں طرف تصویریں کاٹنے والے چوکھٹے پر جمشید تصویریں کاٹ رہا ہے۔ rear stage پر روشنی نسبتاً کم ہے۔ یہاں جامد ہے۔ چہروں پر تاثرات غیر فطری ہیں)

صدیقی :۔ (ٹائپ رائٹر سے سر اٹھا کر) میں وہ رپورٹ کرتا ہوں جو نہیں ہے۔ میں ایک سکینڈل رپورٹر ہوں۔ صبح گھر سے نکلتا ہوں اور شہر میں بکھرے ہوئے سکینڈل جمع کرتا ہوں۔ شہر میں چاروں طرف سکینڈل پھیلے ہوئے ہیں۔ سڑکوں کے چوراستوں پر کانفرنسوں، ہوٹلوں اور کلبوں میں، گلیوں اور فٹ پاتھوں پر، میرے چاروں طرف سکینڈل بکھرے ہیں۔ سکینڈل جمع کرنا میرا پیشہ ہے۔ میں لفظوں سے بنا ہوا آدمی ہوں۔

(وقفہ)

لیکن نہیں۔ میں جو کہانی بیان کرنے والا ہوں۔ وہ ایک سچی کہانی ہے۔ میں بھی اس کہانی کا ایک کردار ہوں۔

(ہلکا میوزک)

(جس کے ساتھ صدیقی اٹھتا ہے اور سٹیج کے اندر چلا جاتا ہے)

اس کہانی نے اس کمرے میں جنم لیا ہے ..... جمشید جو ڈارک روم کے قریب کھڑا ہے ایک فوٹوگرافر ہے ننگی تصویریں بیچتا ہے۔ کامران ہوٹل میں Receptionist ہے اور

اس دن کا انتظار کر رہا ہے جب کوئی غیر ملکی اُسے اپنے ساتھ اس ملک سے باہر لے جائیگا۔

ظفر ہم میں نہیں ہے۔ ظفر چلا گیا۔ واپس اپنی زمین پر۔ ظفر مادام کو بھی چھوڑ گیا۔ کہتا تھا شہر میں وبا پھیل گئی ہے۔ اب وہ یہاں نہیں رہ سکتا۔ اُس نے تو وہ قمیض بھی جلا دی تھی جس پر مادام کے ہونٹوں کی لپ سٹک کا نشان تھا۔ کہتا تھا مادام عورت نہیں ایک خونی چڑیل ہے۔ لیکن میرا خیال ہے اس کی کوئی نفسیاتی وجہ ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ مادام ہم سب کی ماں ہے۔ لیکن وہ مادام کو بھی چھوڑ کر چلا گیا۔

وہ ہم سب کو چھوڑ کر واپس اپنی زمین پر چلا گیا۔ ہم اس تاریک کمرے میں ابھی تک سایوں کی طرح قید ہیں۔

ہم ——

جو اپنے اپنے گھروں سے باہر دوراہوں، چوراستوں پہ نکلے۔

جو اپنے بوڑھے ضعیف ماں باپ کو عقائد کی کچی بیساکھیوں پہ اٹکا پرانے کمروں میں چھوڑ آئے

جو شب کے تاریک پانیوں کی تہوں میں خوابوں کی آب دوزوں میں چھپ کے سورج کو ڈھونڈتے ہیں

جو پوچھتے ہیں گیان کیا ہے؟

جو پوچھتے ہیں نجات کس میں ہے۔ اصل کیا ہے؟

(آہستہ آہستہ فیڈ آوٹ)

ایکٹ : ۱ سین : ۲ فیڈ ان۔

(کمرے میں تاریکی ہے۔ صرف ڈارک روم کا بلب جل رہا ہے۔ روشنی —— fluctuate کر رہی ہے۔ ڈارک روم میں پانی کے ripples- کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی ہے۔ سامنے بڑی کھڑکی کے پردے کے گرد روشنی کی ایک آؤٹ لائن سی بنی ہے۔ جمشید ڈارک روم میں تصویریں پرنٹ کر رہا ہے۔ اس کے گنگنانے کی ہلکی سی آواز کبھی کبھی سنائی دیتی ہے۔ صدیقی کی آواز باہر سے سنائی دیتی ہے)

صدیقی :۔ (پکارنے کے انداز میں) جمشید (وقفہ) جمشید کہاں گھسے ہوتے ہو تم ؟

جمشید :۔ (یکدم چلّا کر) بتی نہ جلانا میں ڈارک روم میں ہوں۔

صدیقی :۔ (اندر آتے ہوئے) اوہو! —— ایک گھنٹے سے ابھی تک ڈارک روم میں گھسے ہوتے ہو نکلو باہر۔

(کھڑکی کھولتا ہے)

جمشید :۔ (چلّا کر) بند کرو کھڑکی —— او —— کھڑکی نہ کھولنا۔ پردے میں سوراخ ہے۔ روشنی آ رہی ہے۔

صدیقی :۔ (کھڑکی بند کرتا ہے لیکن پھر کھولتا ہے)، میں تنگ آ گیا ہوں اس اندھیرے سے۔

جمشید :۔ خدا کے لئے صدیقی کھڑکی بالکل نہ کھولنا۔ پرنٹ اچھا نہیں آ رہا۔ کم بخت نیگیٹو بالکل گھس گئے ہیں۔

صدیقی :۔ (کھڑکی بند کر کے) تمہاری یہ processing کب ختم ہو گی؟

جمشید :۔ ابھی! بس ابھی ختم ہو جائے گی۔ ذرا یہ ولیسٹ لائن بن جائے۔

صدیقی :۔ ابھی کل تم نے پچاس تصویریں پرنٹ کی تھیں۔ وہ کہاں ہیں؟

جمشید :- بک گئیں۔

صدیقی :- سب کی سب ؟

جمشید :- ہاں سب کی سب ۔ آج کالج کا ایک لڑکا آیا تھا، پچاس تصویروں کا آرڈر دے گیا ہے ۔

صدیقی :- تم نے یہ وبا، وہاں بھی پھیلا دی ہے ۔ ؟

جمشید :- (ہنس کر) وباء تو سارے شہر میں پھیلی ہوئی ہے پارٹنر۔ کھڑکی نہ کھولنا ۔

صدیقی :- کسی دن چھاپہ پڑ جائے گا ۔

جمشید :- آیا تھا ایک دن (ہنستا ہے)

صدیقی :- کون ؟

جمشید :- تھانیدار ۔

صدیقی :- پھر ؟

جمشید :- پھر کیا ۔ کم بخت بڑا نقصان کر گیا ۔ دس اچھے اچھے پوز اٹھا کرلے گیا ۔ (ہنستا ہے) کہتا تھا کوئی نئی مورت آئے تو اُسے ضرور اطلاع دوں ۔

صدیقی :- (اب کھڑکی کھولتا ہے) میں تنگ آ گیا ہوں اس اندھیرے سے تمہاری زندگی تو اس ڈارک روم سے شروع ہوتی ہے اور یہیں آکر ختم ہو جاتی ہے ۔

جمشید :- (زور سے چلاکر) بند کرو کھڑکی ۔ کھڑکی نہ کھولنا ۔ صدیقی ۔ ایک سیکنڈ ۔ صرف ایک سیکنڈ مجھے اس ٹرے میں سارا شہر نظر آ رہا ہے ۔ شہر کے سب لوگ ۔ ننگے اور مسخ شدہ ۔ گھسے ہوئے ۔ جھوٹے اور مخش کالج کے مدقوق لڑکے ۔ بدصورت خصی سیٹھ ، ریلوے کے تھکے ہوئے مزدور ۔ تاڑی پی کر حیوانوں کی طرح ناچتے ہوئے ۔ مجھے سارا شہر نظر آ رہا

ہے۔ ننگا اور فحش شہر۔

(وقفہ)

صدیقی :۔ (پوری کھڑکی کھول دیتا ہے۔ روشنی اندر آتی ہے) اب نکلو گے باہر یا میں خود آ کر جناب کو نکالوں؟

جمشید :۔ (ہاتھ میں تصویریں پکڑ کر باہر نکلتا ہے۔ بتی جلا کر کونے میں تصویریں کاٹنے والے اڈے کے پاس کھڑا ہو کر) پارٹنر...... ہم سب آؤٹ آف فوکس ہیں، آؤٹ آف فوکس (تصویریں کاٹنی شروع کر دیتا ہے) ظفر چلا گیا واپس اپنی زمین پر۔ اپنے گھر..... ہوم سویٹ ہوم۔

صدیقی :۔ (کھڑکی کے باہر دیکھ کر لمبا سانس لیتا ہے) یہ کمرہ مجھے قبر کی طرح تاریک لگتا ہے۔

جمشید :۔ اور تم مجھے کبھی کبھی بھوت لگتے ہو۔

صدیقی :۔ ہاں بھوت! ایسا بھوت جسے اب صرف اپنے آپ سے خوف آتا ہے (وقفہ) اور تم جو سانپ کی طرح کنڈلی مار کر ڈارک روم میں بیٹھے رہتے ہو۔

(دونوں ہنستے ہیں)

جمشید :۔ فنکشن کیسا رہا؟

صدیقی :۔ (کوٹ اتارتے ہوئے) فلاپ۔

جمشید :۔ فلاپ۔ وہ کیسے؟

صدیقی :۔ کمرے میں ایئر کنڈیشنر کی وجہ سے دھواں بہت پھیل گیا تھا۔ لوگ سگریٹ بہت پی رہے تھے۔

جمشید :۔ مگر بات کیا ہوئی فنکشن میں؟

صدیقی :- کچھ بھی نہیں۔ صرف پہلی قطار کی خواتین کچھ خوب صورت تھیں۔

جمشید :- میں پوچھ رہا ہوں بات کیا ہوئی۔

صدیقی :- (جماہی لیتے ہوئے) پتہ نہیں۔ میں تو سوتا رہا۔ صرف آخری فقرہ سُن سکا۔ کچھ اس قسم کا تھا کہ جدید ادب کا فن کار اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کر رہا اُسے ملک کی غربت اور افلاس کی بجائے ملک کی خوش حالی اور ترقی کے بارے میں لکھنا چاہیئے۔ یعنی اُسے نیشنل لٹریچر پیدا کرنا چاہیئے۔

جمشید :- تمہارا کیا خیال ہے صدیقی؟

صدیقی :- میرا خیال ہے کہ قومی ادب کا فقدان بڑی اچھی سرخی ہے۔

جمشید :- میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا جو کچھ تم نے سنا وہ درست ہے؟

صدیقی :- سو فی صدی درست۔ میں اس سے متفق ہوں۔

جمشید :- وہ کیسے؟

صدیقی :- اس لئے کہ جس اخبار کو میں نے یہ کالم دینا ہے وہ اس سے متفق ہے۔

(وقفہ)

جمشید :- تصویریں لیں تم نے؟

صدیقی :- ہاں۔ پہلی قطار والی خواتین کی کافی تصویریں لیں ہیں۔

جمشید :- یار۔ ایک کاپی مل جائے گی مجھے؟

صدیقی :- ہاں مل جائے گی۔ یہ کامران کہاں ہے؟

جمشید :- سُوٹ استری کروانے گیا ہے۔

صدیقی :- وہی سُوٹ جو کسی امریکن نے اُسے ٹپ کے طور پر دیا تھا۔؟

جمشید :- جی ہاں۔

صدیقی :- سگریٹ پلاؤ۔

جمشید :- سگریٹ نہیں ہے۔ ابھی کامران آتا ہے تو میں تمہیں ولایتی سگریٹ پلاؤں گا۔

صدیقی :- کامران کی ہر بات نرالی ہے۔ کم بخت سگریٹ بھی ولایتی پیتا ہے۔

جمشید :- روز کوئی نہ کوئی اُسے ایک آدھ ڈبی ٹپ دے جاتا ہے۔

صدیقی :- لیکن کم بخت ہر چیز تالے میں رکھتا ہے۔ ٹوتھ پیسٹ الگ، ہینگر الگ ہٹائی الگ۔ حتیٰ کہ کھانا تک ہم سے علیحدہ کھاتا ہے۔

(کامران سوٹ ہینگر پر لٹکا کر داخل ہوتا ہے۔ اس نے ایک بنیان اور لمبا انڈر ویر پہنا ہوا ہے۔ جس سے کالی اور سوکھی ٹانگیں باہر کو جھانک رہی ہیں۔ وہ خاموشی سے اِدھر اُدھر دیکھے بغیر بڑی احتیاط سے ہینگر دیوار پر لٹکاتا ہے۔)

جمشید :- کامران۔

کامران :- یس ؟

جمشید :- یار یہ سوٹ تو بہت عمدہ استری ہوا ہے۔

کامران :- فارن میڈ ہے صرف ایک دفعہ دُھلا ہے۔ (کوٹ کو ہاتھ لگاتا ہے) سرج ہے سرج۔

جمشید :- کامران یار وہ تیرے پاس ولایتی سگریٹ بھی تو ہوتے ہیں۔

کامران :- سگریٹ ؟

جمشید :- ہاں یار وہی ولایتی سگریٹ۔ وہی جو تو ہوٹل سے لاتا ہے۔

کامران :- فارن سگریٹ ؟

جمشید :- ہاں! فارن سگریٹ۔ کامران یار تیری وجہ سے ہم لوگ بھی ایک آدھا امریکن سگریٹ کا کش لگا لیتے ہیں۔ ورنہ ہماری اوقات کیا ہے۔

کامران :- (فاتحانہ انداز میں) دیکھو! میرے پاس صرف دو سگریٹ بچے ہوئے ہیں اور مجھے ابھی پارٹی پہ جانا ہے۔ میں صرف ایک سگریٹ دے سکتا ہوں۔

صدیقی :- (اچھل کر) کامران مائی ڈیر تم ہمیں صرف ڈبی کا دیدار ہی کروا دو تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے ولایت دیکھ لیا۔ آدھا نشہ تو ڈبی کے دیدار میں ہوتا ہے۔

کامران :- ہوں۔ (چابی نکر سے نکال کر اپنا چھوٹا سا اٹیچی کیس کھولتا ہے اور احتیاط سے ڈبی نکالتا ہے اور پھر بڑے سلیقے سے جمشید کی طرف بڑھاتا ہے)

ٹیک اِٹ!

(صدیقی اور جمشید دونوں ڈبی پر جھپٹ کر دونوں سگریٹ نکال لیتے ہیں)

کامران :- یہ کیا حرکت ہے؟

(دونوں جیسے بہرے ہوں۔ چپ چاپ سگریٹ سلگا کر حاضرین کی طرف منہ کر کے کش پہ کش لگانا شروع کر دیتے ہیں۔)

کامران :- (انتہائی غصے سے ڈبی فرش پر پھینکتا ہے، idiots (ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا) You commoners! Dirty dogs — — تم سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں ہو۔ میرا تمہارے ساتھ نہ جانے گذارہ کیسے ہو رہا ہے I am not one of you. میں تو اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب میری ٹکٹ آئے اور میں یہاں سے فلائی کر جاؤں۔

(دونوں مزے سے کش لیتے ہیں)

(کامران غصے سے واپس مڑتا ہے لیکن پھر ڈبی پر نظر پڑتی ہے تو آہستہ سے ڈبی اٹھا لیتا ہے اور دوبارہ اٹیچی کیس میں رکھ لیتا ہے۔ صدیقی ریڈنگ ٹیبل سے تاش نکالتا ہے)

صدیقی :- (جمشید سے) چلے گی؟

جمشید :- بالکل چلے گی۔ (دونوں تاش کھیلنے بیٹھ جاتے ہیں)

کامران :- (جو اس دوران اٹیچی کیس سے شیو کا سامان نکال چکا ہے) شیشہ کہاں ہے۔؟

(خاموشی) میں پوچھ رہا ہوں شیشہ کہاں ہے۔؟

صدیقی :- (بے تعلقی سے) شیشہ؟ اوہ ہو۔ پتہ نہیں یہیں کہیں ہوگا۔

(کامران غصے سے اِدھر اُدھر شیشہ تلاش کرتا ہے۔ آخر ایک جگہ سے شیشہ برآمد ہوتا ہے تو جلدی سے کیل سے لٹکا دیتا ہے۔ شیشہ جگہ جگہ سے ٹوٹا ہوا ہے۔)

جمشید :- (تاش کھیلتے ہوئے کامران سے) شیو کرنے لگے ہو؟

کامران :- (ذرا غصے سے) ہاں۔

صدیقی :- معلوم ہوتا ہے کوئی ڈیٹ ہے آج۔

جمشید :- (قہقہہ لگا کر) اب سمجھا۔ (کامران سے) ہنی مون کب منایا جا رہا ہے۔

کامران :- (ذرا خوش ہو کر) فی الحال میرا ایسا کوئی پلان نہیں ہم اسوقت صرف courting! کر رہے ہیں۔ میں نے ٹینا سے کہہ دیا ہے کہ میں اس وقت اپنے پروفیشن سے Committed ہوں۔ (برش پانی میں بھگوتا ہے) یار یہ شیشہ تو بالکل ٹوٹا ہوا ہے۔ اس میں تو اب کچھ نظر نہیں آتا۔

صدیقی :- گھس گیا ہے۔ نیلام سے خرید اتھا۔

کامران :- آنکھیں، ہونٹ اور چہرہ سب الگ الگ نظر آتے ہیں۔

جمشید :- جیسے آدمی جھیل کے ٹھہرے ہوئے پُرسکون پانی میں عکس دیکھ رہا ہو۔ اور یکدم کوئی جھیل میں پتھر مار دے۔

کامران :- (ذرا بور ہو کر) Exactly exactly

(شیو شروع کر دیتا ہے)

جمشید :- صدیقی یار ہم یہ تاش کیوں کھیلتے ہیں؟

صدیقی :- بکو مت۔ اب ہارنے لگے ہو تو یکدم جناب کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو گئی ہے پتا پھینکو۔

جمشید :- نہیں مذاق نہیں صدیقی۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ ہم تاش کیوں کھیلتے ہیں۔

صدیقی :- پتا پھینکو۔

جمشید :- یہ لو۔

صدیقی :- دیکھا۔ یہی پتا تو چاہیئے تھا پیارے۔ (پتے پھینک دیتا ہے)

کامران :- (بلیڈ لگاتا ہے تو ٹک پڑ جاتا ہے) اوئی۔ (زور سے چلاتا ہے)

جمشید :- صدیقی۔ کیا ہوا؟

کامران :- (لڑکیوں کی طرح) اوہ گاڈ! بلیڈ کب کا پڑا ہوا ہے۔ زنگ لگ گیا ہے۔

صدیقی :- ہوٹل سے ایک نیا آئینہ اور نئے بلیڈوں کا پیکٹ بھی لیتے آنا تھا۔ ہمارا نہیں تو اپنا خیال کر لیا کرو۔

جمشید :- ہائے ہائے کس قدر نرم و گداز رخسار زخمی ہو گیا ہے۔

صدیقی :- خدا رحم کرے۔ بلیڈ کا زخم اور کتے کا کاٹا بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔

کامران :- اوہ سٹاپ اِٹ مجھے شیو کرنے دو۔

جمشید :- ہاں یار شیو ضرور کرنا چاہیئے۔

صدیقی :- لیکن شیو کرنا اتنا ضروری تو نہیں۔ آج کل داڑھیوں کا فیشن ہے۔

کامران :- (ذرا ہنس کر) she does not like beards

جمشید :- ٹھیک ہے بھئی 'She doesn't like beards. شیو بہت لازمی ہے۔ خاص طور پر ایک ہوٹل کے Receptionist اور ایک عاشق کے لئے

کامران :- Thats right I am a respectable receptionist

صدیقی :- (اٹھ کر) ہم سب اپنی اپنی جگہ respectable ہیں۔

صبح سویرے ہم سب اپنے باسی خون پر تازہ خواہشوں کی پالش کر کے جسم پر گٹ اپ کی وارنش کرنے کے بعد اپنی لٹکتی ہوئی گردنوں کو اکڑے ہوئے کالروں میں دھنسا کر، بوٹ کے تسمے کس کر، اس کمرے سے باہر نکلتے ہیں اور دور دور شہروں میں پھیل جاتے ہیں۔

ہم سبھی اپنی دلچسپیوں کے نئے قاعدے کھول کر نت نئی صورتیں دیکھتے ہیں۔

اندھیرے کے گرداب میں جذب ہو کر اُسے دیکھتے ہیں۔

جو سایہ ہے۔

زندہ حقیقت وہی ہے جو سایہ ہے۔

(وقفہ)

(حاضرین میں سے ایک خاتون کی طرف اشارہ کر کے)

کتنی سادہ ہے ایس۔ ڈی زکاوت کی بیوی۔

جیسے آج ہوٹل میں بیٹھے
چھُری اور کانٹے سے کھاتے ہوئے شرم سی آ رہی تھی۔
(دوسری طرف حاضرین میں ایک نوجوان لڑکی کی طرف اشارہ کر کے)

وہ معصوم لڑکی جسے آج دعوت میں اتنی خبر نہ ہوئی تھی۔
کہ اُس کے گریبان کے نچلے بٹن کھل گئے تھے۔

(وقفہ)

بدن کے کنوئیں میں۔
سُنی اور سنائی ہوئی خشک باتوں کے پتے۔
بکھرتی ہوئی سوچ کی رہ گزر پر لڑھکتے ہوئے
کتنی یادوں کے کتبے
بہت دُور تک پھیلتا قہقہہ
گرم چائے سے آگے

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ : ۱

سین : ۲

فیڈ ان۔

(وہی منظر۔ تینوں کے بیٹھنے کی پوزیشن صرف بدلی ہوئی ہے۔ کامران نے بنیان کے اوپر اب قمیض پہنی ہوئی ہے۔ وہ قمیض کے بٹن بند کر رہا ہے۔ جمشید ایک کرسی پر بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے۔ صدیقی کے ہاتھ میں کوئی رسالہ ہے۔)

جمشید :۔ ظفر اس وقت گاؤں میں ہوگا۔

صدیقی :۔ چلا گیا!

جمشید :۔ کہتا تھا ایک اچھا تر و تازہ آم شوفن ہار کی فلاسفی سے اچھا ہے۔

کامران :۔ دمڑی، وہ ابھی اپنے خیالات میں دو سو سال پیچھے ہے۔

جمشید :۔ مادام کو بھی چھوڑ گیا۔

کامران :۔ بڑا اچھا چانس تھا۔ بہت پسند کرتی تھی ظفر کو۔ ہم سب کتنے جلیس تھے یاد ہے جب ظفر کو وہ گولف کلب لے گئی تھی، ہم سب کو چھوڑ کر۔

جمشید :۔ ظفر دراصل بدھو ہے۔

صدیقی :۔ آئیڈلسٹ ہے نا۔ اگر ظفر اور مادام کا ملنا جلنا رہتا تو ہمارا جیب خرچ بھی چلتے رہنا تھا۔

کامران :۔ یکدم اُسے نہ جانے کیا ہو گیا۔

صدیقی :۔ دراصل اُسے مادام اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔

جمشید :۔ یاد ہے کرسمس نائٹ اُس نے مادام کے گھر گزاری تھی۔

کامران :۔ پھر اس کے بعد اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔

جمشید :۔ یاد ہے اُسے ہر چیز سے نفرت ہو گئی تھی۔ کھانا کھاتے ہوئے اُبکائی آئی تھی۔ تین دن تک کم بخت کو بخار چڑھا رہا۔

صدیقی :۔ چلو جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ میں خوش ہوں کہ وہ ہم سب سے بچھڑ گیا۔ اُسے اس تاریک کمرے سے نجات مل گئی۔ وہ واپس اپنے گھر چلا گیا۔

جمشید :۔ گھر سویٹ ہوم۔

صدیقی :- وہ ایک آرٹسٹ تھا جو ہمارے مسخ شدہ چہروں کو ترتیب دینے کی کوشش کرتا رہا۔

جمشید :- اُسے اپنے گاؤں سے بہت محبت تھی (سوچتا ہے) صدیقی کبھی تم نے صبح چڑیوں کی چہکار سُنی ہے۔ سُنا ہے سب پرندے صبح حمد گاتے ہیں۔

صدیقی :- اِن گلیوں میں تو سُورج بھی مشکل سے جھانکتا ہے تم چڑیوں کی چہکار کا پوچھ رہے ہو۔

جمشید :- میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ گاؤں کی فضا میں انسان خوش رہ سکتا ہے۔ دل بس پرندوں کی مانند خوبصورت درختوں پر، صاف چمکتے ہوئے جھرنوں پر کھلے میدانوں میں چہکتا پھرتا ہے۔ ہم بچپن میں صبح سویرے سکول جاتے ہوئے ندی میں پتھر پھینکتے تھے اور رات کھلے آسمان پر تارے دیکھتے تھے۔

کامران :- مجھے ابھی تک وہ نرسری رائیم یاد ہے جو مشنری سکول میں سسٹر ــــــــ نے ہمیں singing classes میں سکھائی تھی۔

(کامران اور جمشید مل کر اب بچوں کی طرح گاتے ہیں Twinkle twinkle little star)

جمشید :- (آہ بھر کر) آہ۔ ہمارے ستارے تو گردش میں ہیں۔ ظفر چلا گیا۔ کہتا تھا کھاؤ پیو اور سیٹی بجاؤ۔ ہم بچپن میں ایک سیٹی بجایا کرتے تھے (سیٹی بجانے کی کوشش کرتا ہے۔ نہیں بجتی۔ بڑی کوشش اور تگ و دو کے بعد جمشید سیٹی بجاتا ہے۔ سیٹی کی اداس سی آواز کمرے میں پھیلتی ہے۔ آہستہ آہستہ تینوں سیٹی بجانا شروع کر دیتے ہیں۔)

جمشید :- (یکدم) اوہو، اب ہم کچھ نہیں گا سکتے۔ یہ سب تصویریں اب دھندلی پڑ چکی ہیں۔

کامران :- کاش ہم سب ظفر کی طرح اپنے اپنے گھر واپس جا سکتے۔ ہوم سویٹ ہوم۔

صدیقی :- خیر چھوڑو اب تو وہ چلا گیا۔ یہ کمرہ بہت ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ سردیاں آرہی ہیں۔

جمشید :- میری رضائی پھٹ گئی ہے کسی سے بنوانا چاہیئے۔ میری اماں اس وقت گھر میں

رضائی بنا رہی ہوگی۔

کامران :۔ اور میری سسٹر نائٹ کلاسز سے واپس آگئی ہوگی۔

صدیقی :۔ کامران تم اپنی سسٹر اور جمشید تم اپنی ماں کا ذکر اس قدر جذباتی ہو کر نہ کیا کرو۔ جب بھی کوئی بات چھڑے ان خواتین کا ذکر ضرور آتا ہے۔ تم دونوں Spoilt children ہو۔

جمشید :۔ اچھا چلو سگریٹ پلاؤ۔

صدیقی :۔ میں ابھی سگریٹ لے کر آتا ہوں۔

(صدیقی چلا جاتا ہے)

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ : ۱ سین : ۴

(وہی کمرہ۔ کامران پارٹی پر جانے کیلئے تیار ہو رہا ہے۔ جمشید کوئی رسالہ دیکھ رہا ہے)

کامران :۔ (آئینے سے ہٹ کر) جمشید؟

جمشید :۔ ہوں۔

کامران :۔ یار ذرا دیکھنا اس ٹائی کا رنگ اتنا فیڈ تو نہیں ہوا۔

جمشید :۔ ہاں کچھ اتنا زیادہ تو نہیں۔

کامران :۔ یہ کوٹ زیادہ پرانا تو نہیں لگتا۔

جمشید :۔ خاص پرانا نہیں۔

کامران :۔ نہیں یار یہ تو بالکل نیا لگتا ہے۔ صرف پچھلی سردیوں میں ایک مرتبہ ڈرائی کلین کرایا تھا۔

(وقفہ)

کالر آؤٹ آف فیشن تو نہیں ؟

جمشید :- (بیزاری سے) پتہ نہیں۔

کامران :- یار اس کوٹ کا استر بہت میلا تو نظر نہیں آتا؟

جمشید :- (اٹھکر) ذرا نچلا بٹن بند کرو (وقفہ) ہاں میرا خیال ہے پھٹا ہوا ہے۔

کامران :- (غصے سے) ہاں پھٹا ہوا تو ہے۔ مگر اتنا پھٹا ہوا تو نہیں۔ اب دیکھو پتہ لگتا ہے کہ پھٹا ہوا ہے۔ (کوٹ کے تینوں بٹن بند کرتا ہے) پھٹا ہوا استر تو کوٹ اتارنے سے ہی دیکھا جا سکتا ہے)

جمشید :- مگر تم خود سمجھ دار ہو تینوں بٹن بند کرنا کون سا فیشن ہے ؟

کامران :- ہاں یہ بھی ہے (فوراً بٹن کھول دیتا ہے)

جمشید :- میری بات مانو۔

کامران :- بتاؤ۔

جمشید :- ذرا سر نیچے جھکاؤ (سر نیچے جھکاتا ہے) تھوڑا اور (تھوڑا اور جھکاتا ہے) بس اب ذرا لمبی سانس لو (لیتا ہے) پیٹ آگے کی طرف تھوڑا سا اور سرکاؤ (پیٹ آگے کرتا ہے۔ اب وہ مسخرہ لگ رہا ہے) اب ٹھیک ہے اگر تم اسی طرح چلو پھرو تو کوٹ کا استر بالکل نظر نہیں آئے گا۔

کامران :- (ہانپ کر) بڑا مشکل ہے لیکن آئی ول ٹرائی (کامران اب اسی پوزیشن میں چلتا پھرتا ہے)

جمشید :- best of luck۔ ویسے شیو کرنے کے بعد اس کوٹ میں یوں لگتا ہے جیسے

تم کسی اشتہار سے باہر نکل آئے ہو۔

کامران :۔ (واپس مڑتا ہے) مسٹر جمشید Receptionist ہونا دراصل ہر ایک کے
بس کی بات نہیں۔ اِٹس این آرٹ
بڑا مشکل فن ہے۔ پہلی شرط ہے گٹ اَپ دوسری
sales talk ، اس کے لئے بڑی محنت اور practice کی ضرورت ہوتی ہے
(ٹائی باندھتا ہے) یار یہ ٹائی کا رنگ میچ کرتا ہے نا اس کے ساتھ۔ دراصل رنگوں کے
معاملے میں بہت sensitive ہوں۔ رنگ ہمارے ذہنوں پر بہت اثر کرتے ہیں۔

جمشید :۔ ہاں جس طرح گوری لڑکیاں تمہیں دیکھ کر نروس ہو جاتی ہوں۔

کامران :۔ (چونک کر) کیا ؟

جمشید :۔ (بات بدل کر) یار تمہاری شادی کب ہو رہی ہے۔ ؟

کامران :۔ (اسی پہلے والے لہجہ میں) مسٹر جمشید بات دراصل یہ ہے کہ آدمی شادی اس وقت
کرے جب اس کی جیب میں پیسہ ہو۔ اس کے پاس کار ہو، کوٹھی ہو یہ سب کچھ ایک
اچھی ڈومسٹک لائف کے لئے بہت ضروری ہیں۔ میرا پلان اس وقت
شادی کا نہیں۔ میں صرف اپنے Abroad جانے پر concentrate کر
رہا ہوں۔ ٹینا اور میرا اکٹھا پروگرام ہے۔ مسٹر جیکسن نے مجھ سے اور ٹینا سے وعدہ
کیا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ساتھ ہی لے چلیں گے (ٹائی باندھ کر) یار دیکھنا ٹائی کی
ناٹ ٹھیک بندھی ہے ؟

جمشید :۔ (بیزار ہو کر) تم اپنے بارے میں کبھی sure نہیں ہوئے۔ ہر بات میں دوسرے
کی رائے طلب کرتے ہو۔ (نقل اتارتے ہوئے) یار یہ ٹائی ٹھیک بندھی ہے۔ یہ شیو

ٹھیک ہوئی ہے۔ یہ رنگ ٹھیک نہیں، یہ ٹھیک ہے وہ ٹھیک نہیں۔

کامران :۔ نہیں یار سچ بتاؤ۔ مذاق چھوڑو۔ تم ذرا آرٹسٹ ہو نا اس لئے بتاؤ میں ٹھیک لگ رہا ہوں ؟

جمشید :۔ تم بالکل ٹھیک لگ رہے ہو۔ اے ون۔

کامران :۔ تھینک یُو، تھینک یو (گنگناتے ہوئے اٹیچی کیس کھولتا ہے) اب آفٹر شیو لوشن رہتا ہے۔ دراصل لوگوں کی کمپنی میں آدمی کو ہشاش بشاش ہونا چاہیئے۔ اس کی presence دوسروں کے لئے Pleasant ہونا چاہیئے۔ (یکدم) میرا آفٹر شیو لوشن کہاں ہے ؟

جمشید :۔ معلوم نہیں۔

کامران :۔ (چیخ کر) Where is my after shave lotion

(پاگلوں کی طرح جمشید کو اُوپر سے نیچے تک سونگھتا ہے جیسے جمشید نے اس کا لوشن استعمال کیا ہو)

جمشید :۔ مجھے کیا سونگھ رہے ہو! شاید تم کل باہر بھُول گئے تھے۔ میرا خیال ہے صدیقی نے دیکھا تھا۔ یہیں کہیں ہو گا۔

کامران :۔ (پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر چیزیں اٹھاتا ہے۔ یکدم خالی بوتل برآمد ہوتی ہے) اوہ گاڈ! یہ تو ختم کر ڈالی کم بخت نے (روتے ہوئے) تمہیں کیا معلوم یہ لوشن کس قدر مہنگا لوشن ہے۔ ایک فرانسیسی نے مجھے خاص طور پر دیا تھا۔ پیرس میڈ ہے۔ پیرس کا بنا ہوا۔ (غصے سے جاتا ہے بوتل میں پانی ڈالتا ہے اور اچھی طرح ہلا کر منہ پر لگاتا ہے۔ منہ پر لوشن لگاتے ہوئے آہستہ آہستہ اس کا موڈ ٹھیک ہو جاتا ہے)۔ جمشید ؟

جمشید :- ہوں۔

کامران :- یار خوشبو آرہی ہے نا۔

جمشید :- (سونگھ کر) پتہ نہیں یار مجھے کچھ زکام ہے۔

کامران :- (قریب آکر) اب سونگھو (سونگھتا ہے)

جمشید :- شاید آرہی ہے۔

کامران :- شاید وائید نہیں۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ آرہی ہے یا نہیں؟

جمشید :- تمہیں خود پتہ نہیں چلتا؟

کامران :- مجھے تو خوشبو آرہی ہے۔ لیکن یہ مجھے یقین نہیں کہ کسی دوسرے کو بھی آرہی ہے۔ تم بتاؤ۔ خوشبو آرہی ہے یا نہیں۔ بولتے کیوں نہیں۔ خوشبو آرہی ہے؟

جمشید :- میں نے کہا نا مجھے زکام ہے۔

کامران :- (گھبرا کر) اوہو بھئی زور سے سونگھو۔

جمشید :- (نفی میں سر ہلاتا ہے) اوہو معلوم نہیں۔

کامران :- (جیسے پاگل ہو گیا ہو) (اِدھر اُدھر دیکھتا ہے جیسے کسی ایسے آدمی کو تلاش کر سکے جو اُسے خوشبو کا یقین دلا سکے۔)

صدیقی :- (داخل ہو کر) اوہو کیا اچھی خوشبو آرہی ہے۔ یہ ضرور کامران نے لوشن لگایا ہوگا۔

کامران :- (جیسے آرام آگیا ہو) اوہ! تھینک گاڈ!

صدیقی :- کامران۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یُو۔ آج تمہاری تئیسویں سال گرہ مبارک ہو۔ یہ لو یہ رہا تمہارا کارڈ۔ تمہارے گھر سے آیا ہے۔

جمشید :- کیا مطلب! ہمیں پتہ ہی نہیں کہ آج کامران ۲۳ سال کا ہوگیا ہے۔

صدیقی :- پورے ۲۳ سال کا۔

جمشید :- نپولین جب فرانس کا بادشاہ بنا تو اس کی عمر بھی ۲۳ سال تھی۔

(دونوں ہنستے ہیں)

صدیقی :- ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

دونوں :- ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

کامران :- (یکدم تاثر بدلتا ہے جیسے اُس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہے اور کارڈ لے لیتا ہے)

جمشید۔صدیقی :- (گا کر) ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔

(میوزک کے ساتھ آہستہ آہستہ جمشید اور صدیقی کی آواز تالیوں کے شور میں گم ہو جاتی ہے۔ بیک گراؤنڈ سے میوزک، تالیوں اور گانے کی آوازیں ابھرتی ہیں۔ کامران کا۔ مائم ___ شروع ہوتا ہے۔ وہ کارڈ کو ہاتھ میں لیتا ہے پڑھتا ہے اور دیوانوں کی طرح چلاتا ہے "ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ___________" پھر کارڈ مینٹل پیس پر سجاتا ہے اور ___ مائم ___ کرنا شروع کر دیتا ہے۔ میز پر برتھ ڈے کے کیک پر موم بتیاں بجھاتا ہے۔ کیک کاٹتا ہے، مہمانوں کو receive کرتا ہے، پھر ڈانس کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جمشید اور صدیقی سگریٹ پیتے ہیں۔ یہ عمل کچھ دیر جاری رہتا ہے۔ اس ساری ___ مائم ___ میں کامران ایک مسخرہ لگتا ہے۔ اس کی کالی ٹانگیں عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کرتی ہیں۔ یکدم اُسے احساس ہوتا ہے کہ یہ سب وہم ہے۔ میوزک اس خیال سے فوراً بند ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کامران کا چہرہ خوفناک حد تک افسردہ ہو جاتا ہے)

صدیقی۔جمشید :۔ (تالیاں بجاتے ہوئے) ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ (کامران خاموش رہتا ہے۔ خلاؤں میں گھورتا رہتا ہے)

جمشید :۔ تو آج تمہاری سال گرہ ہے۔

صدیقی :۔ یعنی جناب کا یوم ولادت ہے۔

جمشید :۔ کامران یار کاش تم آج واقعی دوبارہ پیدا ہو سکتے۔

صدیقی :۔ اگر کامران دوبارہ پیدا ہوتا تو کیا ہوتا۔؟

جمشید :۔ (سوچتے ہوئے) اگر ہم سب دوبارہ پیدا ہو سکتے تو کیا ہوتا؟

صدیقی :۔ کاش ہم سب دوبارہ پیدا ہو سکتے!

کامران :۔ (چیخ کر) شٹ اپ!

(نیچے ٹانگوں کو دیکھتا ہے اور غصے اور شرمندگی کے احساس سے باہر نکل جاتا ہے)

(وقفہ)

جمشید :۔ کامران آج پارٹی پہ جا رہا ہے۔

صدیقی :۔ ہاں آج مسٹر جیکسن واپس امریکہ جا رہا ہے۔ جانے سے پہلے اُس نے بینا اور کامران کو کاک ٹیل پارٹی دی ہے۔

جمشید :۔ خوش قسمت ہے، چلا جائے گا۔ ظفر تو چلا گیا۔ اب کامران بھی چلا جائے گا۔ پارٹنر ہم کسی نہ کسی رنگ میں کسی المیہ کا شکار ہیں۔ آؤٹ آف فوکس ہیں۔ میری دکان نہیں چلتی کیونکہ کسی کمرشل ایریا میں نہیں۔ بھلا ہو شاکر کا جو انگلینڈ جانے سے پہلے مجھے یہ نیگیٹو دے گیا۔ کامران باہر جانے کے چکر میں ہے۔ تم ادیب نہ بن سکے تو سکینڈل رپوٹر بن گئے

صدیقی :۔ جب میں نے پہلی بار وہ لکھنا چاہا جسے میں صحیح سمجھتا تھا تو لوگوں نے مل کر جیل بھجوا

دیا۔ میرے باپ نے مجھے بہت گالیاں دیں۔ میری ماں روتی رہی۔ میری بہن نے شرم کے مارے سکول جانا چھوڑ دیا۔

جب میں جیل پہنچا تو مجھے محسوس ہوا کہ میں نے بڑی غلطی کی ہے۔ جیل ایک تجربہ ہے۔ جب جیل سے باہر نکلا تو مجھے ایک ہی راستہ نظر آیا۔ بیچ والا راستہ۔ دائیں بائیں کا نظام۔ میں نے سیکھا کہ دائیں بائیں ہوتے رہو۔ نوکری چاہیئے تو جیب کو دائیں بائیں کرو (ہنستا ہے) سیاست دان بننا ہے تو الفاظ کو دائیں بائیں کرو۔ دولت چاہیئے تو جھوٹ سچ کو دائیں بائیں کرو۔ حتیٰ کہ دائیں بائیں ہوتے رہو۔ کسی کو علم نہ ہو کہ یہ شخص دائیں ہے یا بائیں۔

جمشید :۔ (ادھر اُدھر دیکھ کر) نہ جانے ہم اس کمرے سے کب نجات پائیں گے۔

صدیقی :۔ یہ کمرہ ہمارا مقدر ہے۔ ہم آسیب کے نرغے میں ہیں۔

(گیند گرتا ہے۔ دونوں متوجہ ہوتے ہیں اور بھاگ کر گیند پکڑ لیتے ہیں۔ دونوں بالکل بچے بن جاتے ہیں۔ گیند کے ساتھ اسماعیل داخل ہوتا ہے۔ یہ سین سلوموشن میں ہوتا ہے)

جمشید :۔ (کھیلتے ہوئے) آؤ ٹارزن آؤ۔ ہمارے ساتھ کھیلو۔

اسماعیل :۔ میرا نام ٹارزن نہیں ہے۔ یہ گیند مجھے واپس دو۔

صدیقی :۔ اس کا نام سیم ہے۔ بڑا بہادر ہے۔

جمشید :۔ صرف سلطان سے ڈرتا ہے۔

اسماعیل :۔ میری گیند۔

(کامران پتلون میں ہاتھ ڈالے داخل ہوتا ہے۔ جونہی کامران داخل ہوتا ہے۔

جمشید گیند اس کی طرف پھینکتا ہے جسے وہ پکڑ لیتا ہے۔ گیند کی طرف دیکھتا ہے ؛

اسماعیل :- (کامران کے قریب آکر) میری گیند۔

کامران :- (زور سے ہنس کر گیند واپس جمشید کو پھینکتا ہے۔) ہیئر کیچ۔

(سب تھوڑی دیر کھیلتے ہیں۔ بچہ کبھی اِدھر جاتا ہے کبھی اُدھر، گیند کا تعاقب کرتا ہے لیکن ہاتھ نہیں آتی)

جمشید :- (یکدم روکتے ہوئے) ٹارزن۔!

اسماعیل :- (گیند کو پکڑنے کے لئے بڑھتا ہے۔ لیکن جمشید کھینچ لیتا ہے) دیدو میری گیند۔

جمشید :- سلطان پھر کھڑا ہے موڑ پر۔

صدیقی :- یار کسی دن ٹارزن اور سلطان کی کشتی ہو جائے۔

اسماعیل :- (ذرا اکڑ کر) مجھے کوئی ضرورت نہیں کشتی کی۔

جمشید :- وہ گیا (سرگوشی میں) ٹارزن میاں! تم بڑے ڈرپوک ہو۔

صدیقی :- ہم نے سلطان کو بتا دیا ہے کہ تم یہاں سے چھپ کر سکول جاتے ہو۔

(قہقہہ)

جمشید :- یار ٹارزن! ہو جائے کسی دن ایک فائٹ۔

اسماعیل :- میری گیند مجھ کو واپس دیں۔

جمشید :- (قہقہہ لگا کر گیند پھینکتا ہے) ہیئر کیچ۔

(سب کھیلنے لگتے ہیں۔ یکدم ظفر ہاتھ میں سوٹ کیس لئے داخل ہوتا ہے۔ اُسے دیکھتے ہی سب پر حیرت چھا جاتی ہے۔ کھیل بھول کر وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔ گیند پھسل کر فرش پر چلی جاتی ہے۔ بچہ فوراً گیند لے کر دوسرے دروازے سے بھاگ جاتا

ہے۔ظفر آگے بڑھ کر اپنا سوٹ کیس پلنگ پر رکھتا ہے)

سب :- (حیرت سے) ظفر تم ؟

(فیڈ آوٹ)

ایکٹ : ۲

سین : ۱

فیڈ اِن۔

(پردہ اٹھتا ہے۔ ظفر کھڑکی کے باہر دیکھ رہا ہے۔ اُس کی پُشت حاضرین کی طرف ہے۔ آگے کی طرف صدیقی کوئی اخبار پڑھ رہا ہے۔ جمشید ڈارک روم میں ہے۔ روشنی نارمل ہے)

صدیقی :- (پردہ اٹھتے ہی گھوم کر) سے

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آج کامران بھی کاک ٹیل پارٹی پر گیا ہوا ہے۔ واپس آتا ہوگا۔ وہ ہوٹل میں Receptionist بننے کے لئے پیدا ہوا تھا چنانچہ Receptionist رہے گا۔ ظفر کو واپس آنا ہی تھا۔ چنانچہ وہ موجود ہے۔ مائی ڈیئر ظفر لُوأر بیک۔

جمشید :- (ڈارک روم سے باہر نکل کر) ! the lost child

صدیقی :- کیا خوبصورت سرخی ہے۔

جمشید :- (پردے سے نکل کر) ایک ترو تازہ آم شوفن ہار کی فلاسفی سے زیادہ اچھا ہوتا

ہے۔ تمہارے مینگوٹری ——— کا کیا بنا؟ میرا خیال ہے آج کل آموں کا موسم نہیں (گاتا ہے) مائی مینگوٹری۔ مائی مینگوٹری۔

ظفر :- (واپس مڑ کر) میں ہمیشہ کے لئے واپس آگیا ہوں۔

صدیقی :- چچا نے کہا ہے واپس جاؤ اور تعلیم حاصل کرو۔

ظفر :- میں یہاں دوبارہ پڑھنے نہیں آیا۔

جمشید :- (ڈارک روم سے نکل کر) میرا خیال ہے سبز اور گھنے درختوں کا سایہ شاید ظفر کو راس نہیں آیا۔ شاید آموں کے درختوں کی قلمیں شہر سے لینے آیا ہے۔

صدیقی :- کیا مطلب؟

جمشید :- (جو اس وقت ایک تصویر کو پنسل سے ٹھیک کر رہا ہے) مادام۔

صدیقی :- (اچھل کر) مادام! اب سمجھا۔

جمشید :- the lost child !

ظفر :- (یکدم واپس مڑتے ہوئے، لجوبت) مجھے مادام سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں ہمیشہ کے لئے یہاں واپس آگیا ہوں۔ میرا اس زمین پر اب کوئی حق نہیں۔ اس زمین پر اب میرے چچا کا قبضہ ہے۔ وہ درخت میرے لئے اجنبی ہیں جن کے سائے کے نیچے میں نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ زمین بنجر اور بے نم پڑی ہے چشمے سوکھے ہیں۔ آسمان بالکل ننگا ہے۔ زمین کی کوکھ میں بیج گل سڑ گئے ہیں۔ چاروں طرف قحط کے آثار ہیں۔ اس زمین پر اب میرا کوئی حق نہیں مجھے گاؤں سے نفرت ہے۔ نفرت۔

(یکدم سب پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر یکدم جمشید آہستہ آہستہ گانا شروع کر دیتا ہے۔)

صدیقی :- چپ رہو جمشید۔ (اٹھتا ہے) تو گویا تم بھی یہاں واپس آ گئے۔

(وقفہ)

واپس اس کمرے میں۔ (چاروں طرف کمرے کو دیکھتا ہے) خیر کوئی بات نہیں۔ زمین تو اب ویسے بھی بنجر پڑی ہے۔ تم یہیں رہو۔ تمہارا کیریر یہاں شہر میں ہے ہمارے ساتھ۔

ظفر :- مجھے تم لوگوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔

صدیقی :- نہیں تو اپنی ذات ہی سے دلچسپی ہے۔

جمشید :- میرا خیال ہے ابھی تک ظفر صاحب کو اخلاقیات کا اختلاج ہے۔

ظفر :- اور تم ابھی تک اس کمرے میں قید ہو۔ ابھی تک لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہو۔ وبا پھیلا رہے ہو۔

جمشید :- پارٹنر۔ ایمان داری morality خلوص، ایمان زمانے کی کڑکتی ہوئی دھوپ یہ سب تصویریں کب کی ایکسپوز ہو چکی ہیں۔

صدیقی :- دراصل ظفر کو لوٹو۔ پیا ہو گیا ہے۔ آئیڈلسٹ ہے نا آخر۔

ظفر :- تم سب دوزخی ہو۔ جمشید کے لاشعور میں ننگی عورتیں ناچتی رہتی ہیں۔ وہ ڈارک روم میں مقید ہے۔

تم سب کے اندر ایک ڈارک روم ہے۔ جس میں تمہاری ننگی خواہشوں کی تصویریں چلتی رہتی ہیں۔ کامران ؟ اس کی شخصیت اس کے بریف کیس میں ہے۔ اس کے کاؤنٹر پر رکھی ہوئی تختی میں ہے۔ اس کے وزیٹنگ کارڈ میں ہے اور اس کا اصل اس کے کوٹ کا پھٹا ہوا استر ہے۔ جسے وہ ہر روز چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور تم

(صدیقی سے) تم دائیں بائیں ہوتے رہتے ہو۔ تم سب کا اصول دائیں بائیں ہونا ہے۔

صدیقی :- یہ ہمارا نہیں۔ ہمارے حالات کا نظام ہے۔

جمشید :- اور تم نظام سے بچ نہیں سکتے۔

ظفر :- مجھے ایسے نظام کی ضرورت نہیں جس میں انسان مکھی بن کر زندہ رہتا ہے۔ تم کسی آسیب کی قید میں ہو جس نے تمہیں مکھیوں میں تبدیل کر رکھا ہے۔

جمشید :- تو پھر تم واپس شہر کیوں آئے ؟

ظفر :- مجھے گاؤں سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں یہیں کوئی نوکری تلاش کروں گا۔ اور یہیں رہوں گا۔

صدیقی :- برادو ! برادو !

جمشید :- نوکری تو پارٹنر تمہیں بڑی اچھی مل سکتی ہے۔

صدیقی :- اور فوراً مل سکتی ہے۔

جمشید :- مادام کی ایک جنبش ابرو سے تمہاری اور ہماری تقدیریں بدل سکتی ہیں۔

ظفر :- مادام بھی زمین کی طرح بنجر اور بے نم ہے۔

صدیقی :- یہ تمہارا خیال ہے تم بس اپنے آئیڈلزم میں رہتے ہو۔ کبھی حقیقت کو بھی سمجھا کرو۔ تم کیوں نہیں سوچتے کہ تمہارا مستقبل اسی میں ہے کہ تم مادام کے ساتھ اپنی دوستی استوار رکھو۔

جمشید :- مادام ہم سب کی نجات بن سکتی ہے، وہ ہم سب کی تقدیریں بدل سکتی ہے۔

ظفر :- وہ ایک خونی چڑیل ہے جو ہم سب کو آہستہ آہستہ چوس جائے گی۔ اس کے کئی چہرے ہیں۔ وہ کئی جگہوں پر کئی شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ میں اس کے لئے تفریح

کا سامان نہیں بننا چاہتا۔

صدیقی :۔ آخر اس میں حرج کیا ہے تم آرٹسٹ ہو اور وہ فن کو patronise کرتی ہے۔

جمشید :۔ بلکہ وہ تم پر مہربان ہے۔

ظفر :۔ وہ مجھے ایک انسان نہیں بلکہ ایک ڈیکوریشن پیس بنانا چاہتی ہے۔ میں ایک قید سے نکل کر دوسری قید میں نہیں جانا چاہتا۔ تم لوگ تو محض سراب کے پیچھے بھاگ رہے ہو۔

صدیقی :۔ لیکن تم دنیا سے یُوں الگ تھلگ زندہ نہیں رہ سکتے۔ تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ تمہارا سفر دائرے کا سفر ہے۔ تمہاری اپنی ذات کے دائرے کا سفر۔ کیا تم یونہی دائرے میں سفر کرتے رہو گے؟

جمشید :۔ یہ موت کے کنوئیں میں چکر لگاتا رہے گا۔

ظفر :۔ (بغیر سُنے اسی لہجہ میں) تمہارے چاروں طرف وبا پھیلی ہے تم سب گم شدہ لوگ ہو۔ تمہاری آوازوں کے بلبلے کچھ دیر کے لئے بھیڑ کے سمندر میں ابھرتے ہیں اور پھر اسی شور میں بکھر جاتے ہیں۔ تم یوں ہی اس گونگی اور اندھی بھیڑ میں چیختے چلاتے رہو گے۔ حتیٰ کہ تم بھی گونگے بہرے ہو جاؤ گے۔ ان آوازوں کو جس نے بھی سنا وہ پتھر بن گیا ہے۔ شہر کی سڑکوں پہ کئی پتھر لڑھک رہے ہیں۔

صدیقی :۔ لیکن تم ان پتھروں سے کیسے بچ سکو گے؟

جمشید :۔ پارٹنر تم کانچ کے آدمی ہو باہر نکلے تو چکنا چور ہو جاؤ گے۔

ظفر :۔ تم لوگوں نے حالات کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ میں ان حالات سے معاہدہ نہیں کروں گا۔

صدیقی :- زندہ رہنے کے لئے ہر چیز کی جا سکتی ہے۔

ظفر :- لیکن انسانی جذبات بھی کوئی اہمیت رکھتے ہیں۔

جمشید :- وہ ہم افورڈ نہیں کر سکتے۔

صدیقی :- انسانی جذبات ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں۔

ظفر :- تمہارے نزدیک انسانی رشتہ کوئی چیز نہیں۔

صدیقی :- ہمارا ایک دوسرے سے رشتہ جذباتی نہیں تجارتی ہوتا ہے۔
emotional نہیں کمرشل ——— ہوتا ہے۔

ظفر :- اس کا مطلب ہے سچائی کوئی چیز نہیں۔ کوئی شئے سچی نہیں ہو سکتی۔

صدیقی :- سچائی کوئی چیز نہیں۔

ظفر :- یعنی انسان کا ضمیر کوئی چیز نہیں ؟

صدیقی :- ضمیر ایک مفلس ہے جو انسان کو pay نہیں کرتا۔ اتنا جھوٹ بولو کہ ضمیر اُسے سچ تسلیم کرلے۔ کسی کی کوئی شخصیت نہیں ہوتی۔ ہم سب بہروپیے ہیں۔ دنیا ایک بہت بڑا بال روم ہے جہاں ہم سب اپنے اصلی چہروں کو نقلی چہروں میں چھپائے رقص کرتے ہیں۔

جمشید :- mask parade!

ظفر :- لیکن یہ رقص کب تک ہوگا۔ انسان کا اصلی رُوپ کب ظاہر ہوگا؟

صدیقی :- اصل کبھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اصل کی تلاش محض ایک خیالی سفر ہے۔ تم بھی ایک خیالی دنیا میں رہتے ہو۔ کتابوں کی دنیا میں، کتابیں جو وہ لوگ تخلیق کرتے ہیں جو ناکام ہوں۔ جن کے معدے خراب ہوں۔ تم بھی ایک کتاب ہو اور تمہاری گفتگو

کتاب کا ایک ورق۔

ظفر :۔ لیکن لفظ ایک سچائی ہے۔

صدیقی :۔ سچائی وہ ہے جسے تم چھُو سکتے ہو، دیکھ سکتے ہو، سُن سکتے ہو، گن سکتے ہو۔ اسی لئے میں نے خدا کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ اسی لئے مجھے روزِ قیامت سے پہلے مہینے کے پہلے روز کا انتظار ہوتا ہے۔ مہینے کا پہلا روز جو منصف ہے۔ جو ہم سب کا جج ہے۔ جو بانٹتا ہے حقیقت۔ جو بانٹتا ہے تیس دنوں اور تیس راتوں کے دوزخ کا ایندھن جو بانٹتا ہے حقیقت، کاغذ اور چاندی کی بنی ہوئی حقیقت! جو ہم سب کا منصف ہے۔

(یکدم بیک گراؤنڈ سے کتّے کے بھونکنے کی آواز آتی ہے۔ کامران کتّے کی طرح بھونکتا ہوا اسٹیج پر داخل ہوتا ہے۔ اس کا سوٹ پھٹا ہوا ہے۔ مُنہ سے جھاگ نکل رہا ہے۔ وہ شراب کے نشے میں دُھت لڑکھڑاتا ہوا داخل ہوتا ہے اور اونچی اونچی آوازیں میں بھونکتا ہے۔)

کامران :۔ (بھونکتے ہوئے) بھوں۔ بھوں۔ اس شہر میں کس قدر کتّے ہیں۔ انسانوں سے زیادہ کتے بھوں بھوں۔ عجیب مخلوق ہیں کتّے ؟ بس بھونکتے رہنا بھوں۔ بھوں گندی نالیوں سے ہڈیاں پکڑنا (ہڈی پکڑتا ہے) مکھیاں کھانا، ہڈیاں چوسنا (ہڈیاں چوستا ہے) بھوں۔ بھوں۔ بھوں۔ مجھے کتے کاٹ رہے ہیں۔ بھوں۔ بھوں۔ بھوں۔ مجھے ٹینا کاٹ رہی ہے (روتا ہے) ٹینا چلی گئی۔ جیکسن کے ساتھ۔ ہاہا۔ . . . جیکسن کی موٹی گردن۔ لٹکی ہوئی سرخ گردن، ٹماٹر جیسی سرخ۔ میں نے اس کی نرم نرم، سافٹ سافٹ گردن میں اپنے دانت گاڑھ دیئے۔ ہاہا۔ بھوں بھوں تازہ خون۔ تازہ خون۔ فالتو ماس کا خون (اپنے ہاتھوں کو خوفزدہ ہو کر دیکھتا ہے

اور پھر آہستہ آہستہ نارمل آواز میں بولتا ہے) بھوں

بھوں۔ یس سر، نو سر، بھوں بھوں۔ یس سر۔ نو سر۔ بھوں۔ بھوں! (بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے)۔

جمشید :۔ کامران! کامران!

صدیقی :۔ آہستہ سے اُٹھ کر سٹیج کے آگے آتا ہے۔ اور ناظرین کی طرف مُنہ کر کے یہ نظم پڑھتا ہے)

سونے دو سوئے ہوئے کو
جو سویا ہوا ہے وہ سونے سے پہلے
بڑی دیر تک خشک ہڈی کو کمزور پنجوں میں لے کر
کہیں ماس کی نرم چٹخار کو سونگھتا تھا
ابھی اس کو سونے دو
سونے دو سوئے ہوئے کو
گھروں سے جو نکلو تو اپنے بدن کو
ہوا بند ڈبوں میں رکھو
ترو تازہ معدوں کی ہر آنت کو
احتیاطوں سے ڈھانپو
اگر شہر کی شاہراہوں پہ نکلو
تو پاؤں کی لغزش سنبھالو
کہ سوتے ہوئے کی لچکتی ہوئی دُم کا گرداب

چاروں طرف سمت در سمت پھیلا ہے:

چہرہ چھپاؤ

کہ چہرے پہ چہرہ چڑھا ہے

ہر اک پیٹ پر پیٹ ہے۔

ایک گردن پہ گردن دھری ہے

ڈھلکتے ہوئے گال پہ اور اک گال ہے

اپنے زائد ڈھلکتے ہوئے ماس کو مفلروں علنکوں کورسٹوں میں چھپالو۔

کہ سویا ہوا فالتو ماس کے خواب میں ہے

ابھی نیلے جبڑوں میں پھیلے ہوئے جھاگ کے زرد گرداب میں ہے

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ : ۳

سین : ۱

فیڈ ان۔

(صدیقی دائیں طرف کرسی پر بیٹھا ٹائپ کر رہا ہے)

صدیقی :۔ (سر اٹھا کر) کامران بھی واپس آگیا۔ اس کا مقدر بھی یہ تاریک کمرہ ہے۔ ہم سب اس تاریک کمرے کے حصار میں ہیں۔ ہم میں سے جس نے بھی اس حصار سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ اُسے باہر کی دنیا نے توڑ پھوڑ کر اس کمرے کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ ہم وہی ہیں جو ہیں۔ وہ نہیں جو ہوں گے۔ یا وہ جو تھے۔ ظفر جس نے دس سال اس خواہش میں گزارے کہ وہ واپس اپنی زمین پر چلا جائے۔ واپس

آچکا ہے۔ وہ زمین کا وارث تھا۔ لیکن نہیں۔ زمین پر بھی آسیب کا سایہ ہے۔ ہم سب آسیب کے سائے میں ہیں۔ مادام بھی زمین کی طرح بنجر اور بے نم ہے۔ ظفر کی کوئی ماں نہیں۔ نہ مادام۔

نہ زمین۔ دونوں مائیں — بنجر اور ظالم ہیں۔ اس کا مقدر
بھی یہ تاریک کمرہ ہے۔

زمیں ابھی تک سیہ سفر کے حصار میں ہے
بدن کی تہہ میں محیط اندھیرا
رگوں کی کھنچتی ہوئی طنابوں کے گرد لپٹا ہوا
اندھیرا
اندھیرا جو خون میں سرایت
اندھیرا جو ذہن میں معلق
اندھیرا جو رُوح میں مقید
زمیں ابھی تک سیہ سفر کے حصار میں ہے
زمیں ابھی تک......

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ : ۳

سین : ۲

فیڈ ان۔

(صبح کا وقت۔ ظفر دیوان پر سویا ہوا ہے۔ کامران دوسرے کمرے میں مُنہ ہاتھ

دھو رہا ہے۔ صدیقی تازہ اخبار پڑھ رہا ہے۔ جمشید تصویریں کاٹ رہا ہے۔)

صدیقی :- (اخبار پڑھتے ہوئے) ضرورت ہے ایک پڑھی لکھی بیوی کی۔ گھرانا امیر۔

جمشید :- ضرورت ہے ایک ایسی مرغی کی جو ہر روز سونے کا انڈا دے سکے۔

صدیقی :- ضرورت ہے ایک پرائیویٹ سیکریٹری کی۔

جمشید :- ایک ایسے پادری کی جس کے سامنے کنفیشنز ____ کئے جا سکیں۔

صدیقی :- اپنے آپ کو زندہ جلا دیا۔ الزبتھ ٹیلر کا نروس بریک ڈاؤن۔

جمشید :- امریکہ کی اکانمی ____ خطرے میں ہے۔

صدیقی :- میں لکس ٹائیلٹ صابن استعمال کرتی ہوں۔

جمشید :- یا لکس ٹائیلٹ مجھے استعمال کرتا ہے۔

صدیقی :- صفحہ نمبر ۲ پر نئی فلموں کے اشتہار اور پرنس ہوٹل میں ٹرکش ڈیلائٹ کا کابرے شو۔

جمشید :- کوہ ندا کی نئی آوازیں۔ نئی نئی آوازیں۔

صدیقی :- کلیرنس سیل۔ انٹرویوز۔ قوت مردمی کے اشتہارات۔

جمشید :- دیکھو تو کوئی نوکری نکلی ؟

صدیقی :- نوکری ؟..... ہونہہ۔ نوکری بھی کبھی ایسے ملتی ہے۔ نوکری Contacts سے ملتی ہے۔ ہماری زندگیوں کا ہاروسکوپ وہ لوگ بناتے ہیں جن کے پاس ہمارا بھید ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر آدمی ایک slot مشین ہے۔ مشین میں جیسے ڈالو تو وہ کھڑک سے تمہارے ہاتھ میں گڈ لک کا لائسنس پکڑا دیتی ہے۔ اُدھر تم نے coin ڈالا اور اُدھر کھڑک سے تمہاری قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں۔ نوکری کب ملے گی۔ یہ ہفتہ کیسے گزرے گا۔ سفر پر جانا ٹھیک ہے یا نہیں۔ حالات کب بدلیں گے جالات

کیسے بدلیں گے (مشین کی طرح حرکت کرتا ہے) کھڑک Coin ڈالا —— کھڑک گڈلک —— کھڑک coin - کھڑک گڈلک؟ —— (مڑکر) ظفر صاحب کی ڈگریاں تو اُن کے صندوق میں یونہی گلتی سڑتی رہیں گی —— اس لئے کہ اس کے پاس کسی slot مشین سے گڈلک کالائسینس لینے کے لئے کوئی coin نہیں — (کھڑکی کے قریب) یار یہ پردہ کیا چمگادڑ کی طرح پھڑپھڑا رہا ہے (پردہ ہٹاتا ہے) بازار کھل گیا ہے۔ لوگ گھروں سے سڑکوں پر نکل آئے ہیں۔ دکانیں اور بینک کھل گئے ہیں صبح صبح زندگی چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔

جمشید :- وبا کی طرح۔ (وقفہ)

صدیقی :- (مڑکر) چائے بنائی تم نے؟

جمشید :- ردی ختم ہو گئی ہے۔

صدیقی :- ابھی کل میں کچھ اخباریں لایا تھا۔ انہیں اکٹھا کرلو۔ پچھلے کمرے میں پڑی ہوں گی۔

جمشید :- اس میں تو اوتھانٹ کا انٹرویو چھپا ہوا ہے۔ اس کی پوری تقریر جو اس نے پیس کانفرنس میں کی تھی۔

صدیقی :- دماغ مت چاٹو یار۔ جاؤ جا کر چائے بناؤ۔ (یکدم) او ہو اوتھانٹ سے مجھے یاد آیا کہ میری خواب آور گولیاں ختم ہو گئی ہیں۔ آج رات نیند نہ جانے کیسے آئے گی؟ — آہ — ایک گولی ایک رات کا امن و سکون آہ —— پیس۔ پیس! ——

(جمشید جاتا ہے)

صدیقی :- (ظفر کے قریب آکر) اٹھئے جناب موت کی ریہرسل ختم ہو گئی۔

ظفر :- بند کرو یہ کھڑکی۔ روشنی آنکھوں میں چبھ رہی ہے۔

کامران :۔ (جو اس اثنا میں تولیہ لے کر داخل ہوتا ہے) صبح سویرے تو سورج کی کرنیں کامن پنوں کی طرح جسم میں اتر جاتی ہیں۔ آدمی پن کُشن بن کر رہ جاتا ہے۔

صدیقی :۔ اٹھ میرے شہزادے میں تیری ساری سوئیاں نکالتا ہوں۔

ظفر :۔ سونے دو مجھے۔

کامران :۔ مادام ظفر کی سب سوئیاں نکال سکتی ہے۔

صدیقی :۔ وہ تو ہم سب کی سوئیاں نکال سکتی ہے۔

کامران :۔ (اچھل کر) ۔۔ مادام دی گریٹ ۔۔۔ وہ تو ہم سب کو دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ لائف دے سکتی ہے۔ مادام ۔۔۔

ظفر :۔ (یکدم اُٹھ کر) میں مادام کی نوکری کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ میرے سامنے اس کا ذکر نہ کیا کرو۔

کامران :۔ مادام (مادام کی نقل اتارتا ہے) موسیو! موسیو! کافی؟ میں بے حد مصروف رہی!۔

'But I have saved this afternoon for you.*

Let us take the air in a tobacco-trance

Admire the monuments, discuss the late events

My nerves are bad tonight

Stay with me

Speak to me !

What shall we do ?

What shall we do tomorrow

What shall we ever do ?

Hot water at ten

And if it rains

A closed car at four

Lady of Romances

Lady of Roses''

Madam Madam the great

صدیقی :- میں نے حالات کا پورا تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہم سب کی نجات ابھی میں ہے کہ ہم مادام کو ظفر کی واپسی کی اطلاع دیں۔

کامران :- The prodical son is back.

جمشید :- (چائے لے کر داخل ہوتا ہے)

صدیقی :- مادام ہم سب کی نجات ہے۔

ظفر :- وہ خونی چڑیل ہے۔

جمشید :- یہ bewitched ہو گیا ہے۔

صدیقی :- (قریب آ کر پیار سے) میرے پیارے دوست تم کیوں نہیں سوچتے کہ یہ محض تمہارا

نفسیاتی خوف ہے۔ ورنہ وہ تو فرشتہ رحمت ہے۔ وہ تو تمہارے ساتھ ہم سب کو زمانے کی گردش سے نکال سکتی ہے۔

ظفر :- (نفی میں سر ہلا کر) میں اس کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ مجھے اس سے نفرت ہے۔

صدیقی :- تمہاری نفرت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ نفرت، محبت یہ سب اضافی چیزیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مادام کے ذریعے تم سوسائٹی میں نام پیدا کر سکتے ہو۔ دولت کما سکتے ہو۔ شہرت حاصل کر سکتے ہو اور پھر ہم سب کی نجات کا باعث بن سکتے ہو۔

جمشید : (بچوں کی طرح) بوڑھی گھوڑی لال لگام

ہریل طوطا سو کھا آم

سب سے بڑا اللہ کا کام

اچھا کام اور سستے دام

ظفر :- مجھے اس کی ملازمت قبول نہیں۔ وہ ملازمت نہیں سودا ہے۔

صدیقی :- (ذرا غصے سے) تم کیوں نہیں سمجھتے کہ زندگی صرف Give and take — کا مسئلہ ہے۔ تم اب اپنے خول سے باہر نکلو۔ شہر سے بھاگ کے گاؤں گئے تھے۔ وہاں سے پھر شہر واپس آ گئے ہو۔ تم اگر سنجیدگی سے سوچو تو تمہیں حالات کے ساتھ معاہدہ کر لینا چاہیئے۔

ظفر :- (خاموشی سے سر نفی میں ہلاتا ہے)

صدیقی :- تم کیوں نہیں سوچتے کہ تمہارے آگے پیچھے دائیں بائیں کچھ بھی نہیں۔

ظفر :- میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں وبا ہے۔ اور تم سب لوگ اس وبا میں مبتلا ہو۔ میں ...... میں اس وبا میں شامل نہیں ہونا چاہتا۔

صدیقی :۔ اگر تم اس وباء میں شامل ہونا نہیں چاہتے تو کیا کرو گے؟ تمہارے پاس زندہ رہنے کا کیا جواز ہے؟ تم کب تک اِس کمرے میں جالے کی طرح لٹکے رہو گے؟ زندگی سے سہمے ہوتے۔ زندگی سے بھاگے ہوئے۔

ظفر :۔ (خوف زدہ ہو کر) مجھے..... مجھے مرجانا چاہیئے۔

جمشید :۔ خواہشِ مرگ خاصی انٹیلیکچوئیل بیماری ہے۔

ظفر :۔ میری نجات میری موت ہے۔ ؟

صدیقی :۔ (آگے بڑھ کر) ظفر۔

جمشید :۔ (قہقہہ) ہا ہا۔ نکلے نا رومانٹک۔ تم اپنے گاؤں کیوں نہیں واپس چلے جاتے۔ گاؤں، جہاں سرسبز لمبے لمبے درخت تمہارے انتظار میں ہے۔ جہاں کی مٹی میں تمہارے قدموں کا لمس شامل ہے۔ جہاں میٹھا چشمہ ہے..... ... جہاں .....

ظفر :۔ (چیخ کر) نام نہ لو گاؤں کا۔ میں کہتا ہوں مجھے نفرت ہے، نفرت ہے گاؤں سے۔

صدیقی :۔ پھر آخر تم کیا چاہتے ہو۔؟

جمشید :۔ ظفر کیا چاہتا ہے۔ اس کا فیصلہ میں کرتا ہوں۔ اِس کی باتوں کا نہ سر ہے نہ پیر۔ (فوراً جیب سے ایک روپیہ نکال کر ہوا میں اچھالتا ہے)
ہیڈ یا ٹیل ؟

صدیقی :۔ کیا مطلب ؟

جمشید :۔ میں ٹاس کرتا ہوں ظفر لو تمہیں ہیڈ چاہیئے یا ٹیل ؟

ظفر :- مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔

جمشید :- اچھا اگر تم گاؤں میں واپس نہیں جانا چاہتے تو شہر میں رہو۔

ظفر :- شہر بھی ایک اندھے کنویں کے حصار کی طرح میرے گرد پھیلتا جا رہا ہے۔ اندھا کنواں جس میں اندھے پرندے سر ٹکراتے پھرتے ہیں۔

جمشید :- مادام، شہر میں رہنے کا ایک انتہائی خوب صورت جواز ہے۔ مادام کے پاس سب کچھ ہے سٹیٹس ——۔ دولت۔ شہرت۔

ظفر :- مجھے دولت سے کوئی دل چسپی نہیں۔ دولت ایک ایسی حقیقت نہیں جو زندہ ہے۔

جمشید :- دیکھو یہ روپیہ ہے۔ خالص چاندی کا روپیہ تم اسے نہیں جھٹلا سکتے۔

ظفر :- میرے لئے یہ کوئی زندہ حقیقت نہیں۔

جمشید :- نہ سہی۔ لیکن یہ تمہیں پورے دو دن تک زندہ رکھ سکتی ہے۔ ٹاس

کامران اور صدیقی :- ٹیل ٹیل (روپیہ واپس آتا ہے) ٹیل

جمشید :- ظفر ہمارے ساتھ شہر میں رہے گا۔ ہم آج ہی مادام کو ظفر کے آنے کی اطلاع دیتے ہیں۔ مختری جینٹرز فار مادام۔

سب مل کر : ہپ ہپ ہرا

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ۔ ۲۔ سین۔ ۳

فیڈ اِن۔

پہلا خیال :۔ بیلے اور تابلو۔

مادام کا روپ کالی دیوی اور devouring mother کی علامتوں کے ساتھ سٹیج پر ابھرتا۔ تاثر کالی دیوی کی پوجا کے رقص سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

دوسرا خیال :۔ بیلے اور تابلو

زمین کا روپ Mother earth کی علامتوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ بارش ہوا اور بادلوں کے Images بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ یہاں Fertility-Ritual- رقص کی صورت میں پیش کی جا سکتی ہے۔ چند لمحوں بعد دونوں تاثر ساکت ہو جاتے ہیں۔ (dissolve)

ظفر :۔ میں چراگاہ کا سبزہ بھی نہیں کہ مہکوں ٭

ابر کیا ابر کا سایہ بھی نہیں کہ برسوں

سبزہ اور ابر مرے ساتھ نہیں کہ تڑپوں

اے بشارت کی زمیں

بے اماں ہوں میں تعاقب میں مرے

میری گلیاں میرے بازار در و بام مرے

مجھ سے بیزار ہوئے ہیں سحر و شام مرے

تو چمکتے ہوئے لمحے کا سفر

٭ پہلے تین مصرعے جیلانی کامران کی نظم سے لئے گئے۔

تو کہ تاریک زمانوں کی سحر
میں اگر اتروں سفر میں تو ترا بن کے رہوں
آنکھ کو راکھ کروں
لب کو صدا سے چھینوں
حرف کے دائرے کو توڑ کے چپ ہو جاؤں
اپنے تاریک بدن سے نکلوں
میں نہ خورشید نہ مہتاب کوئی
میں چمکتے ہوئے لمحے کا مقدّر بھی نہیں
تنگ ہوتا ہے مرے گرد اندھیرے کا حصار
صبح کی کوئی کرن بھی مری آنکھوں میں نہیں
اب کسے عکس کروں ریزۂ دل ڈھونڈوں کہاں
اب کہاں اترے گی صورت میری
اب کسے ربط کروں کس سے اماں پاؤں کہاں تک دیکھوں
اے بشارت کی زمیں
میں چراگاہ کا سبزہ بھی نہیں کہ مہکوں
ابر کیا ابر کا سایہ بھی نہیں کہ برسوں
میں چراگاہ کا .....

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ : ۳. سین : ۴ فیڈان ۔

(کرسی پر ظفر بیٹھا ہے ۔ اُس کی پشت ناظرین کی طرف ہے) آہستہ سے اسماعیل داخل ہوتا ہے ۔ پھر آہستہ سے چوری چوری دوسرے دروازے سے نکلنے کے لئے آگے بڑھتا ہے کہ ظفر اُسے دیکھ لیتا ہے ۔)

ظفر :۔ کون ہو تم ؟

اسماعیل :۔ میں ، میں سکول میں پڑھتا ہوں ۔ میرے ابا ردّی کاغذ سے لفافے بناتے ہیں ۔

ظفر :۔ یہ گیند تم نے چوری کی ہے ۔؟

اسماعیل :۔ نہیں نہیں یہ گیند تو میری ہے ۔ میرے ابا نے مجھے خرید کے دی ہے ۔ میں نے یہ گیند چوری نہیں کی ۔

ظفر :۔ تم اِدھر کیوں آئے ہو ؟

اسماعیل :۔ موڑ پر سلطان کھڑا ہے ۔ میں نے سکول جانا ہے ۔

ظفر :۔ سلطان کون ؟

اسماعیل :۔ اِس محلے کا دادا ہے جی ۔ سب دکانداروں سے مہینے کے پانچ روپے لیتا ہے ۔ میرے ابا سے بھی فٹ پاتھ پر بیٹھنے کے پانچ روپے لیتا ہے ۔ ان کو مارتا بھی ہے ۔ یہ میری گیند چھیننا چاہتا تھا ۔ میں بھاگ کر اِدھر آگیا ۔

(وقفہ)

ظفر :۔ اچھا ۔ تو یہ بات ہے ۔ تم اپنے ابا سے کیوں نہیں کہتے ۔

اسماعیل :۔ نہیں جی ۔

ظفر :۔ کیوں ؟

اسماعیل :- جی اس کا بھی ایک آبا ہے۔

(وقفہ)

ظفر :- تمہارا کوئی بھائی نہیں ؟

اسماعیل :- میرے دو بھائی ہیں۔

ظفر :- تم سے چھوٹے ہوں گے ؟

اسماعیل :- جی نہیں مجھ سے بڑے ہیں۔

ظفر :- تم اُن سے کیوں نہیں کہتے ؟

اسماعیل :- جی اُس کے بھی دو بھائی ہیں۔

ظفر :- ہوں (سوچتے ہوئے) کیا نام ہے تمہارا ؟

اسماعیل :- اسماعیل۔

ظفر :- بڑا پیارا نام ہے۔ اسماعیل۔

اسماعیل :- (خاموشی سے ظفر کو دیکھتا ہے)

ظفر :- تمہارا باپ لفافے بناتا ہے ؟

اسماعیل :- جی! وہ بڑے اچھّے لفافے بناتا ہے۔ سارے دکاندار آبا سے ہی لفافے لیتے ہیں۔ میں بھی لفافہ بنا سکتا ہوں۔ (اخبار لیتے ہوئے) میں یہ اخبار لے لوں ؟

ظفر :- ہاں ہاں!

اسماعیل :- آپ کو لفافہ بنا کر دکھاؤں ؟

ظفر :- (دلچسپی سے) ضرور۔ ضرور۔

(جوں جوں اسماعیل لفافہ بناتا ہے ظفر سوچ میں پڑ جاتا ہے اسماعیل اخبار

سے لفافہ بناتا ہے۔ پھر اُسے تھوڑی دیر خوش ہو کر دیکھتا ہے۔ پھر پھونک بھر کے "ٹھاہ" سے پھاڑ دیتا ہے۔ اور پھر خوب ہنستا ہے۔)

ظفر :۔ (یکدم چونک اٹھتا ہے) ہوں۔ تم تو بڑا اچھا لفافہ بناتے ہو۔

اسماعیل :۔ اچھا اب میں چلوں۔ مجھے سکول سے دیر ہو رہی ہے۔ سلطان کو پتہ چل گیا تو وہ اس راستے پہ آکھڑا ہو گا۔

ظفر :۔ سنو!

اسماعیل :۔ جی ؟

ظفر :۔ تم سلطان سے کیسے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہو۔ ؟

اسماعیل :۔ (جلدی سے) میں اس سے چھپ کر نکل جاتا ہوں۔ کبھی ڈاک بنگلے کے پیچھے سے۔ کبھی کچہری کی دیوار پھاند کر اور کبھی دکانوں کے پیچھے سے ہو کر

ظفر :۔ اب تم کیسے جاؤ گے ؟

اسماعیل :۔ میں اس دروازے سے نکلوں گا اور ڈاک خانے کے پیچھے سے ہوتا ہوا سکول پہنچ جاؤں گا۔

ظفر :۔ پھر؟

ظفر :۔ لیکن تم اس سے کب تک چھپتے رہو گے ؟

اسماعیل :۔ (یکدم جیسے جواب نہ آتا ہو) کب تک ؟ میں اس سے کب تک چھپتا رہوں گا ؟

ظفر :۔ ہاں ہاں! آخر تم اس سے کب تک چھپتے رہو گے ؟

اسماعیل :۔ (یکدم خاموش ہو جاتا ہے)

ظفر :- (اسماعیل کو پکڑ کر) بتاؤ۔ تم اس سے کب تک چھپتے رہو گے ؟

اسماعیل :- خاموش۔ (سر نیچے جھکا لیتا ہے)

ظفر :- (Hysteric ہو کر) بتاتے کیوں نہیں ؟ تم سلطان سے کب تک چھپتے رہو گے ___ کب تک ___ ؟

(آواز خطرناک حد تک بلند ہو جاتی ہے۔ اسماعیل یکدم اپنا بازو چھڑا کر جلدی سے پہلے دروازے سے بھاگ جاتا ہے)

(سین آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہو جاتا ہے)

ایکٹ : ۳

سین : ۵

فیڈ ان۔

(کمرے میں ظفر اکیلا کتابوں والی میز پر بیٹھا ہے۔ کامران، جمشید اور صدیقی داخل ہوتے ہیں۔ سب اکٹھے مل کر)

تھری چیئرز فار مادام۔ تھری چیئرز فار مادام۔

(ظفر خاموش رہتا ہے)

صدیقی :- (آگے بڑھ کر) مادام آج بے حد خوش ہے وہ تم سے ملنے کے لئے بیتاب ہے۔

جمشید :- ہماری نجات کا وقت آ پہنچا۔ آج شب ہم سب مادام کے گھر ڈنر پر بلائے گئے ہیں۔

کامران :- Only the dignitories are invited ——— مادام نے ہم سب کو specially invite کیا ہے

جمشید :- میں نہ کہتا تھا مادام کی ایک جنبشِ اَبرو سے ہماری تقدیریں بدل سکتی ہیں۔ ظفر یار مجھے ایک رولی فلیکس کیمرہ لے دینا۔ ساری عمر تمہارا احسان مند رہوں گا۔

کامران :- کیمرہ تو معمولی چیز ہے مادام مجھے abroad بھجوا سکتی ہے۔

صدیقی :- ظفر میاں اب اٹھو اور تیاری کرو۔

سب مل کر :- تھری چیئرز فار مادام۔ تھری چیئرز فار مادام۔

ظفر :- (اٹھ کر یکدم) حکومت۔ (خاموشی)

صدیقی :- کیا مطلب ؟

ظفر :- میں ڈنر پر نہیں جا رہا۔

(سب کے چہروں کے تاثرات بدلتے ہیں)

ظفر :- میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں مادام کی ملازمت نہیں کروں گا۔

صدیقی :- (غصے سے) تمہیں یہ فیصلہ بدلنا ہو گا۔ تم اس طرح نہیں کر سکتے۔

ظفر :- مجھے اس سے نفرت ہے۔ مجھے اِس سے خوف آتا ہے۔

صدیقی :- تمہیں تو ہر چیز سے نفرت ہے۔ گاؤں سے تمہیں نفرت ہے۔ شہر سے تمہیں الجھن ہوتی ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو ؟

ظفر :- مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ تم سب لوگ دوزخی ہو۔ تم سب سگریٹ کے دھوئیں کی طرح ہوا میں تحلیل ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے بھیانک چہرے نہ دیکھ سکوں۔

صدیقی :- ظفر تم ایک ناکام آئیڈلسٹ ہو جو ایک مجاور کی طرح آئیڈلزم کی مردہ قبر پر پھول چڑھا رہے ہو۔ تم حقیقت کو کیوں نہیں سمجھتے ؟

ظفر :- مجھے اس جگہ سے بھی وحشت ہونے لگی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے زہر میرے بدن

سے نکل نکل کر میرے چاروں طرف پھیل رہا ہے۔

صدیقی :- لیکن مادام ؟

ظفر :- مادام ایک خونی چڑیل ہے۔ اس کی لپ اسٹک ابھی تک میری قمیض پہ لگی ہوئی ہے۔ سرخ لہو کی طرح اس کا داغ نہیں جاتا۔

صدیقی :- اوہو وہ قمیض تو تم نے اُس رات جلا دی تھی۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

ظفر :- میری ہر قمیض پر اس کی سُرخ لپ سٹک کا نشان ہے۔

صدیقی :- تم کو خواہ مخواہ وہم ہو گیا ہے۔ ایسی فضول باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں۔ تم زندگی سے اپنا رابطہ توڑ چکے ہو۔ اسی لئے تمہیں ایسے واہمے گھیرے ہوتے ہیں۔ تم زندگی سے دوبارہ اپنا رابطہ جوڑو۔

ظفر :- انسان کا زندگی سے رابطہ صرف احساسات کا رابطہ ہے۔

صدیقی :- پھر وہی احساسات، پھر وہی بے کار فلسفہ۔ یہ سب بکواس ہے۔ احساسات کو پرکھنے کی کوئی کسوٹی نہیں۔ احساسات سب کنڈیشنڈ ہوتے ہیں۔ ہم سب کسی نہ کسی صورت میں کنڈیشنڈ ہیں۔

ظفر :- میں تمہاری طرح کنڈیشنڈ نہیں ہونا چاہتا۔ تم سب اس دیو کے سامنے ہار مان چکے ہو۔ جس نے تمہیں مکھیوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں مکھی بن کر زندہ نہیں رہنا چاہتا۔

صدیقی :- لیکن تم اس طرح کمرے میں مقیّد جالے کی طرح کب تک لٹکے رہو گے ؟

ظفر :- میں انتظار میں ہوں۔

جمشید :- انتظار۔ (قہقہہ) تم شاید کسی معجزے کے انتظار میں ہو۔

کامران :- Miracles ! she can do miracles ـــــــــ مادام کے ہاتھ میں معجزہ ہے۔

ظفر :- مادام! مادام! مادام تم سب کا فرار ہے۔ تم اپنے حالات کے آگے پسپا ہو چکے ہو۔ حالات نے تمہیں مجبور کر دیا ہے کہ تم اپنی مکروہ خواہشوں کے محکوم بن کر رہ جاؤ۔

جمشید :- ہیئر! ہیئر

کامران :- تمہیں ریفارمر بننے کا ٹھیکہ کس نے دیا ہے ؟

جمشید :- خدا نے اسی کو مصلح مقرر کیا ہے۔

صدیقی :- ظفر تم شام کو ہمارے ساتھ ڈنر پر جا رہے ہو !

ظفر :- میں نہیں جاؤں گا۔

صدیقی :- (لہجہ بدل کر) تو تم پھر واپس اپنے گاؤں چلے جاؤ۔

ظفر :- میں گاؤں واپس نہیں جاؤں گا۔

صدیقی :- کیوں نہیں جاؤ گے ؟

ظفر :- (خاموشی سے منہ دوسری طرف کر لیتا ہے)

صدیقی :- جس زمین پر تمہارا حق تھا تم اسے بھی چھوڑ کر آ گئے۔ اگر تم اپنے آپ کو زمین کا جائز وارث سمجھتے ہو تو جاؤ اور اپنا حق واپس لو۔ تم اپنا حق کیوں نہیں مانگتے ؟ تمہاری morality تمہاری اخلاقیات تمہاری بزدلی ہے۔ تم اخلاق پرست اس لئے ہو کہ تم بزدل ہو۔ تم گونگے کیوں ہو گئے ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ تم نے بھی تو ظالم کے سامنے اپنی گردن جھکائی ہے۔ تم بھی ایک مسخ شدہ چہرہ ہو۔ تم بھی شکست خوردہ ہو ہماری طرح۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہم نے اپنی شکست کو قبول کر لیا ہے اور تم نے اپنی

شکست کو قبول نہیں کیا؟ تم اپنے آپ سے کب تک چھپتے رہو گے؟ تم اس کمرے میں پناہ ڈھونڈنے آئے تھے۔ یہ کمرہ کسی کو پناہ نہیں دیتا۔ اس کمرے کی تاریکی ہمارا مقدر ہے۔ تمہارا مقدّر بھی یہ تاریک کمرہ ہے۔ ہماری طرح تمہاری نجات بھی کہیں نہیں۔ بولتے کیوں نہیں۔ تم واپس کیوں نہیں جاتے (گریبان پکڑ کر اونچی آواز میں) اپنا حق کیوں نہیں مانگتے، اپنا حق کیوں نہیں مانگتے ؟

(یکدم دروازے سے اسماعیل داخل ہوتا ہے۔ جمشید اور کامران اُس کی طرف بڑھتے ہیں۔ بچے کی سانس اکھڑی ہوئی ہے۔ اس کے ہاتھ زخمی ہیں۔ صدیقی بھی بچےّ کو دیکھ کر اُس کے قریب جاتا ہے)

جمشید :۔ کیا ہوا ٹارزن ؟

صدیقی :۔ خون ۔ یہ کیا ہوا ؟

اسماعیل :۔ میرا ...... نام ...... ٹارزن نہیں ...... اسماعیل ہے۔ میں نے ......
میں نے سلطان کو کنویں میں گرا دیا ہے، میں نے سلطان کو مار ڈالا ہے ...... میں تو نہیں چھپتا، میں سلطان سے نہیں چھپتا ...... میں سلطان سے نہیں چھپتا۔ میں ......

(جمشید، کامران اور صدیقی۔ اسماعیل کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظفر چند لمحوں کے لئے اسماعیل کو دیکھتا ہے۔ اور پھر مڑ کر اپنا سوٹ کیس اٹھا کر کمرے سے باہر نکل جاتا ہے)

(فیڈ آؤٹ)

ایکٹ : ۳

چند لمحوں کیلئے سب لوگ ساکت ہو جاتے ہیں۔ ہلکا میوزک جو بعد میں تیز ہوتا ہے۔ صدیقی آہستگی سے ٹائپ رائٹر کی طرف چلتا ہے۔

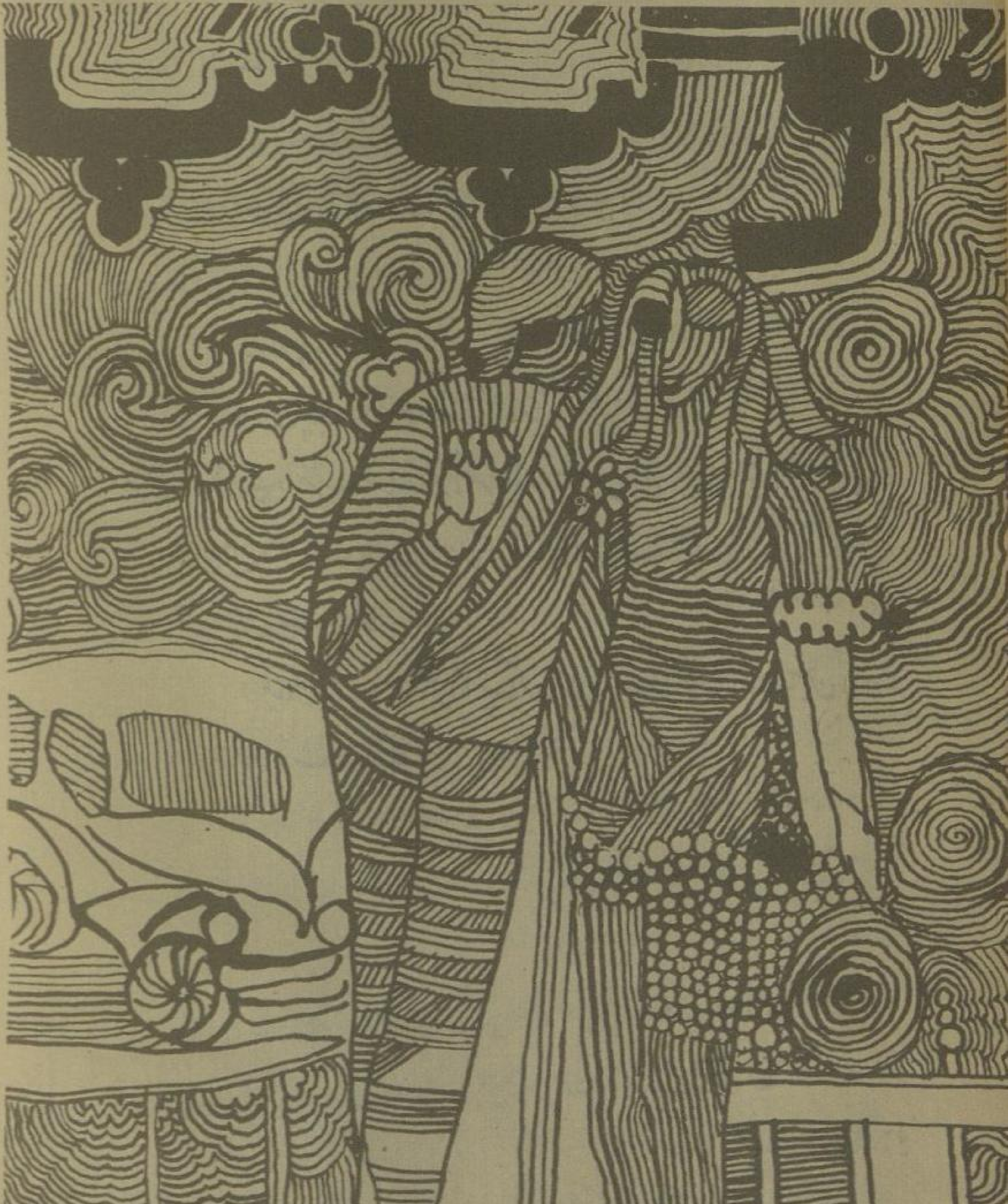
سین : ۶

فیڈان۔

(وہی پہلے والا منظر۔ صدیقی ٹائپ رائٹر پر بیٹھا ہے)

صدیقی :۔ (ٹائپ رائٹر سے سر اٹھا کر) ظفر چلا گیا۔ واپس اپنی زمین پر اپنا حق واپس لینے لیکن میں ابھی تک یہ سوچ رہا ہوں کہ انسان کب تک انسان کا خون کر کے اپنا حق واپس لیتا رہے گا۔

(ہلکا میوزک۔ صدیقی ٹائپ کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ سین آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہوتا ہے۔)



"سنو گپ شپ" ایک میوزیکل بلیک کامیڈی ہے۔

جدید تھیٹر میں میوزیکل اور بلیک کامیڈی اپنی اپنی جگہ دو مختلف اصناف ہیں۔ میوزیکل کامیڈی کی بنیاد عام طور پر رومانوی طرزِ احساس پر ہوتی ہے لیکن بلیک کامیڈی جو کہ جدید تر ڈرامائی اظہار ہے۔ مغرب کے انحطاط پذیر معاشرے سے پیدا ہونے والے بھیانک اور گھناؤنے ماحول کے خلاف ایک شدید ردِ عمل ہے۔ اِس تکنیک سے ذریعے معاشرے کے جبر کو چونکا دینے والے واقعات کے ذریعے بے نقاب کیا جاتا ہے اور مضحکہ خیز استہزائیہ لہجے میں بے معنی اور جھوٹے انسانی رشتوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

"سنو گپ شپ" میوزیکل اور بلیک کامیڈی دونوں اصناف کا ایک SYNTHESIS ہے جو کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ڈرامے کے فن میں ایک اہم اور چونکا دینے والا تجربہ ہے۔

کھیل میں استعمال ہونے والی چیزیں نارمل کی بجائے ابنارمل سائز میں ہونی چاہئیں۔ مثلاً پلیپر نا لٹف بجائے عام سائز کے خنجر کے سائز کا ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں چیزوں کی ...... MAGNIFICATION ...... اور MINIFCATION یعنی DISTORTION کا عمل مقیم اور کردار کے مطابق اور معنی خیز ہونا چاہیئے۔

میک اپ نہایت stylised۔ اگر ہدایت کار ماسک استعمال کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کے ساتھ کاسٹیوم میں بھی EMPHASIS معنی خیز ہونا چاہیئے۔

اداکاری میں روایتی اوورپلے کی بجائے خصوصی .... STYLISED اداکاری ہونی چاہیئے۔ گانے اور تمام میوزک LIVE ہوں تو بہتر ہے۔

سیٹ : ۱

ایکٹ : ۱

سین : ۱

پردہ اٹھتے ہی ہمیں پورا سیٹ روشن نظر آتا ہے۔ سیٹ نمبر ا پر کھیل کا پہلا سین شروع ہوتا ہے۔ اس وقت سارا سیٹ خالی ہے۔ دس سیکنڈ کا وقفہ جس کے دوران پانی کے شاور کا صوتی تاثر ملتا ہے جیسے کوئی نہا رہا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ عجیب مضحکہ خیز گنگنانے کی آوازیں آتی ہیں۔ یکدم شاور بند ہو جاتا ہے۔ گنگنانے کی آواز ذرا دھیمی پڑتی ہے۔ کچھ سیکنڈ بعد دروازہ کھلتا ہے اور ہم ظاہر ڈی ہیگ کو دیکھتے ہیں۔ پچاس سالہ آدمی لیکن خاصا صحت منداور چست پیٹ ذرا باہر کو نکلا ہوا ہے۔ ظاہر نے کمر تک ایک لمبا تولیہ باندھ رکھا ہے۔ وہ نہایت تیزی سے اندر داخل ہوتا ہے اور آئینہ کے سامنے آکر زور زور سے دو تالیاں بجاتا ہے۔ دو بٹلر یکدم بائیں دروازے سے داخل ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں ظاہر کے کپڑے ہیں۔ ظاہر اپنے آپ کو کپڑے پہنانے کے لئے پیش کرتا ہے۔ اس ایکشن کی موومنٹ کے ساتھ ساتھ میوزک بجتا ہے۔ تیاری مکمل ہوتی ہے تو بٹلر سامنے والا دروازہ جو باہر سڑک کی طرف نکلتا ہے کھول کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظاہر دروازے کو دیکھتا ہے اب بڑا suspenceful میوزک شروع ہوتا ہے۔ ظاہر یکدم جیسے نشانہ باندھ کر دروازے کی جانب تیزی سے بھاگتا ہے لیکن دروازے کے قریب آتے ہی یکدم چیخ مار کر ساکت ہو جاتا ہے پھر چیخ جلدی سے ایک کھسیانی ہنسی میں تبدیل ہوتی ہے اور پھر ایک تمسخرانہ قہقہے میں بدل جاتی ہے۔ ظاہر تین چار مرتبہ مختلف طریقوں سے نشانہ باندھتا ہے لیکن ہر بار یا تو دیوار سے ٹکرا جاتا ہے یا اس سے پہلے ہی گر پڑتا ہے۔ اُس

کار دِ عمل ایسا ہے جیسے کہ وہ دہلیز سے بہت ڈر رہا ہے لیکن اوپر اوپر سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں نہیں ڈرتا۔ آخر میں وہ نہایت سلو موشن میں دہلیز کو پار کر جاتا ہے۔ اس کے باہر نکلتے ہی نہایت فاتحانہ۔ مارشل میوزک بجتا ہے جس کے ساتھ ظاہر پریڈ کرتا ہے اور پھر یکدم اپنی کار میں بیٹھتا ہے۔ (میوزک) کار سٹارٹ کرتا ہے (کار سٹارٹ کرنے کی آواز) کار چلا کر سٹیج کے درمیان کھڑی کر کے اترتا ہے (کار کے انجن بند ہونے کا تاثر۔ وقفہ۔ دروازہ کھلنے کا صوتی تاثر: ظاہر میوزک کے ساتھ نظم پڑھتا ہے)

ظاہر:۔ ہم صبح کے دس بجے۔
اپنے مضبوط ارادوں کی سیسہ پلائی ہوئی زرہ بکتر پہنتے ہیں۔
دہلیز کی سرحدیں فتح کرتے ہوئے۔
اپنے کمروں کے نرغوں سے باہر نکلتے ہیں
چوراستوں اور دوراہوں کو محصور کرتے ہوئے
جنگ کے گرم میدان کو کوچ کرتے ہیں۔
فاتح ہیں! ہم سورما ہیں جو دس منزلہ قلعوں میں بیٹھ کر جنگ کے فارمولے بناتے ہیں۔
اپنی رعایا کو سانسوں کی اُن حد مراعات شام وسحر بخشتے ہیں۔
سخی اور عادل ہیں۔
مالِ غنیمت کو اعلیٰ دادنیٰ میں
سب میں برابر کا تقسیم کرتے ہیں
نظم و نسق تاکہ قائم رہے
اور انصاف کا بول بالا رہے

(سیٹ نمبر ۲ پر جا کر)۔۔۔۔۔۔۔

ویکلی کالموں میں مؤرخ ہمارے نئے کارناموں کو ترتیب دیتے ہیں

ہم بہادر ہیں۔

ٹائی ٹان ہیں، وقت کی پھیلتی میز پر

ویٹ (پیپر) کی بھاری چٹانیں اٹھاتے ہیں

اور قوم کے دکھ میں

کامن پنوں سے بندھے ہیں

ہر اک صبح کے دس بجے۔

نائف (پیپر) سے جنگوں کا آغاز کرتے ہیں

(ظاہر آخری مصرع کے ساتھ پیپر نائیف ہوا میں لہراتا ہے اس کے ساتھ ہی سیکرٹری داخل ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک لفافہ ہے۔

ظاہر میوزک کے ساتھ ساتھ لفافہ پیپر نائف سے پھاڑتا ہے اور پھر ہوا میں نائف کو لہراتے ہوئے ہزاروں لفافوں کو پھاڑنے کا مائم کرتا ہے۔ ایک خاص کلائمکس پر سین فیڈ آؤٹ ہوتا ہے۔)

سین ۲ سیٹ نمبر ۱

(بیگم ظاہر ڈی ہینگ فون پر بات کر رہی ہے۔ بالوں میں رولرز لگے ہوئے ہیں۔ یہ ایک اوسط عمر کی عورت ہے جو اس عمر میں بھی جوان لگتی ہے۔)

بیگم:۔ اوہ۔ اس وقت تو میرے سر پر سرکس کا پورا اسٹیج لگا ہوا ہے۔ اوہ نو۔ میرے سر پر! ہاں اون مائی ہیڈ ہوں۔ او کے۔ بائی۔

(ٹیلیفون رکھ کر اندر جانے لگتی ہے کہ بٹلر داخل ہوتا ہے)

بٹلر:۔ (ادب سے کورنش بجالاتا ہے)

بیگم:۔ کیا بات ہے ؟

بٹلر:۔ دو صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔

بیگم:۔ اوہ رپورٹرز۔ میں تو ابھی تیار نہیں۔ ان کو اندر لے آؤ۔

بٹلر:۔ یس میڈم! (جاتا ہے۔ میڈم جلدی سے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتی ہے اور اندر چلی جاتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک رپورٹر اور ایک فوٹو گرافر داخل ہوتے ہیں۔ اِدھر اُدھر چیزوں کو بڑی حیرت اور رشک سے دیکھتے ہیں۔ فوٹو گرافر جلدی جلدی تصویریں لیتا جاتا ہے۔ کبھی الٹا اور کبھی سیدھا ہو کر یکدم بیک گراؤنڈ سے بیگم کی آوازیں آتی ہیں۔ دونوں کان لگا کر سنتے ہیں۔)

بیگم:۔ (آف سٹیج) اوہ یو ناٹی لٹل تھنگ! نو! نو! ڈونٹ کس می لائیک دس (چومنے چاٹنے کی اونچی اونچی آوازیں) اوہ یو لٹل ڈیول! اُوئی۔ آ...... (گدگدی) آہ...... پلیز! نو! نو! ہو ہو ہا ہا (ان آوازوں کے گھٹنے بڑھنے کے ساتھ ساتھ رپورٹر اور فوٹو گرافر کا ردِ عمل ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ پھر دروازے سے بیگم داخل ہوتی ہے۔ اِس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیارا کتا ہے۔ یہ کتا ڈمی بھی ہو سکتا ہے)

بیگم:۔ اوہ نو...... پلیز......

(رپورٹر اور فوٹو گرافر یکدم کتے کو دیکھ کر مسکراتے ہیں اور پھر کورنش بجالاتے ہیں)

بیگم:۔ آداب۔ تشریف رکھیے دراصل...... اوہ نو...... پلیز...... (دونوں پیار

سے کُتے کی طرف دیکھتے ہوئے) جی شکریہ۔

بیگم :۔ یہ سوسو ہے۔

رپورٹر :۔ سوسو ؟

فوٹوگرافر :۔ سو۔سو! ..... (تصویر کھینچتا ہے)

بیگم :۔ یہ سوسو ہے۔

رپورٹر :۔ (فوٹوگرافر کو دیکھتے ہوئے) یہ —— سوسو ہے!

(اگلے مکالمے بالکل ایسے بولے جائیں جیسے بیگم ایک ٹیچر ہے —— اور رپورٹر اور فوٹوگرافر دو بچے ہیں جو سبق یاد کر رہے ہیں۔)

بیگم :۔ (پڑھاتے ہوئے) یہ سوسو ہے۔

دونوں :۔ یہ سوسو ہے۔

بیگم :۔ (ذہن نشین کرواتے ہوئے) یہ سوسو ہے۔

دونوں :۔ یہ سوسو ہے۔

بیگم :۔ سی سی۔سوسو!

دونوں :۔ سی سی۔سوسو!

بیگم :۔ سی سا۔سی سو!

دونوں :۔ سی سا، سی سو!

بیگم :۔ س و،سو،س، و،سو،سوسو!

دونوں :۔ س و،سو،س، و،سو،سوسو!

بیگم :۔ یہ سوسو ہے۔

دونوں: یہ سوسو ہے۔

بیگم :- (اب جیسے کسی گانے کا کلائمکس۔نہایت تیز) یہ سوسو ہے۔

دونوں :- (نہایت تیز) یہ سوسو ہے۔

بیگم :- یہ سوسو ہے۔

دونوں :- یہ سوسو ہے۔

بیگم :- (دیوانوں کی طرح) یہ سوسو ہے۔

دونوں :- (ہانپتے ہوئے) یہ سوسو ہے۔

بیگم :- (ہانپتے ہوئے لذیذ جنسی لہجے میں آرام سے) یہ سوسو ہے۔

دونوں :- (جیسے جنسی عمل کے بعد کراہتے ہوئے) یہ سوسو ہے۔

(دونوں صوفوں پر گر پڑتے ہیں)

—— (فیڈ آؤٹ) ——

سین ۳ سیٹ نمبر ۲

(ظاہر ڈی ہیگ، کرسی پر زور سے گھوم رہا ہے (میوزک) اس کے ہاتھ میں غالباً پلیپر ویٹ یا اور کوئی چیز ہے جس سے وہ کھیل رہا ہے۔ میز پر دو (۲) ٹیلی فون لگے ہوئے ہیں۔ ایک پر سُرخ رنگ کا بلب ہے، میز پر کچھ ماٹو لگے ہوئے ہیں۔ TIME IS MONEY! وغیرہ۔ یک دم ظاہر رکتا اور بڑے فاتحانہ انداز سے گھنٹی بجاتا ہے۔ باہر سے سیکریٹری قلابازی لگا کر اندر آتا ہے۔ اس سین کے دوران ظاہر کرسی پر گھومتا جاتا ہے اور جب گھنٹی قریب آتی ہے گھنٹی بجاتا ہے۔)

سیکریٹری :- یس سر۔

ظاہر:۔ (گھومتے ہوئے) گٹ آؤٹ۔!

سیکرٹری:۔ (قلابازی لگا کر جاتا ہے) یس! سر۔

ظاہر:۔ (گھنٹی بجاتا ہے)

سیکرٹری:۔ (قلابازی لگاکر) یس سر!

ظاہر:۔ (بغیر دیکھے) گٹ آؤٹ۔!

سیکرٹری:۔ (قلابازی) یس سر!

ظاہر:۔ (اب وقفہ کے بعد پھر گھنٹی بجاتا ہے)

سیکرٹری:۔ (قلابازی) یس سر۔

ظاہر:۔ ہاروسکوپ۔

سیکرٹری:۔ (جاتا ہے) یس سر۔

سیکرٹری:۔ (واپس آتا ہے) ہاروسکوپ سر!

ظاہر:۔ (جلدی سے ہاروسکوپ پڑھتا ہے اور پھر زور زور سے کرسی پر گھومتے ہوئے قہقہے لگاتا ہے) مجھے اس مہینے میں دولت ملے گی۔!

سیکرٹری:۔ (قلابازی) دولت ملے گی!

ظاہر:۔ (گھوم کر) مجھے اِس مہینے شرافت ملے گی۔

سیکرٹری:۔ شرافت ملے گی۔

ظاہر:۔ مجھے اِس مہینے میں شہرت ملے گی!

سیکرٹری:۔ شہرت ملے گی۔

ظاہر:۔ مجھے اس مہینے محبت بھی ہوگی۔

سیکرٹری :- ______ (یکدم چونک کر سوالیہ) محبت بھی ہو گی ؟

ظاہر :- (حکیمانہ) محبت بھی ہو گی ۔

سیکرٹری :- محبت بھی ہو گی ۔ ؟

ظاہر : (گاتے ہوئے) مجھے اس مہینے میں دولت ملے گی ۔

شرافت ملے گی ، محبت ملے گی

ملے گی شرافت ، محبت ملے گی

مجھے اس مہینہ میں شہرت ملے گی

(اب سیکرٹری بھی اس کے ساتھ گاتا ہے ۔ یکدم سُرخ بلب کی گھنٹی بجتی ہے ۔ اُس کے بجتے ہی سناٹا چھا جاتا ہے ۔ ظاہر سیکرٹری کو جانے کا اشارہ کرتا ہے ۔ سیکرٹری چلا جاتا ہے ۔ ظاہر فوراً فون سنتا ہے)

ظاہر :- یس سر ! یس سر ! حکُم ..... سر ! جس طرح حکُم سر ! حکُم کا پتہ ! حکُم کا غلام ..... سر ..... یس سر ۔ سر پر کھڑا ہو جاؤں ؟ یس ۔ یس سر ... (ٹیلی فون نیچے رکھتا ہے اور فوراً سر پر کھڑا ہو جاتا ہے ۔ اس اثناء میں تھتھلاتا ہے ۔ مختلف پرندوں کی آوازیں نکالتا ہے ۔ کبھی الارم کی اور کبھی گاڑی کی چھک چھک ! ۳۰ سیکنڈ ایسے ہی کھڑا رہتا ہے جس میں اس کا توازن بگڑتا رہتا ہے ۔ اس کے بعد پھر سُرخ بلب والے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے جس کو وہ سر پر کھڑے کھڑے سنتا ہے اور پھر یک دم نیچے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے ۔ دس سیکنڈ کا وقفہ ۔ پھر یک دم کرسی پر بیٹھتا ہے اور پہلے والا افسرانہ پوز بنا کر گھنٹی بجاتا ہے ۔)

سیکرٹری :- (قلابازی لگا کر) یس سر ۔

ظاہر :- (دوسری طرف مُنہ کر کے) سر پر کھڑے ہو جاؤ ۔

سیکریٹری :۔ (سر پر کھڑے ہو کر) یس سر۔

—— (فیڈ آوٹ) ——

سین ۴ سیٹ نمبر ۱

بیگم :۔ میرے VIEWS ہمیشہ OBJECTIVE ہوتے ہیں۔ میں ہمیشہ IMPARTIALLY ہر چیز کو دیکھتی ہوں۔ حتیٰ کہ میں جب آئینے میں بھی اپنے آپ کو بھی دیکھتی ہوں تو اس اصول کو یاد رکھتی ہوں۔

رپورٹر :۔ واہ کیا بات ہے۔ بیگم صاحبہ آپ نے ہمارے ملکی حالات کا صحیح اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا ہے۔ اب آپ ہمیں تعلیم کے بارے میں اپنے نظریات سے آگاہ کیجئے۔

بیگم :۔ تعلیم EDUCATION تعلیم ہمارے ملک میں بے حد ضروری ہے اتنی ضروری جتنا کہ ہمارے لئے سانس لینا ضروری ہے۔

رپورٹر :۔ (لکھتے ہوئے) جتنا کہ ہمارے لئے سانس لینا ضروری ہے۔

بیگم :۔ میرے نزدیک تعلیم کالجوں سے نہیں گھر سے شروع ہوتی ہے۔ گھر بچے کا سب سے پہلا سکول ہے۔

رپورٹر :۔ گھر بچے کا پہلا سکول ہے۔

بیگم :۔ میں سمجھتی ہوں کہ والدین کو چاہیئے وہ بچوں کو اپنے ملک کے کلچر کے بارے میں تعلیم دیں۔ یورپی کلچر کے ساتھ ساتھ بچوں کو اپنا کلچر بھی آنا چاہیئے۔ آخر الیسٹ از الیسٹ۔

رپورٹر :۔ واہ ! الیسٹ از الیسٹ

بیگم :۔ (آواز دیتی ہے) سیما بیٹیا۔

سیما :۔ (یکدم کسی تتلی کی طرح داخل ہوتی ہے۔ اس کی سب حرکات مشینی ہیں) الیس مما۔

بیگم :۔ مسٹر این بے طوط۔ مشہور رپورٹر اور ہسٹورین ۔

سیما :۔ اپنا ہاتھ آگے بڑھاتی ہے جس پر دستانہ ہے)

(بے طوط زور سے ہاتھ پکڑتا ہے۔ ہاتھ پکڑتے ہی اس کے تاثرات بدلتے ہیں اور وہ جنسی تلذز سے لرزتے ہوئے ہاتھ ملانے کے عمل کو جنسی عمل کے طور پر محسوس کرتا ہے۔ کچھ وقفے کے بعد سیماں ہاتھ واپس کرتی ہے تو مسٹر بے طوط دستانے کے ساتھ صوفے پر گر پڑتا ہے)

او معاف کیجئے!

بیگم :۔ کوئی بات نہیں۔ شاید آپ کو یہ GLOVES بہت پسند ہیں۔

سیما :۔ یس مما۔

بیگم :۔ ایک PAIR پیک کروا کر بے طوط صاحب کو دے دینا۔

سیماں :۔ یس مما۔

بے طوط :۔ نہیں نہیں۔ بیگم صاحبہ۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ (GLOVES واپس کرتا ہے جس کو سیما پہنتی نہیں بلکہ ہاتھ میں پکڑ لیتی ہے۔ اس دوران فوٹو گرافر تصویریں لیتا ہے)

بیگم :۔ سیما بٹیا انہیں فوک سانگ سناؤ۔

سیما :۔ یس مما (پوز بنا کر۔ تتّی کی طرح گاتی ہے۔ ایسے جیسے ریکارڈ تیز چل رہا ہو)

ہے جمالو

سو ہار رنگ میری ونگ دا۔ ہے جمالو

میرا ماہی میتھوں سنگ دا ہے جمالو

ہے جمالو!

(دونوں۔ تالیاں بجاتے ہیں، واہ! واہ!)

بیگم :۔ سیما بٹیا۔

سیما :۔ یس مما۔

بیگم :۔ بٹیا شیکسپیئر کی کوئی سپیچ سناؤ۔

سیما :- ALL THE WORLD'S A STAGE

AND ALL THE MEN AND WOMEN

ARE MERELY PLAYERS.

سب :۔ (تالیاں) واہ! واہ۔

بیگم :۔ سیما۔

سیما :۔ یس مما۔

بیگم :۔ یو کین گو ناؤ۔

سیما :۔ (فوراً چھلانگ لگا کر جاتی ہے) یس مما۔

سب :۔ (تالیاں)

—— (فیڈ آوٹ) ——

فیڈ ان ——

سین ۵۔ سیٹ نمبر ۲

ظاہر کرسی پر گھومتے ہوئے اب ایک ایسی گھنٹی بجاتا ہے جو نہایت رومانٹک ہے۔ اس کے ساتھ ہی میز پر پڑے ہوئے سارے ماٹو الٹے کرتا ہے۔ اب ماٹو کچھ اس قسم کے ہیں LOVE IS ALL - KISS ME! میوزک

کے ساتھ پیپی داخل ہوتی ہے۔ یہ ایک نہایت الٹرا ماڈرن لڑکی ہے۔ وہ ببل گم کھا رہی ہے اور پٹاخ پٹاخ بلبلے بنا کر توڑ رہی ہے۔ اس کے اندر آتے ہی ظاہر پر عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے وہ —— اس کے آگے پیچھے ایک بازو باہر نکال کر کبوتر کی طرح غٹر غوں۔ غٹر غوں کرتے ہوئے چکر لگاتا ہے جس کا پیپی کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ یکدم پیپی کھڑی ہو جاتی ہے جس کے ساتھ ہی ظاہر آدھا چکر لگا کر اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور چومنے کے لئے آگے بڑھتا ہے کہ پیپی پٹاخ سے ببل گم کا بلبلہ توڑتی ہے۔ ظاہر پیچھے ہٹتا ہے اور پھر قریب آتا ہے۔ اس بار پیپی اس کی عینک اتار لیتی ہے اور خود بھاگ کر میز کے پیچھے چلی جاتی ہے۔ ظاہر بلانے کے انداز میں چڑیا کی آواز نکالتا ہے۔

—— (وقفہ) ——

پیپی جواب میں ہلکا سا سسکتی ہے جس کے سنتے ہی ظاہر زور سے بھاگتا ہے اور سامنے دروازے میں جس پر ٹائلٹ لکھا ہے گھس جاتا ہے۔ دروازہ بند ہوتا ہے جس کے بعد عجیب وغریب آوازیں آتی ہیں اور پھر کچھ وقفہ کے بعد جب ظاہر باہر نکلتا ہے تو اس کے سارے جسم پر ٹشو پیپر زلپٹے ہوئے دیکھتے ہیں جن کو وہ اتارنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ پھر ویسی ہی آوازیں نکالتا ہے اور میز کے گرد بھاگتا ہے جس کے ساتھ ٹشو پیپرز پھیلتے ہیں۔ یکدم فون کی گھنٹی بجتی ہے، سناٹا ——

پیپی بھاگ کر عینک ظاہر کو دیتی ہے۔ ظاہر ٹیلی فون اٹھاتا ہے

حکم کا بندہ۔ حکم کا غلام (ظاہر لیس سر۔ سر

داشارے سے پیپی کو بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہے اور وہ ٹائپ کرنے بیٹھتی ہے۔ اب ظاہر تیار ہو کر عجیب بے معنی آوازیں نکالتا ہے۔ ایسے جیسے کسی پر غرا رہا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ پیپی بھی

انہی آوازوں کو نقل کرتی ہے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد جیسے دوسرا خط لکھواتا ہے، روتا ہے لجاتا ہے گڑگڑاتا ہے جیسے کسی کے پاؤں پڑ رہا ہو۔ تیسرا خط۔ مختصر سا ٹیلی گرافک۔ واپس کرسی پر آتا ہے اور پائپ اٹھاتا ہے۔ سیکرٹری قلابازی لگا کر اندر آتا ہے۔)

سیکرٹری :- سر!

ظاہر :- کیا بات ہے؟

سیکرٹری :- (ڈرتے ہوئے) سر۔ وہ (پیچھے اشارہ کرتا ہے)

ظاہر :- کیا ہے؟

سیکرٹری :- سر! مسٹر شیر علی آئے ہیں۔

ظاہر :- (اشارے سے سیکرٹری کو اور ٹیپسی کو جانے کا اشارہ کرتا ہے ایسے جیسے ایمرجنسی ہو گئی ہو۔ دونوں جاتے ہیں۔ ظاہر پائپ جلاتا ہے اور کرسی گھما کر جلدی سے خوشی سے بیٹھ جاتا ہے۔ ایک دم دروازے کے پاس ایک لمبا تڑنگا آدمی منہ میں پائپ لگائے بغل میں فائلیں دبائے نہایت غصے سے اندر داخل ہوتا ہے اور کرسی پر بیٹھ جاتا ہے۔ دونوں پائپ پیتے ہیں اور ایک دوسرے کو قریب آ کر دیکھتے ہیں۔ شیر علی پائپ نیچے رکھتا ہے۔ شیر علی وقت دیکھتا ہے۔ ظاہر نقل کرتا ہے۔ شیر علی زور سے میز پر مکہ مارتا ہے۔ ظاہر بھی جواب میں مکہ۔ شیر علی فائلیں زور سے میز پر پھینکتا ہے۔ ظاہر بھی ایسے ہی کرتا ہے۔ دونوں پائپ پھر اٹھا لیتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو گھورنا شروع کرتے ہیں۔ یہ سب حرکات ایسے ہونا چاہئیں جیسے شیر علی آئینہ دیکھ رہا ہو۔ اب دونوں کتوں کے لڑنے کے انداز میں مختلف آوازیں نکالتے ہیں۔ پہلے غصہ سے غراتے ہیں پھر آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ شیر علی ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور پھر زخمی کتے کی طرح آواز نکالتے ہوئے فائلیں اٹھا کر بھاگ

جاتا ہے۔ ظاہر فاتحانہ انداز میں کرسی پر گھومتا ہے۔)

—— (فیڈ آؤٹ) ——

سین ۵ سیٹ نمبر ۱

(فیڈ ان ہوتے ہی ہم بیگم کو دیوانِ غالب ہاتھ میں لئے تصویر کے لئے پوز بنائے کھڑا دیکھتے ہیں۔ فوٹوگرافر تصویر کھینچتا ہے۔)

فوٹوگرافر:۔ تھینک یو

بیگم:۔ ویل کم!

رپورٹر:۔ بیگم صاحبہ غالباً آپ کو ادب سے بہت دلچسپی ہے۔

بیگم:۔ لٹریچر ـــــ تو روح کی غذا ہے۔ میرے ڈیڈی مرحوم ادب کے بے حد دل دادہ تھے۔ آہ مرحوم کو خاص طور پر نیچر سے بہت محبت تھی۔ کہا کرتے تھے جب تک گلاب کا پھول دنیا میں موجود ہے میں نہیں مر سکتا۔ اوہ ہاؤ سویٹ آف ہم اسی لئے باغوں کی حفاظت کے لئے ۴۰ مالی مقرر تھے۔ کہا کرتے تھے پودوں میں بھی زندگی ہوتی ہے (آہ بھرتی ہے) گلاب سے اس قدر محبت تھی کہ ولایتی گلاب کی قلمیں پیرس سے آتی تھیں۔ مرحوم فنکاروں کے بے حد پرستار تھے۔ ہمیشہ سرپرستی فرماتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ فن ہمیشہ بھوک اور غربت میں پرورش پاتا ہے۔ اسی اصول پر کہا کرتے کہ فن کاروں کو ہمیشہ بھوکا ننگا رہنا چاہیئے تاکہ ہمارے ادب کا فروغ ہو سکے۔ آہ۔ آپ جانوروں سے نہایت اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ لندن میں ایک خاتون اپنی بلی کو چائے کے ساتھ بسکٹ نہیں کھلاتی تھی۔ آپ نے رحم کھا کر فوراً ۴۰ پونڈ میں خرید لی۔ اوہ گریٹ پپا۔

رپورٹر:۔ (آنسو پونچھتے ہوئے) ہائے۔ ہائے۔

فوٹوگرافر:۔ (تصویر کھینچ کر)

آپ کو جانور پالنے سے بے حد لگاؤ تھا۔ کہا کرتے تھے انسان اور جانور میں بس ایک چیز کامن ہے۔ دونوں کو اگر پالا جائے تو دونوں وفادار ثابت ہوتے ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ جانوروں سے ایسے ہی پیش آؤ جس طرح انسانوں سے۔ آپ نے ایک طوطا پال رکھا تھا جو پیار سے آپ کو ایڈیٹ کہتا تھا (طوطے کی آواز نکالتا ہے)

ایڈیٹ! ایڈیٹ!

رپورٹر:۔ (روتے ہوئے) آہ... ایڈیٹ... آہ۔ (فوٹوگرافر تصویریں لیتا ہے)

بیگم:۔ آپ اپنے ملازموں سے نہایت ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ خاص طور پر لونڈیوں کے بارے میں تو بے حد نرم دل تھے۔ کہا کرتے تھے کہ عورت کا دل شیشے سے بھی نازک ہوتا ہے۔ اگر ٹوٹ جائے تو پھر کبھی نہیں جڑتا۔ کیونکہ شیشوں کا۔ ناکمیں نہیں۔ آہ ملازموں سے اگر کوئی برتن ٹوٹ جاتا تو اس کی قیمت ہمیشہ قسطوں میں کاٹتے تھے۔ آخری عمر میں ہر چیز سے بے نیاز ہو گئے۔ سارا دھیان خدا کی طرف لگا دیا۔ حج کرنے تشریف لے گئے۔ راستے میں ایکسیڈنٹ ہوا تو ایک دانت راہ حق میں کام آیا۔ حج سے واپس لوٹے تو ٹوٹے ہوئے دانت کی جگہ سونے کا دانت اُگ آیا تھا ——— اوہ گڈ گاڈ! ———

اس روز سے ہم سب معجزے کے قائل ہو گئے۔ جب رحلت فرمائی تو ساری دنیا کے معزز شہریوں نے جنازے میں شرکت کی۔ مقبرے کے لئے چندہ اکٹھا ہوا۔

میں آپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ مجھے اس قدر دکھ ہوا کہ میں نے اُسی مہینے....

رپورٹر:۔ اِسی مہینے آپ نے کیا کیا؟

بیگم:۔ اسی مہینے میں نے شادی کر لی۔

رپورٹر:۔ آپ نے شادی کر لی ؟

بیگم:۔ جی آپ کہا کرتے تھے کہ خوشی ہمیشہ دُکھ کے بعد آتی ہے۔ سویٹ پپا!

رپورٹر:۔ واہ (دیکھتا ہے) خوشی ہمیشہ دکھ کے بعد آتی ہے۔

——(فیڈ آوٹ)——

سیٹ نمبر۲

(ظاہر اپنے دفتر میں چکر لگا رہا ہے جیسے کچھ کرنا چاہتا ہے۔ یکدم غصّے سے گھنٹی بجاتا ہے۔ سیکرٹری آتا ہے۔)

سیکرٹری (قلابازی لگا کر) یس! سر!

ظاہر:۔ (دیکھتا ہے اور پھر بے زاری سے) گٹ آوٹ۔

سیکرٹری:۔ یس سر (جاتا ہے)

ظاہر:۔ (پھر کمرے میں چکر لگاتا ہے اور پھر غصّے سے گھنٹی بجاتا ہے)

سیکرٹری:۔ (قلابازی لگا کر) یس سر!

ظاہر:۔ سیکرٹری۔

سیکرٹری:۔ یس سر!

ظاہر:۔ مجھے مصروف کرو۔ مجھے مصروف کرو۔

سیکرٹری:۔ سر پیپر ویٹ سے کھیلئے۔

ظاہر:۔ شٹ اپ۔

سیکرٹری:۔ کرسی پر گھومئے۔

ظاہر:۔ شٹ اپ۔

سیکرٹری :- ٹیلی فون پر غلط نمبر ملائیے -

ظاہر:- شٹ اپ -

سیکرٹری :- ڈوڈلنگ کیجئے -

ظاہر:- شٹ اَپ، شٹ اَپ، شٹ اپ! (وقفہ)

سیکرٹری :- آہ (جیسے کوئی نئی چیز ذہن میں آئی ہو، ذہن میں اِک خیال آیا۔

ظاہر:- بکو! بکو! بکو!

سیکرٹری :- (وقفے کے بعد) سوچیئے -

ظاہر:- سوچیئے ؟

سیکرٹری :- سوچیئے!

ظاہر:- سوچیئے؟ بیوقوف، بے ادب، بے ہنر نابکار!

سیکرٹری :- سوچیئے -

ظاہر:- سوچنا ہمارا کام تو نہیں!

سیکرٹری :- سوچیئے -

ظاہر:- سوچنا ہمارے بس کی بات ہی نہیں -

سیکرٹری :- سوچیئے -

ظاہر:- سوچنا ہمارا فرض ہے؟ نہیں نہیں! ہمارا کام سوچنا نہیں .... (وقفہ)

سیکرٹری :- حضور۔ کوشش!

ظاہر:- مگر......

سیکرٹری :- اپنے دماغ پر زور ڈالئے گا۔

ظاہر:- (چیخ کر) دماغ پر زور..... زور ڈالوں؟

سیکرٹری:- دماغ پر زور ڈالئے گا۔

ظاہر:- (خوشی سے بیوقوفوں کی طرح سوچتا ہے (میوزک) بڑی کوشش سے ماتھے پر سلوٹیں لاتا ہے اور یکدم دہشت ناک چیخ مارتا ہے) آ...... آ...... (بے ہوش ہو جاتا ہے)

سیکرٹری:- سر! سر! ڈاکٹر! ڈاکٹر! (ٹیلی فون کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر آتا ہے۔ ڈاکٹر مریض کے پاس ہائینے کی طرح سونگھتا ہوا پہنچتا ہے)

سیکرٹری:- ڈاکٹر صاحب..... سر کو کیا ہو گیا ہے۔؟

ڈاکٹر:- (سٹیتھوسکوپ لگاتا ہے) انہیں کوئی شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے...... سیکرٹری؟

سیکرٹری:- یس۔ ڈاکٹر یس:!

ڈاکٹر:- مرض؟

سیکرٹری:- سوچنا۔

ڈاکٹر:- (ہنستا ہے) سوچنا! آہا۔ میں ابھی ایک انجکشن لگاتا ہوں۔ سب ٹھیک ہو جائیگا۔

سیکرٹری:- کس چیز کا انجکشن سر؟

ڈاکٹر:- اِس انجکشن میں سوچنے کے سات کروڑ ذرات ہیں۔

سیکرٹری:- سات کروڑ ذرات؟

ڈاکٹر:- (انجکشن لگا کر) ابھی پانچ منٹ میں ہوش آجائے گا خدا حافظ..... سیکرٹری۔ خدا حافظ (ڈاکٹر جاتا ہے)

(یکدم ظاہر تڑک سے اٹھتا ہے اور خوشی سے نعرہ لگاتا ہے)

ظاہر:۔ سیکرٹری!

سیکرٹری:۔ لیس سر!

ظاہر:۔ آؤ سوچیں!

سیکرٹری:۔ سوچیں؟

ظاہر:۔ آؤ مل کر سوچیں۔

سیکرٹری:۔ سر کس پر سوچیں۔

ظاہر: اُمت پر۔

ظاہر:۔ اپنی اُمت پر۔

ظاہر:۔ اُمت پر۔؟

سیکرٹری:۔ اُمت پر۔

سیکرٹری:۔ یہ اُمت روایات میں کھو گئی۔

ظاہر:۔ یہ اُمت سوالات میں کھو گئی۔

سیکرٹری:۔ یہ اُمت جوابات میں کھو گئی۔

ظاہر:۔ یہ اُمت تضادات میں کھو گئی۔

سیکرٹری:۔ یہ اُمت خرافات میں کھو گئی۔

ظاہر:۔ (روتے ہوئے) یہ اُمت فسادات میں کھو گئی۔

سیکرٹری:۔ (روتے ہوئے) یہ اُمت شروعات میں کھو گئی۔

(اب سیکرٹری اور ظاہر میں مقابلے کے طور پر یہ مکالمے نثر میں بولے جاتے ہیں۔)

سیکرٹری:۔ بکواسیات۔

ظاہر:- اصلاحات -

سیکرٹری :- مراعات -

ظاہر:- حوالات -

سیکرٹری :- معاہدات -

ظاہر:- واہیات -

سیکرٹری :- مفروضات -

ظاہر:- جنسیات -

سیکرٹری :- عطریات -

ظاہر:- نفسیات -

سیکرٹری :- خطابات -

ظاہر:- ڈالرات -

سیکرٹری : مفادات -

ظاہر:- مفادات -

سیکرٹری :- یہ اُمت مفادات میں کھو گئی - (اب گانا دوبارہ شروع ہوتا ہے) یہ اُمت فسادات میں کھو گئی -

ظاہر:- یہ اُمت خرافات میں کھو گئی -

سیکرٹری :- یہ امت حواسات میں کھو گئی -

ظاہر:- یہ اُمت شرابات میں کھو گئی -

دونوں :- (روتے ہوئے) یہ اُمت روایات میں کھو گئی..... کھو گئی .... کھو گئی ......

——(فیڈ آؤٹ)——

ایکٹ ۲

سیٹ نمبر ۳۔

سنیک بار، ہلکا میوزک جو بعد میں گانے کے میوزک میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یکدم کستی کے ہنسنے کی آوازیں جس کے بعد کستی سیٹیج پر بھاگتی ہوئی داخل ہوتی ہے۔ کستی کے پیچھے ٹم ہے۔ ٹم کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی سٹاپ واچ ہے۔ دونوں جیسے آنکھ مچولی کھیل رہے ہوں۔

کستی :- (گاتے ہوئے) امتحاں لو! مرے عشق کا امتحاں لو!

مری زندگی میری جاں لو!

مرے عشق کا امتحاں لو!

ٹم :- (گاتے ہوئے) عشق کا امتحاں لوں ؟

ترے عشق کا امتحاں لوں !؟

کہاں لوں ؟

کہاں لوں ؟

ترے عشق کا امتحاں میں کہاں لوں ؟

کستی :- یہاں لو! وہاں لو!

جہاں بھی کہو تم وہاں لو!

مرے عشق کا امتحاں لو!

مرے عشق کا امتحاں۔

(دونوں سٹیج کے درمیان بیٹھ جاتے ہیں)

ٹم :- (سٹاپ واچ اونچی کر کے۔ میوزک کی نئی طرز کے ساتھ) بولو۔

کیا تم زندہ رہ سکتی ہو؟

اپنی کار کے بغیر؟

کسّی :- نو!

ٹم :- ہینڈ مرر کے بغیر؟

کسّی :- (سر ہلا کر) نو۔

ٹم :- ایر کنڈیشنر کے بغیر۔؟

کسّی :- نو!

ٹم :- اپنی لپ سٹک کے بغیر۔؟

کسّی :- نو!

ٹم :- (اب تیز اونچی آواز میں) اپنی گاگلز کے بغیر۔؟

کسّی :- نو!

ٹم :- اپنے پرس کے بغیر۔؟

کسّی :- (زور سے) نو!

ٹم :- اپنے ٹامی کے بغیر۔؟

کسّی :- نو!

ٹم :- اپنی پوسی کے بغیر۔؟

کسّی :- نو!

ٹم :- (اپنی طرف اشارہ کرکے) اپنے ممّی کے بغیر؟

(وقفہ)

کِستی :- (نہایت سکون سے) لیس! (کِسی یہ کہہ کر بھاگتی ہے۔ ٹم سٹاپ واچ کو ہلا کر دیکھتا ہے۔ ایسے جیسے سٹاپ واچ بند ہو گئی ہو۔ اس کے بعد دوبارہ کِستی کے پیچھے بھاگتا ہے۔ کِستی کی آواز سٹیج سے باہر دُور سے سنائی دیتی ہے۔ مرے عشق کا امتحاں لو!)

(فیڈ آوٹ)

فیڈ ان۔

وہی سیٹ نمبر ۳

(اب سنیک بار پر ایک بیرا ایک مگ صاف کر رہا ہے۔ بیک گراؤنڈ میں مغربی موسیقی کی کوئی دُھن بج رہی ہے۔ یکدم موٹر سائیکلوں کی نہایت تیز اور بلند آواز آتی ہے۔ آواز یکدم بند ہوتی ہے۔

(وقفہ)

سٹیج پر نکی، گوگو، مانے، زیرو، نیلیا، کنٹی، ممی، لولوا اور ٹم داخل ہوتے ہیں۔ سب سروں سے کریش ہلمٹ اتارتے ہیں اور کافی کا آرڈر دیتے ہیں۔)

کنٹی :- (کافی پیتے ہوئے) اوہ اِٹ واز فن! سپیڈ میکز لو ریلیس!

مانے :- دھک! دھک! دھک!

گوگو :- یہ آدھے لوگ سڑک کے اس طرف اور آدھے دوسری طرف کیوں جاتے ہیں؟

مانے :- کیوں جاتے ہیں؟

گوگو:۔ پتہ نہیں۔

مانے:۔ آدھے لوگ اِس طرف اور آدھے اُس طرف اس لئے جاتے ہیں کہ اِس طرف والے اُس طرف اور اِس طرف والے اُس طرف کو نہیں جانتے!

گوگو:۔ پھر؟

مانے:۔ پھر کیا؟

گوگو:۔ اس طرف والے اِس طرف اور اُس طرف والے اس طرف!

مانے:۔ دونوں اِس طرف اور اُس طرف میں تقسیم رہتے ہیں۔

(موٹر سائیکل کی آواز۔ جم داخل ہوتا ہے۔ اُس کے مُنہ پر خراش ہے)

سب لوگ:۔ ہائی جم!

جم:۔ (خاموشی سے مُنہ لٹکا کر کھڑا ہو جاتا ہے)

مانے:۔ تمہارا منہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟

گوگو:۔ جم! اینی پرابلم۔؟

جم:۔ میری سوتیلی ماں میرا سب سے بڑا پرابلم ہے۔

مانے:۔ آہ بڑا خوبصورت پرابلم ہے۔

جم:۔ وہ گنجا سوّر نہ جانے اس پر کیسے عاشق ہو گیا تھا؟

گوگو:۔ کون گنجا سوّر؟

جم:۔ میرا ڈیڈی! جس کو وہ ہمیشہ اپنے پرس میں بند رکھتی ہے۔ پرس جو ہر وقت اُس کی چھاتیوں کے درمیان رہتا ہے۔

کنی:۔ (بچوں کی طرح ہنستی ہے) ہی ہی ہی!

مانے :۔ جم تیرا باپ ہارڈ کیش ہے ہارڈ کیش! تیری ممی اُسے بالکل ٹھیک جگہ رکھتی ہے۔

(وقفہ)

جم :۔ آج ناشتے پر جھگڑا ہو گیا۔

گوگو :۔ پھر جھگڑا ؟

جم :۔ آج اِس کتیا نے مجھ پر کانٹے سے حملہ کیا۔

کنٹی :۔ کانٹے سے حملہ ؟

جم :۔ اگر بٹلر بیچ میں نہ آتا تو میرا دایاں گال غائب تھا!

گوگو :۔ اوہ ہاؤ کرڈل!

مانے :۔ تیرا ڈیڈی اس وقت کہاں تھا ؟

جم :۔ سامنے بیٹھا سوپ پی رہا تھا۔

کنٹی :۔ اُس نے کچھ نہ کہا ؟

جم :۔ مجھے پچاس کا نوٹ دے کر کہنے لگا آج ناشتہ باہر کر لینا! ہونہہ۔

(سب ہنستے ہیں)

مانے :۔ جم تیری ماں کی عُمر کیا ہوگی ؟

جم :۔ چالیس ۴۰ سال۔

مانے :۔ ویسے لگتی بالکل لولیتا ہے۔ (آواز بدل کر جنسی لہجے میں گاتے ہوئے) لو۔ لی۔ تا!

جم :۔ میرا ڈیڈی اُسے پتہ ہے کیا کہتا ہے ؟

(سب منتظر ہو کر جیسے پوچھتے ہوں! "کیا کہتا ہے ؟")

میرا ڈیڈی (ہنستا ہے اِدھر اُدھر دیکھ کر یکدم) میرا ڈیڈی اُسے بے بی کہتا

بے بے بی! (سب ہنستے ہیں۔ جم اٹھتا ہے اور اپنے باپ کی نقل اتارتا ہے)

بے بی! ہاؤ سویٹ بے بی!..... بے بی! (جم اپنے ماں باپ کے اس سین کو مائم کرتا ہے۔ اس کے پیچھے میوزک بجتا ہے.......)

اوہ لز! یو فول..... ڈونٹ سپوائل مائی ہیئر!..... بے بی آئی ایم کریزی! آئی ایم کریزی..... (چومنے چاٹنے کی آوازیں نکالتا ہے۔ سب لوگ ہنستے ہیں)

(وقفہ)

(اب سب لوگ جیسے جامد ہو جاتے ہیں انکی آوازیں جیسے نیند میں آ رہی ہوں)

ٹم :۔ ہم سب کو کرائے کی ماؤں نے پالا ہے۔

کنٹی :۔ ہم سب کے منہ میں خشک دودھ کا ذائقہ ہے۔

گوگو :۔ جب ہم پیدا ہوئے تو وہ چلی گئیں۔

مانے :۔ کلبوں، ہوٹلوں اور پارکوں میں۔

جم :۔ ہوٹلوں اور پارکوں میں۔

مانے: وہ ہر روز اندھیرے کی شہوت میں ننگی ہوتی ہیں۔

گوگو :۔ ہم ان کی روحوں کا بلو پرنٹ ہیں۔

جم :۔ گھسا ہوا فحش بلو پرنٹ!

مانے :۔ ان کی نافوں میں سانپ!

کنٹی :۔ سانپ کے ڈنک۔!

جم :۔ سانپ سرسراتے ہیں۔

مانے :۔ ننھے زہر کو چوستے ہیں۔

جم :- ہم سانپوں کا ڈنک ہیں۔

مانے :- وہ بوڑھے خصی سیٹھوں، معزز دلالوں اور حاکموں کے لئے ننگی ہوتی ہیں

سب :- ننگی ہوتی ہیں۔ ننگی ہوتی ہیں۔

(یکدم مجمع سے ایک لڑکا تیزی سے باہر نکلتا ہے اور شور مچاتا ہوا میز پر چڑھ جاتا ہے)

لڑکا :- (میز پر چڑھتے ہوئے) بے بی!...... بے بی.... آئی۔ ایم۔ کریزی!......

یو لٹل کٹی!...... واواہ...... واواہ....... شی شی!...... ہرا! ہرا! کم

آن...... کم......

سب :- (میز کے گرد جمع ہو جاتے ہیں)...... ہے! ہے! ہے.... ہرا! ہرا!

لڑکا :- میز پر چڑھتا ہے جس کے ساتھ ہی میوزک شروع ہوتا ہے۔ اس میوزک کے ساتھ

لڑکا سٹرپ ٹیز ——— کا مائم سیکسی کرتا ہے۔ میوزک نہایت

ہے۔ سب لڑکے سیٹیاں بجاتے ہیں اور فحش لہجوں میں چیختے ہیں۔ اس سین کے دوران

مختلف لڑکے بوڑھے خصی سیٹھوں، حاکموں اور معزز شہریوں کے روپ دھار کر سٹرپ

ٹیز کرنے والے لڑکے کے ساتھ مختلف حرکتیں کرتے ہیں۔ ایک لڑکا عینک پہن کر ایک

بوڑھے آدمی کے روپ میں سٹیج پر چڑھ جاتا ہے اور سٹرپ ٹیز کرنے والے کے

پیچھے بھاگتا ہے۔ اس کی عینک اتر جاتی ہے اور وہ اندھوں کی طرح ادھر ادھر

ہوا میں ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ ایک خاص کلائمکس پر آکر سین فیڈ آؤٹ ہو جاتا ہے)

فیڈ ان۔

سیٹ نمبر ۳

(بہت سے لڑکے لڑکیاں سنیک بار میں بیٹھے ہیں۔ کچھ اس طرح کھڑے ہیں جیسے

کسی کا انتظار کر رہے ہوں۔ ایک لڑکا جو غالباً ماننے ہے اناؤنسر کا کردار ادا کر رہا ہے)

اناؤنسر :۔ سب لوگ پیچھے پیچھے ہٹ جائیں۔ خواتین و حضرات اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں اپنی سانسیں روک لیں۔ آنکھیں مت جھپکیں وہ کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ فی الحال وہ بہت سے لوگوں میں گھرا ہوا ہے۔ اُسے لوگ سبز باغ میں گھیرے ہوئے ہیں۔ سبز باغ میں سب لوگ لمبے لمبے درخت بن کر اُس کے سر پر لٹک رہے ہیں۔ خاموشی!۔۔۔۔ بالکل خاموشی! سب لوگ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں۔ شہزادے کے گرد بہت سے انسانوں کے درختوں کے جھنڈ ہیں۔ درختوں پر خوابوں کے بڑے بڑے پھول لٹک رہے ہیں۔ شہزادہ خوابوں کے پھول توڑ رہا ہے۔ وہ آج بہت خوش نظر آ رہا ہے۔ باغ میں چاروں طرف نیند کی دھند ہے۔ کچھ کچھ دیر بعد میں اُسے دیکھ سکتا ہوں۔

ٹھہرئیے! اب شہزادہ باہر آ رہا ہے۔ سبز باغ سے باہر سڑکوں پر بڑے بڑے قمقموں پر لڑکیوں کے بال بچھے ہوتے ہیں۔ دوکانوں کے شوکیسوں میں عورتوں نے اپنے دھڑ سجا کر رکھے ہوتے ہیں۔ اس کے قدموں میں مضبوط جسموں کی کھال سے بنے ہوتے قالین بچھے ہوئے ہیں۔ وہ بڑے سکون سے ہماری طرف آ رہا ہے۔۔۔ اب اُسے کچھ بچوں نے گھیر لیا ہے۔ بچوں کے ہاتھوں میں شفاف روحوں کے سفید پھول ہیں۔۔۔۔۔ مستقبل کے پھول شہزادہ سونگھ رہا ہے۔۔۔۔۔۔ بچوں کو ہٹا لیا گیا ہے۔ بچے مسکراتے ہوتے ٹین کے ڈبوں میں بڑی تیزی سے پیک ہو رہے ہیں۔ وہ بڑے خوش ہیں انہوں نے نہا دھو کر اچھے اچھے کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ دوکاندار بڑے سلیقے سے انہیں ٹین کے ڈبوں میں بند کر کے مہریں لگا رہے ہیں۔ شہزادہ مضبوط جسموں کی

کھال سے بنے ہوئے قالین پر آگے بڑھ رہا ہے۔

خواتین و حضرات! شہزادہ ...... آگے بڑھ رہا ہے۔ ہماری طرف۔ اپنی اپنی جگہوں پر سانسیں روک کر بیٹھ جائیں۔ اپنی آنکھیں مت جھپکیں وہ کسی وقت بھی آسکتا ہے ...... دی پرنس از ہیئر ...... !

(شاہد آتا ہے۔ اُس کے آتے ہی سب لوگ قطاروں میں کھڑے ہوجاتے ہیں۔)

مانی :۔ شاہد آرہا ہے۔

گوگو :۔ دی پرنس از ہیئر!

مسخرہ :۔ ——————

(شاہد آتا ہے۔ یہ ایک کمزور سا بوھمین لڑکا ہے جس کے چہرے پر ایک نمایاں داغ ہے۔ جوں ہی وہ سٹیج پر داخل ہوتا ہے۔ گوگو آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ چومتی ہے)

گوگو :۔ یور میجسٹی!

شاہد :۔ آخ۔ تمہارے ناخن اتنے لمبے کیوں ہیں؟

مسخرہ :۔ آپ کی کھجلی کے لئے جہاں پناہ۔

وزیر :۔ یور ہائی نس آپ اپنے تخت پر تشریف رکھیے۔

مسخرہ :۔ آپ کے بغیر تخت خالی ہے۔

وزیر :۔ اور تخت خالی نہیں رہنا چاہیے۔

مسخرہ :۔ چاہے اُس پر میں ہی کیوں نہ بیٹھا ہوں۔

(سب لوگ ہنستے ہیں۔ چند لمحوں بعد مارشل میوزک بجتا ہے۔ جس کے ساتھ ایک لڑکا جج کے روپ میں شاہد کے قریب آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب تمام سین حلف

وفاداری کی تقریب میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ ماحول پر انتہائی سنجیدگی طاری ہوجاتی ہے اور لوگ احتراماً اپنے سر جھکا لیتے ہیں۔ جج ایک بڑا سا SCROLL کھولتا ہے اور پڑھتا ہے۔

جج :- لالالا!

شاہد :- (دہراتا ہے) لالالا!

جج :- لا بہ لب، لبیلا۔

شاہد :- لا بہ لب، لبیلا۔

جج :- لا دلا، لا دویلا۔ ویلا۔

شاہد :- لا۔ دلا، لا ویلا، یلا۔

جج :- لا بہ حیلہ تیل، لا بہ تربیلا نہلا دہلہ۔

شاہد :- لا بہ حیلہ، لا بہ نہلا دہلہ۔

جج :- لا بہ شملہ شمول بنگلہ۔

شاہد :- لا بہ شملہ شمول بنگلہ۔

جج :- (لوگوں سے مخاطب ہوکر) لا بہ حیلہ بنگلہ، بہ حیلہ شملہ بہ حیلہ بنگلہ۔

شاہد :- (زیرِ لب دہراتے ہوئے) لا بہ حیلہ بنگلہ، بہ حیلہ شملہ بہ حیلہ بنگلہ۔

(اب نہایت بلند میوزک شروع ہوتا ہے جس کے ساتھ تالیاں بجائی جاتی ہیں اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لڑکیاں رقص کرتے ہوئے شاہد کے سامنے آتی ہیں اور رقص میں اپنی آنکھیں، ہاتھ اور ذہنیتیں پیش کرنے کا مائم کرتی ہیں)

وزیر :- (تالی بجاتا ہے) ویٹر! مینو!

ویٹر :- (مینو لاکر شاہد کے سامنے رکھتا ہے)

شاہد:۔ (بلند آواز میں پڑھتا ہے) ڈیوائن سوپ، اٹیرنٹی سوپ، چاپڈ ہارر، گرلڈ رئیلٹی، وائینرٹوز، ہیومن بیسلڈ، فرائیڈ سول، ڈریم جیلفریزی۔

(خموشی۔)

شاہد:۔ (ہاتھ میں مینو لے کر اٹھتا ہے) میرے طالب علمو! میرے دانش ورو! میرے مزدورو! میرے ہاتھ سے کام کرنے والو! پیروں سے کام کرنے والو! نیچے سے کام کرنے والو! اوپر سے کام کرنے والو! دائیں طرف سے کام کرنے والو! بائیں طرف سے کام کرنے والو!

کیا ہم سودا بازی کریں گے؟

سب:۔ نہیں۔

شاہد:۔ ہم سودا بازی نہیں کریں گے۔ (یہ کہہ کر مینو پھاڑ دیتا ہے اور باہر چلا جاتا ہے۔ لوگ تالیاں بجاتے ہیں)

وزیر:۔ ویل پرفارمڈ یور ایکسی لینسی! کم بیک!

(شاہد تالیوں کے شور میں واپس آتا ہے۔ اس کے آتے ہی دو خواتین آگے بڑھتی ہیں۔ یہ گوگوا ور کنٹی ہیں)

یور میجسٹی (شاہد تخت پر بیٹھتا ہے)

گوگو:۔ یور میجسٹی کل آپ کی سال گرہ ہے۔ میں آپ کے لئے دل کا تحفہ لاؤں گی۔

کنٹی :۔ یہ ملکہ نقلی ہے۔ اصلی ملکہ میں ہوں۔ میں آپ کی چوبیسویں سال گرہ پر اپنی روح کا تحفہ
لاؤں گی۔

گوگو :۔ یور میجسٹی یہ ملکہ نقلی ہے۔ تاش کا پتہ ہے۔ چڑیا کی بیگم ہے۔ میرا دل آپ کا تحفہ
—— یور ہائی نس! یہ کتے کی ملکہ ہے۔

کنٹی :۔ یور ہائی نس! یہ ربر کی ملکہ ہے پلاسٹک کی بنی ہوئی۔ اصلی ملکہ میں ہوں۔ میری
روح آپ کا تحفہ۔

گوگو :۔ ملکہ میں ہوں۔

کنٹی :۔ ملکہ میں ہوں۔

مسخرہ :۔ گاڈ سیو دی کنگ۔

گوگو :۔ یہ بادشاہ میرا ہے۔

کنٹی :۔ یہ بادشاہ میرا ہے۔

گوگو :۔ یہ بادشاہ میرا ہے۔

(دونوں لڑتے لڑتے سٹیج کے آگے کی طرف آتی ہیں۔ درمیان میں مسخرہ چلتا
جاتا ہے۔ آخر میں یک دم انہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ مسخرے کے لئے لڑ رہی ہیں۔ دونوں
ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہیں اور مسخرے کو چھوڑ کر واپس تخت کی
طرف آجاتی ہیں۔)

وزیر :۔ یور ہائی نس۔

(سگریٹ پیش کرتا ہے۔ بادشاہ سگریٹ سلگاتا ہے)

شاہد :- ہائی - ہائی - ہائی -

سب :- ہائی -

(سب لوگ ایک سگریٹ کا باری باری کش لگاتے ہیں)

شاہد :- آؤ دھوئیں میں بھاگیں -

وزیر :- دھوئیں سے ایک دوسرے کو باندھیں -

مسخرہ :- دھوئیں کا محل - دھوئیں کا تاج -

ایک :- دھوئیں کا بادل ، دھوئیں کی بارش -

دوسرا :- دھوئیں کی پھانسی - دھواں (اب سب مل کر گاتے اور رقص کرتے ہیں)

آؤ دھوئیں میں بھاگیں -
آؤ دھوئیں میں دھوم مچائیں -
آؤ دھوئیں میں بھاگیں -
آنکھ کو اندھا کر کے نیلے خواب کی کوکھ میں جاگیں -
آؤ دھوئیں میں بھاگیں -
سانس کی ساری گرہیں کھولیں -
آؤ رہائی پائیں -
گتے کے جسموں کو توڑیں -
روحوں میں کھو جائیں -
آؤ رہائی پائیں
آؤ دھوئیں میں دھوم مچائیں -

آؤ دھوئیں میں بھاگیں۔
ہم پتے ہیں توڑ کے لے کر جائیں تیز ہوائیں۔
لمحوں کے پیڑوں سے ٹکتی خوابوں کی گھپائیں۔
جسم ہے اک پرچھائیں۔
اس سے رہائی پائیں۔
آؤ دھوئیں میں دھوم مچائیں۔
دھوم مچائیں بھاگیں۔

(فیڈ آؤٹ)

سیٹ نمبر ا

(وہی پہلا والا سین، رپورٹر اور فوٹوگرافر کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔)

بیگم:۔ (ایک کتاب بند کرتے ہوئے) یہ تھے میری سوانح عمری کے چند واقعات اب میں آپ کو......

رپورٹر:۔ بیگم صاحبہ آپ کی سوانح عمری جون آف آرک اور فلورنس نائٹ انگیل کی زندگی سے زیادہ متاثر کن ہے۔ اب اجازت دیجئے۔

بیگم:۔ اوہ مسٹر بے طوط۔ آپ تشریف رکھئے نا۔ میرے پاس بیٹھئے۔ ابھی تو میں نے آپ کو کچھ ذاتی باتیں بتانا ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک پرائیوٹ سیشن۔

رپورٹر:۔ وہ پھر کبھی سہی بیگم صاحبہ۔ اب اجازت دیجئے۔

بیگم:۔ (بالکل قریب آکر) آپ کس قدر IMPATIENT ہیں۔ ہیں نا! ابھی تشریف رکھئے نا۔ آپ لوگ کس قدر سلجھے ہوئے اور مہذب لوگ ہیں سب بے طوط صاحب

میں نے آپ کی لکھی ہوئی تحریریں کئی بار پڑھی ہیں۔ جب کبھی رات کو نیند نہیں آتی۔ میں آپ کی تحریریں پڑھتی ہوں۔

رپورٹر:۔ (اٹھنے کی کوشش کرتا ہے)

بیگم:۔ مجھے آپ کے افسانوں سے عشق ہے۔ عشق! (بیٹھتی ہے) میرا جی چاہتا ہے میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر گھنٹوں باتیں کرتی رہوں۔ کاش میں بھی آپ کے افسانوں کا ایک کردار بن سکتی۔ میں بھی امارٹل ——— ہو سکتی

رپورٹر:۔ بیگم صاحبہ۔ نوازش۔ جی۔ شکریہ۔

بیگم:۔ تمہارے افسانوں میں کس قدر درد ہوتا ہے۔ رومانس ہوتا ہے۔ تم یقیناً ایک Sensitive آدمی ہو۔

رپورٹر:۔ جی۔ جی!

بیگم:۔ (فوٹوگرافر کی طرف) اور تم مسٹر نقش! آہ تمہاری کھینچی ہوئی تصویروں سے مجھے بے حد Interest ہے۔ تم نے غالباً خزاں کی تصویر کھینچی تھی۔ آہ اُسے دیکھ کر مجھے کیٹس کی نظم یاد آجاتی۔ ہاؤ آرٹسٹک۔

(اٹھ کر علیحدہ ہوتی ہے اور پر والے تمام مکالموں کے دوران ہم دیکھتے ہیں کہ بیگم دونوں کو کرسیوں کے ساتھ باندھ دیتی ہے) تم دونوں کتنے گریٹ ہو۔

رپورٹر اور فوٹوگرافر:۔ (یکدم اٹھتے ہیں لیکن گر پڑتے ہیں) آہ۔

بیگم:۔ تم یہاں سے اب کبھی نہیں جا سکتے۔ اب میں تمہیں سوانح عمری کا دوسرا باب سناتی ہوں۔ (میوزک)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔

کار کی آواز۔ سٹیک بار کا سیٹ۔

سیماں اور فریڈی داخل ہوتے ہیں۔ سیماں جلدی جلدی آگے جاتی ہے۔

فریڈی :۔ ——— Don't leave me alone میرے پاس بڑے Seductive traps ہیں۔

سیماں :۔ ہنٹنگ ——— کے علاوہ بھی کوئی بات کیا کرو۔

فریڈی :۔ دیکھو (traps نکالتے ہوئے) یہ ایک جرمن ہنٹر کی invention ہے۔ ہرنوں کو پکڑنے کے لئے۔ اوہ آئی لو اٹ۔ یہ دیکھو (ٹریپ دکھاتا ہے) یہ جو پوائنٹ ہے یہ ہرن کے آتے ہی کھڑک سے باہر کو آجاتا ہے اور ہرن کے پاؤں اس شکنجے میں آتے ہیں (ٹریپ پھینکتے ہوئے اور سیماں کو باہوں میں لیتے ہوئے) بالکل جیسے تم میرے بازوؤں میں You are traped !..... (سیماں تڑپتی ہے) آ..... آ.....

(سیماں چل کر ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے۔)

سیماں :۔ فریڈی۔

فریڈی :۔ ہوں ؟

سیماں :۔ فریڈی کل پارٹی پہ سب پتہ ہے کیا کہہ رہے تھے۔؟

فریڈی :۔ کیا۔

سیماں :۔ کہ ہم دونوں کا Couple بہت گرینڈ لگتا ہے۔

فریڈی :۔ آہ! پرسوں بھی ایک پارٹی میں سب یہی کہہ رہے تھے۔

سیماں :۔ پرسوں کب ؟

فریڈی :- جب میں کنٹی کے ساتھ تھا۔

سیماں :- کنٹی کے ساتھ؟

فریڈی :- ہاہا! جیلس؟ ہاں؟

سیماں :- (یکدم جھینپ کر) اوہ وائی شڈ آئی؟ آئی ٹرسٹ یو!

فریڈی :- گڈ گرل!

سیماں :- فریڈی؟

فریڈی :- ہوں!

سیماں :- When are we going to be married?

فریڈی :- Married?

سیماں :- (سر سے ہاں کہتی ہے)

فریڈی :- ہماری شادی تو ہمیشہ سے ہوئی ہے۔ (ہنستا ہے)

سیماں :- پلیز فریڈی بتاؤ نا۔

فریڈی :- اوہ مجھ سے زیادہ Seductive تو تمہارے پاس ہیں traps! صرف نظر نہیں آتے۔

سیماں :- کیا مطلب؟

فریڈی :- یہی شادی کا۔ ٹریپ

سیماں :- اوہ فریڈی!

فریڈی :- لیکن ڈارلنگ اگر شکار ہوشیار ہو جائے تو شکاری اپنے ٹریپس میں خود ہی پھنس جاتا ہے۔ بٹ۔ ڈارلنگ۔ You look sweeter without traps

سیماں :- فریڈی پلیز کبھی تم مجھے Seriously بھی لیا کرو۔

فریڈی :۔ میں نے تمہاری خوب صورتی کو ہمیشہ Seriously لیا ہے۔

سیماں :۔ فریڈی تم ایک stranger کی طرح چند لمحوں کے بعد ہمیشہ کے Oblivion میں تحلیل نہیں ہوسکتے۔ ہمیں آخر ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔

فریڈی :۔ کوئی کسی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا۔ سلّی گرل۔ ہم صرف مومنٹ ٹو مومنٹ پیو کرتے ہیں۔ شادی ایک سوشل کانٹریکٹ ہے۔ ایک ڈیل ہے۔ ایک involvement ہے اور میں اس قسم کی کوئی ڈیل نہیں کرسکتا۔ میرا کام تو لوگوں کو Involve کرنا ہے (ٹریپ بند کرتے ہوئے) اور بس ! I am a free man

سیماں :۔ لیکن میں ؟ میں فریڈی ؟

فریڈی :۔ اوہ۔ مجھے آج تک لڑکیوں کی سمجھ نہیں آئی۔ لڑکی میرے لئے ناشتے کے بعد کا سگرٹ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

سیماں :۔ اوہ مائی گاڈ —— فریڈی یہ تم کیا کہہ رہے ہو ؟

فریڈی :۔ بھوک میں آدمی کی عقل —— ماری جاتی ہیں۔ کھانے کو کچھ آرڈر کرو۔

سیماں :۔ I hope you did not mean all that ?

(سیماں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے اور پھر بیرے کو آواز دیتا ہے)

فریڈی :۔ ویٹر !

(باہر سے موٹر سائیکلوں کی آواز آتی ہے)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔

سیٹ نمبر ا۔

(صبح کا وقت۔ بیگم ناشتہ کر رہی ہے ساتھ اخبار پڑا ہے۔ جونہی سیٹ روشن ہوتا ہے۔ ہم بٹلر کو دیکھتے ہیں کہ وہ رپورٹر کی شیو بنا کر آفٹر شیو لوشن لگا رہا ہے۔ فوٹو گرافر اور رپورٹر کے سامنے چائے پڑی ہے۔ بٹلر دونوں کے گلے میں اپرن لگاتا ہے اور پھر دے کر چلا جاتا ہے۔ دونوں Straw سے چائے پیتے ہیں)

بیگم :۔ وہ اسی قسم کی ایک خوش گوار صبح تھی۔ لارڈ بڈمیٹ کی رولز رائس میرے پورچ میں آکر کھڑی ہوئی۔ لارڈ باہر نکلا۔ میں ابھی اپنے بیڈ روم میں تھی وہ یہاں اس کمرے میں دوپہر تک انتظار کرتا رہا۔ جب میں اس سے ملنے کے لئے باہر نکلی تو اس نے کہا اس کے الفاظ ابھی تک مجھے یاد ہیں۔ وہ جمائی لیتے ہوئے کہنے لگا۔

"My sun has risen now !"

(ظاہر داخل ہوتا ہے۔ اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا۔ ظاہر بیگم کے سامنے آتا ہے لیکن بیگم کوئی نوٹس نہیں لیتی بلکہ بولتی جاتی ہے۔ ظاہر کبھی کھانستا ہے کبھی عجیب و غریب حرکتیں کرتا ہے کہ بیگم دیکھے لیکن بیگم نہیں دیکھتی)

بیگم :۔ لارڈ بڈمیٹ مجھے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں غلط ملک میں پیدا ہوئی ہوں۔ مجھے اس نے کئی بار انگلستان آنے کی دعوت دی لیکن میں نے اپنا وطن چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا میری پہلی ملاقات پر مجھ سے صرف اتنا کہا۔

My new foundland my America!

ظاہر :۔ (میز پر زور سے مکہ مارتے ہوئے) ہیلو! گڈ مارننگ۔

بیگم :۔ بٹلر! (انتہائی غصے سے) تم بغیر اجازت کے لوگوں کو گھر میں کیوں گھسنے دیتے ہو۔ یو آر فائرڈ!

ظاہر:۔ (گھبرا کر) اوہ ڈارلنگ!

بیگم :۔ شٹ اپ (بٹلر داخل ہوتا ہے) بٹلر! ٹل ہم لوگٹ آؤٹ۔ یہ کون ہے۔؟

ظاہر:۔ ڈارلنگ!

بیگم :۔ او شٹ اپ۔ کون ہے یہ اِل مینرڈ؟ ایڈیٹ۔

بٹلر :۔ میڈیم۔ یہ ۔۔۔۔۔۔

بیگم :۔ کھڑے کیوں ہو۔ تھرو ہم آؤٹ۔

بٹلر :۔ یہ آپ کے۔

بیگم :۔ واٹ؟

بٹلر:۔ آپ کے ھذبنڈ!

بیگم :۔ ھذبنڈ؟

ظاہر:۔ یس ڈارلنگ یوُر ھذبنڈ۔

بیگم :۔ (اپنے آپ سے) ھذبنڈ؟ کیا نام؟

ظاہر:۔ ڈارلنگ۔ نام؟

بیگم:۔ کیا نام؟

ظاہر:۔ (نام یاد کرتا ہے)۔۔۔ پتہ نہیں ڈارلنگ۔۔۔۔ ایک سیکنڈ۔ بٹلر۔

بٹلر:۔ یس سر!

ظاہر:۔ ہمارا نام کیا ہے؟

بٹلر:۔ سر۔۔۔۔ ظاہر ڈی۔۔۔۔

ظاہر:۔ (بہت اونچی) سر ظاہر ڈی ہیگ۔ سر ظاہر ڈی ہیگ۔

بیگم :- اوہ- ظاہر ڈیر- آؤ بیٹھو- تم نے ابھی بریک فاسٹ نہیں کیا ؟

ظاہر :- تھینک یُو..... تھینک یُو-

بیگم :- ڈارلنگ دراصل میں ان کو اپنی بائیوگرافی سنا رہی تھی-

ظاہر :- (چونک کر) کیا ؟

بیگم :- بائیوگرافی-

ظاہر : اوہ مائی گاڈ-

بیگم :- کیا ہوا ؟

ظاہر :- ڈارلنگ..... اپنی بائیوگرافی-؟

بیگم :- ہاں ! اپنی بائیوگرافی-

ظاہر :- ڈارلنگ.....You must behave

بیگم :- کیا ؟

ظاہر :- ڈارلنگ.....تم ان کو یہ بتا رہی ہو کہ تم کون ہو ؟

بیگم :- میں کون ہوں ؟

ظاہر :- ڈارلنگ تم ان کو یہ بتا رہی ہو کہ تم کون ہو- اگر یہ بائیوگرافی چھپ گئی تو Ban ہو جائے گی- ہم پر مقدمہ چلے گا- اوہ گاڈ-

بیگم :- ظاہر تم مجھ سے جلتے ہو- تم مجھ سے نفرت کرتے ہو-

ظاہر :- اور تم مجھ سے-

بیگم :- بے شک-

ظاہر:۔ بے شک۔

بیگم :۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔

ظاہر:۔ لیکن ؟

ظاہر:۔ ہمارا رشتہ نفرت سے گہرا رشتہ!

بیگم:۔ ہمارا رشتہ نفرت سے گہرا رشتہ۔

ظاہر:۔ نفرت سے گہرا اور مضبُوط۔

بیگم :۔ گہرا اور مضبُوط۔

ظاہر:۔ دولت کا رشتہ۔

بیگم :۔ دولت کا رشتہ۔

ظاہر:۔ شہرت کا رشتہ۔

بیگم :۔ شہرت کا رشتہ۔

ظاہر:۔ شرافت کا رشتہ۔

بیگم :۔ شرافت کا رشتہ۔

ظاہر:۔ ہم ایک دوسرے کے بغیر کچھ نہیں۔

بیگم :۔ کچھ نہیں۔

ظاہر:۔ کچُھ نہیں۔

(ٹیلی فون کی گھنٹی۔ ظاہر فون لیتا ہے)

ظاہر:۔ سر! ایس سر! حکم کا غلام تاش کا پتہ...... سر! ایس سر! حکم کا محکوم تاش کا پتہ

...... سر! ایس سر!

دفون نیچے رکھتا ہے اور دہلیز پار کرنے کی اُسی طرح کوشش کرتا ہے جیسے کہ پہلے سین میں اب میوزک کے ساتھ جاتا ہے اور گر پڑتا ہے۔)

(فیڈ آوٹ)

فیڈ ان۔

سیٹ نمبر ۳۔

(سٹیج کے آگے کی طرف درمیان میں جم بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے پاؤں کے انگوٹھے پر ایک بڑا ابا ؤلر ہیٹ ہے جس سے وہ باتیں کر رہا ہے۔ ان باتوں کے دوران جب ہیٹ کا جواب آتا ہے تو پاؤں کو اُسی انداز سے ہلاتا ہے۔)

ہیٹ:۔ سنی! آج مجھے کھانے پر تمہارا انتظار رہا۔

جم:۔ ڈیڈ! مجھے ساری عمر تمہارا انتظار رہا۔

ہیٹ:۔ سنی مجھے تمہارے لمبے بال اچھے نہیں لگتے۔

جم:۔ ڈیڈ! مجھے تمہارا گنجا سر اچھا نہیں لگتا۔

ہیٹ:۔ سنی تم میرے ساتھ بزنس کرو۔

جم:۔ ڈیڈ! میں pimp نہیں ہوں۔

ہیٹ:۔ سنی تمہیں چڑیا گھر اچھا کیوں نہیں لگتا۔؟

جم:۔ ڈیڈ! میں تمہارا پالتو طوطا نہیں۔

ہیٹ:۔ سنی تمہیں manners کیوں نہیں آتے؟

جم:۔ ڈیڈ! میں بہروپیا نہیں۔

ہیٹ:۔ سنی تم بدتمیز ہو۔

جم :- ڈیڈ! میں منافق نہیں۔

ہیٹ :- تم Immoral ہو!

جم :- ڈیڈی میں سن ; پروف ربڑ کی تھیلی نہیں۔

ہیٹ :- چلو سرکس پر چلو۔

جم :- میں تمہارا پالتو کتا نہیں۔

ہیٹ :- شٹ اپ۔

جم :- یو شٹ اپ۔

ہیٹ :- باسٹرڈ

جم :- یو سٹنکنگ سوائن! ہا.....

(ہیٹ کو زور سے ہوا میں اچھالتا ہے۔ ہیٹ کو سنیک بار کے کاؤنٹر پر سجا دیا جاتا ہے۔ ایک عینک اس کے ساتھ رکھ دی جاتی ہے۔ اب سب لوگ ڈانس کرنا شروع کرتے ہیں۔ جم ہیٹ کے سامنے آکر اپنے پہلے مکالموں (ہیٹ کے ساتھ) کے مفہوم کو ڈانس اور مائم میں پیش کرتا ہے اور آخر میں ہیٹ کو غصے اور نفرت سے ٹھوکریں مارتا ہے۔ اس پر باقی لڑکے لڑکیاں بھی ہیٹ کو ٹھوکریں مارتے ہیں۔ اس پر ہنستے ہیں اور اس نئے ہیٹ کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں)

(وقفہ)

(مکمل خاموشی رہیٹ سٹیج کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ اس دوران میوزک بجتا ہے جیسے کسی جنازے پر)

جم :- Dad ! you are dead !

گوگو :- Dad ! you are deaf !

مانے :- Dumb !

جم :- ڈیڈ ! یو آر بنکچرڈ۔

مانے :- Worms are waiting

گوگو :- Don't be late for dinner

(اب جم اور گوگو ڈیڈی کی لاش کو اٹھانے کا مائم کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ سب لوگ یہ نرسری رائم گاتے ہیں)

سب :- Humpty dumpty
Sat on a wall
Humpty dumpty
Had a great fall
All the king's horses
And all the king's men
Could not put humpty
Together again

(یہ کہہ کر لاش کو زور سے ناظرین کی طرف ہال میں پھینک دیتے ہیں۔ چند لمحوں بعد ہال کی پچھلی طرف سے ایک دل دوز چیخ کی آواز آتی ہے اور پھر لاش کے گرنے کی)

(فیڈ آؤٹ)

سیٹ نمبر

فیڈ ان۔

بٹلر، رپورٹر اور فوٹو گرافر کے قریب کھڑا ہے۔ رپورٹر پانی کا گلاس ختم کر کے بٹلر کو دیتا ہے۔ بٹلر جانے لگتا ہے۔

رپورٹر :۔ ذرا سنئے۔

بٹلر :۔ یس سر۔

فوٹو گرافر :۔ میں آپ کے اخلاق سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے آپ جنیوا کنونشن کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

بٹلر :۔ (مسکراتا ہے) یس سر۔

فوٹو گرافر :۔ اور میں آپکے انسانی ہمدردی کے جذبے کی داد نہیں دے سکتا۔ آپ غالباً مارٹن لوتھر سے متاثر ہیں۔

بٹلر :۔ شکریہ۔

دونوں :۔ ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہیں۔

بٹلر :۔ شکر ادا کر اس کا بھائی
جس نے تیری گائے بنائی

رپورٹر :۔ جی ؟ ۔ اوہ جی جی ! آپ تو خاصے با ذوق ہیں۔

بٹلر :۔ شاید آپ کو علم نہیں کہ بیگم صاحبہ نے اس ملازمت کے لئے مجھے ہی کیوں منتخب کیا ؟

رپورٹر :۔ جی نہیں مجھے تو کوئی علم نہیں۔

بٹلر :- دراصل مجھے بیگم صاحبہ نے میرے اس ادبی ذوق کی وجہ سے یہاں ملازمت دی ہے۔
دن میں تین دفعہ مجھے تخلیہ کی اجازت ہے جس کے دوران میں فکرِ سخن کرتا ہوں۔

فوٹوگرافر :- واہ - واہ - تو گویا آپ ادب کا بے حد ذوق رکھتے ہیں۔

بٹلر :- آپ نے شاید عوام دین کا نام سنا ہو۔

رپورٹر :- عوام دین - واہ - کیوں نہیں صاحب کیوں نہیں - میں نے ان کا کلام کئی بار پڑھا ہے۔ ملنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا - ان کی ایک نظم تو مجھے بے حد پسند ہے۔

بٹلر :- شام کی گفتگو - ؟

رپورٹر :- نہیں نہیں شام کی گفتگو نہیں۔

بٹلر :- ایک دو تین - ؟

رپورٹر :- جی نہیں یہ بھی نہیں۔

بٹلر :- غالباً چڑیا گھر - !

رپورٹر :- جی جی ! بالکل چڑیا گھر۔

بٹلر :- وہ نظم میں نے اس گھر سے متاثر ہو کر کہی تھی۔

رپورٹر :- آپ نے ؟

بٹلر :- جی میں نے۔

رپورٹر :- تو گویا .... آپ .... ؟

بٹلر :- جی ہاں مجھے ہی عوام دین کہتے ہیں۔

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہلِ کرم دیکھتے ہیں !

(رپورٹر اور فوٹو گرافر۔ چیخ کر) عوام دین صاحب؟

بٹلر:۔ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

رپورٹر:۔ میرا دل آپ کے ہاتھ کو بوسہ دینے کو تڑپ رہا ہے۔

فوٹو گرافر:۔ آپ کو دیکھ کر رقّت طاری ہو گئی ہے۔

بٹلر:۔ (دونوں کو اپنے ہاتھ چومنے کے لئے پیش کرتا ہے۔ دونوں بے تحاشا ہاتھ چومتے ہیں اور پھر بٹلر ہاتھ چھڑا کر جیب سے ایک رومال نکالتا ہے، ہاتھ پونچھتا ہے اور جانے لگتا ہے)

رپورٹر:۔ حضور جناب عوام دین صاحب!

بٹلر:۔ جی فرمائیے۔

رپورٹر:۔ میرا جی چاہتا ہے میں آپ کا انٹرویو لوں۔

فوٹو گرافر:۔ اور میرا جی چاہتا ہے میں آپ کی تصویریں اُتاروں۔

رپورٹر:۔ ہم دونوں آپ کو غیر فانی بنا دیں گے۔ آپ میرے ہاتھ کھولئے۔

فوٹو گرافر:۔ اور میرے بھی۔

بٹلر:۔ آپ واقعی مجھے غیر فانی بنا دیں گے غیر فانی ....

دونوں:۔ غیر فانی۔ زندۂ جاوید۔

بٹلر:۔ (دونوں کے ہاتھ کھولتا ہے کہ بیگم داخل ہوتی ہیں۔ بٹلر یکدم اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور وہ دونوں ایسے اظہار کرتے ہیں جیسے کہ وہ بندھے ہوں۔)

بیگم:۔ بٹلر!

بٹلر :- یس میڈم۔

بیگم :- تم جا سکتے ہو۔

بٹلر :- یس میڈم (جاتا ہے)

بیگم :- آپ لوگوں کی محبت مجھے ہر بار یہاں کھینچ لاتی ہے۔ ابھی تک آپ نے میری سوانح عمری کا دوسرا باب سنا ہے۔

رپورٹر :- ابھی اور کتنے باب باقی ہیں بیگم صاحبہ۔

بیگم :- آپ دونوں خاصے صحت مند دکھائی دیتے ہیں۔

دونوں :- جی ؟ .... جی جی !

بیگم :- آپ اندازاً کتنے سال اور زندہ رہیں گے۔

دونوں :- یہی کوئی چالیس سال اور۔

بیگم :- عجیب اتفاق ہے۔ میری سوانح عمری کے بھی چالیس ہی باب باقی ہیں۔

دونوں :- (گھبرا کر) اوہ .....

بیگم :- میری داستان اس زمین کی داستان ہے، وقت کی داستان ہے۔ اس ملک اور اس قوم کی داستان ہے۔ یہ داستان ازل سے لے کر ابد تک پھیلی ہوئی ہے۔ پھیلے گی، پھیلتی رہے گی،

دونوں :- جی ! جی !

بیگم :- وقت اضافی ہے .... وقت محض گھڑی کا نام نہیں ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ محبت کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ موت کا کوئی وقت نہیں ہوتا۔ عورت کا کوئی وقت نہیں ہوتا وقت ان کے لئے نہیں ہوتا ہے جو ابن الوقت نہیں ہوتے۔ ہم وقت کی اولاد ہیں ....

اس لئے وقت ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہماری مدد کرتا ہے ہماری حفاظت کرتا ہے۔

(اب بیگم کی پشت اُن دونوں کی طرف ہے۔ اس تقریر کے دوران دونوں باہر نکل جاتے ہیں۔)

جب میری ملاقات دنیا کے مشہور فلسفی ژین ژاں سے ہوئی تو اُس نے مجھ سے میری عُمر پوچھی۔

میں نے جواب دیا "چار ہزار سال"

اُس نے میری طرف ذرا غور سے دیکھا اور پوچھا۔

" میری عُمر کیا ہو گی۔؟"

میں نے کہا پتہ نہیں۔

اُس نے دوسری طرف مُنہ کر کے ایک قہقہہ لگایا۔

میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ اپنا انگوٹھا چوس رہا تھا۔

(ہنستی ہے اور پھر پیچھے دیکھتی ہے۔ صوفوں کو اِدھر اُدھر پریشانی کے عالم میں ٹٹولتی ہے۔ یکدم زور سے چلاتی ہے)

بیگم :۔ بٹلر! بٹلر!!

(فیڈ آؤٹ)

سیٹ نمبر ۳

(سنیک بار پر روشنی مدہم ہے۔ بیک گراؤنڈ میں کسی مذہبی گیت کی دھُن بج رہی ہے فریڈی اور ریما سٹولوں پر بیٹھے کافی پی رہے ہیں)

فریڈی :۔ پارٹیز پر لوگ حیوانوں کی طرح شراب پیتے ہیں اور حیوانوں کی طرح ناچتے ہیں۔

پچھلی کرسمس پر جب میں شکار سے واپس آیا تو میرا جی چاہتا تھا میرے پاس ایک ایسا ٹریپ ہو کہ میں سارے شہر کو اپنے قابو کر لوں۔ سب سے بڑا شکار انسانی شکار ہے تمہیں پتہ ہے انسان کا گوشت سب سے لذیذ ہوتا ہے۔

سیماں :۔ فریڈی۔

فریڈی :۔ ہوں۔

سیماں :۔ فریڈی میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتی ہوں۔

فریڈی :۔ کون سی بات ؟

سیماں :۔ بہت ضروری !

فریڈی :۔ ہا ہا۔ تم مجھے جیلس کرنا چاہتی ہو۔

سیماں :۔ نہیں فریڈی۔ مذاق چھوڑو۔ میں تمہیں ایک بہت ضروری بات . . . .

فریڈی :۔ سناؤ۔

سیماں :۔ ہماری شادی فریڈی۔

فریڈی :۔ تم نے تو کہا تھا مذاق چھوڑو۔

سیماں :۔ فریڈی پلیز۔

فریڈی :۔ میرا خیال تھا تم کوئی کام کی بات کرو گی۔ میں نے سمجھا شاید تم نے اپنا ویک اینڈ پلان کر لیا ہے۔

سیماں :۔ فریڈی ٹیک اٹ سیریس لی۔ مجھے کل چکر آیا تھا۔

فریڈی :۔ اوہ ۔ !

سیماں :۔ نہیں فریڈی میں ہائی نہیں تھی۔

فریڈی :۔ تو پھر ؟

سیماں :۔ میں .... میں پریگننٹ ہوں ! .....

فریڈی :۔ (اونچی آواز میں نعرے کے انداز میں)

مبارک !

(اٹھ کر چلتا ہے)

تو گویا خدا ———————————— ابھی تک

انسان سے مایوس نہیں ہوا۔

(گانا گاتا ہے۔

یہ گیت کوئی مناسب کیرل ہو سکتا ہے۔

سیماں :۔ (پکارتے ہوئے)

فریڈی ! فریڈی۔

(فریڈی گانا بند کرتا ہے)

فریڈی۔ میں تمہارے ———————————— بچے کی

ماں بننے والی ہوں۔

فریڈی :۔ کس کے بچے کی۔ ؟

سیماں :۔ تمہارے بچے کی .....

فریڈی :- میرے بچے کی ؟...... ڈونٹ بی سلی۔ تم مجھے بلیک میل نہیں کر سکتیں!

سیماں :- فریڈی.... میں تمہارے بچے کی ماں.....

فریڈی :- میرا بچہ ؟..... ہاہا- (بہت اونچی ہنستا ہے جیسے کوئی لطیفہ سنا ہو)

سیماں :- فریڈی!..... فریڈی ٹرسٹ می- ——————

میری می۔

فریڈی :- میری یو..... ؟..... یو ؟.....

سیماں :- فریڈی یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ پلیز فریڈی..... (روتی ہے) میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی.... میری می!

فریڈی :- ہمیشہ بہت لمبا عرصہ ہوتا ہے اور کوئی کسی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

سیماں :- فریڈی..... آئی لو۔ یو!.....

فریڈی :- لوازاے فب! فیشن ہے! فیڈ۔

سیماں :- (یکدم پیچھے ہٹتی ہے) فب!

فریڈی :- ہاہا..... تم ایک سیامی بلی ہو۔ ریشمی سیامی بلی جو آہستہ آہستہ خود میری گود میں آئے گی.....

سیماں :- تم شکاری کتے ہو جس کی زبان ہر وقت باہر لٹکی رہتی ہے۔ ——————

یو لیچرس، ہاؤنڈ!

فریڈی :- یو بلڈی بچ

سیماں :- تم ہائینا ہو۔ سؤر کی طرح پھٹے ہوتے ہو۔

فریڈی :- (پیار سے پچکارتا ہے) ڈیئر سیماں! تمہاری ماں نیون سائن کی طرح سڑکوں

پر جلتی بجھتی ہے اور ہر ہوٹل میں یونی کارڈ کی طرح چلتی ہے۔ تم بھی ایک یونی کارڈ ہو۔ بس .....

(گانا گاتا ہے)

(پہلے والا کیرل بھی ہو سکتا ہے)

(سین فیڈ آؤٹ ہوتا ہے)

سیٹ نمبر ۳

سنیک بار پر پہلے والے لڑکے لڑکیاں بیٹھے ہیں۔ شاہد بادشاہ کے روپ میں درمیان میں بیٹھا ہوا ہے۔ یکدم ملا جلا شور بلند ہوتا ہے۔ وزیر آگے بڑھتا ہے۔

وزیر :- یور میجسٹی! ملزم ہم میں موجود ہے۔ اُسے آپ کے سامنے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

شاہد :- اجازت!

وزیر :- ملزم کو حاضر کیا جائے۔

(لڑکوں میں سے ایک لڑکا ایک سٹول اٹھا کر درمیان میں رکھتا ہے۔ سٹول پر ایک تیز سٹاپ لائٹ روشن ہوتی ہے اور باقی روشنی مدہم ہو جاتی ہے)

وزیر :- یور میجسٹی! ملزم آپ کے سامنے ہے۔

شاہد :- (چرس کے نشے میں) جرم؟

وزیر :- یُور میجسٹی! ملزم آکسیجن ٹنٹ میں رہتا ہے۔

پہلا لڑکا :- اس کے آکسیجن سیلنڈر میں ہماری آنے والی تمام سانسیں بند ہیں۔

دوسرا :- یہ ہر روز اپنا چہرہ بدلتا ہے۔

تیسرا :۔ اس کی عقل داڑھ میں ملک کا آدھا سونا۔

چوتھا :۔ اس کی پچھلی جیب میں آدھا ملک۔

پانچواں :۔ اس کے بریف کیس میں لوگوں کے مقدر بند ہیں۔

چھٹا :۔ یہ جھوٹ کو سچ کا لیبل بنا کر بیچتا ہے۔

ساتواں :۔ اُس نے دنیا کی تمام نیکیاں بند کر رکھی ہیں۔

آٹھواں :۔ یہ دماغوں میں نقب لگاتا ہے۔

نواں :۔ چوریاں کرتا ہے۔

دسواں :۔ ہر اتوار حساب لیتا ہے۔

پہلا :۔ سانسوں کا۔

دوسرا :۔ جسموں کا۔

تیسرا :۔ لمحوں کا۔

چوتھا :۔ یہ انسانوں کی چمڑیوں سے اپنے بوٹ بنواتا ہے۔

پانچواں :۔ ٹائلٹس میں رکھے ہوئے ٹشو پیپرز اس نے لوگوں کی روحوں سے بنوائے ہیں۔

چھٹا :۔ یہ انسانوں کی چربی سے بنے ہوئے صابن سے ہاتھ دھوتا ہے۔

ساتواں :۔ عورتوں کا جوس پیتا ہے۔

آٹھواں :۔ بچوں کے ہیمبرگر بنا کر کھاتا ہے۔

نواں :۔ نمبروں والے تالے میں رہتا ہے۔

دسواں :۔ اس کی انگلیاں ٹیوب لائیٹس بن کر بازاروں میں لٹکتی ہیں۔

پہلا :۔ اس کے کان ہر دیوار میں ہیں۔

دوسرا :- اس کی آنکھیں ہر سٹریٹ لائٹ میں ہیں۔

تیسرا :- یہ ہوا بند ڈبوں میں ہمارا مستقبل سمگل کرتا ہے۔

چوتھا :- اس کے بینک بیلنس میں قارون کا خزانہ ہے۔

پانچواں :- یہ ہر روپے پر سانپ بن کر بیٹھتا ہے۔

چھٹا :- یہ منا پلی ہے۔

ساتواں :- یہ ہائیڈرا ہے۔

آٹھواں :- یہ لوگوں کو مسکرانے نہیں دیتا۔

نواں :- یہ کالی بھیڑ ہے۔

دسواں :- یہ گندی مچھلی ہے۔

بہت سے لڑکے :- یہ مجرم ہے۔ یہ مجرم ہے۔

سب :- یہ مجرم ہے! یہ مجرم ہے۔

(وقفہ)

پہلا :- اس کا نام۔

دوسرا :- اس کا نام کوئی نہیں۔

تیسرا :- اس کے کئی نام ہیں۔

چوتھا :- یہ نام کس کے نام ہیں۔؟

سب :- کس کے نام ہیں؟

(وقفہ)

اس وقفے کے دوران روشنی مدھم پڑ جاتی ہے۔ سب لوگ باری باری ایک دوسرے

کی طرف دیکھتے ہیں۔ اب صرف سٹول والی سپاٹ لائٹ روشن ہے۔ اب میوزک بجتا ہے۔ میوزک کے ساتھ ساتھ سب لوگ دائرے میں ایسے چلنا شروع کرتے ہیں جیسے نیند میں ہوں۔ میوزک بجتے بجتے یکدم بند ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بند ہوتے ہی عدالت کی میز پر ہتھوڑا بجنے کی آواز آتی ہے جس کے ساتھ ہی سٹول کے قریب کھڑا ہوا کردار سٹول پر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے دوران دل کے دھڑکنے کی بلند آواز آتی ہے۔ چند سیکنڈ بعد میوزک پھر شروع ہوتا ہے۔ لوگ دائرے میں گھومتے ہیں اور پھر سے پہلے والا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ سب لڑکے لڑکیاں ایک ایک کر کے سٹول پر بیٹھتے جاتے ہیں۔ سین ایک خاص کلائمکس پر آ کر ختم ہو جاتا ہے۔

(فیڈ آؤٹ)

سیٹ نمبر ۳

فیڈ اِن۔

اونچا میوزک کاؤنٹر پر ایک بہت بڑا کیک جس پر چوبیس موم بتیاں روشن ہیں۔ مختلف لڑکے لڑکیاں مختلف فینسی ڈریسز میں اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں۔ کچھ ڈانس کر رہے ہیں۔ اِدھر اُدھر غبارے لٹک رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ سپاٹ لائٹ میں شاھد کا چہرہ کیک کے پیچھے سے ابھرتا ہے۔ اُس کا چہرہ بالکل بلینک ہے۔ تالیاں۔

سب :- (گاتے ہیں) ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

(اگلے مکالمے کے ساتھ باقی لوگ بھی مکالمے دھراتے ہیں۔)

ماں :- شاھد آج تم دوبارہ پیدا ہوئے ہو۔

گوگو :- اور کل دوبارہ پیدا ہو گے۔

گوگو :۔ تمہارے مُنہ میں سلور سپون ہے۔

مانے :۔ تمہاری انگلیاں چاندی کی بنی ہوئی ہیں۔

گوگو :۔ تمہارے ناخن سِلک کی طرح نرم ہیں۔

مانے :۔ تمہارے ہونٹ روبیز ہیں۔

گوگو :۔ تمہارے دانت موتی کے سے ہیں۔

مانے :۔ تم جانشین ہو۔

گوگو :۔ خوش خبری کا جھنڈا۔!

مانے :۔ تم آنے والا لمحہ ہو۔

گوگو :۔ تم نسلوں کے محافظ ہو۔

مانے :۔ تمہاری جیب میں دنیا بند ہے۔

گوگو :۔ تمہارے ہاتھ کی اوٹ میں سونے کا چاند ہے۔

مانے :۔ تمہارے سائے میں معجزے ہیں۔

گوگو :۔ تم بشارت ہو۔

مانے :۔ تم گواہی ہو۔

گوگو :۔ تمہاری برتھ ڈے پر ماجاتی ——— شہرت کے تحفے لاتے ہیں۔

مانے :۔ دولت کے تحفے لاتے ہیں۔

گوگو :۔ ثقافت کے۔

مانے :۔ عزت کے۔

گوگو :۔ تمہاری آمد پر کلیاں آنکھیں کھولتی ہیں۔

مانے :- پرندے چہچہاتے ہیں۔

گوگو :- ستارے چمکتے ہیں۔

مانے :- تم پہیئے کا سٹِل پوائنٹ ہو۔

گوگو :- تم سینٹرل ٹکٹ ہو۔

مانے :- تم مینو ہو۔

گوگو :- تم فرسٹ ایڈ ہو۔

مانے :- تم ریزرو ڈ ٹیبل ہو۔

گوگو :- بلینک چیک ہو۔

مانے :- انشورنس پالیسی ہو۔

گوگو :- اکنالج منٹ ہو۔

مانے :- لائف بیلٹ ہو۔

گوگو :- کریڈٹ کارڈ ہو۔

مانے :- سیف ڈی پازٹ ہو۔

گوگو :- ہارو سکوپ ہو۔

گوگو :- تم نجات بخشو گے۔

مانے :- راستوں کا تعین کرو گے۔

گوگو :- ہوا اور سورج کو بانٹو گے۔

مانے :- انسان عظیم ہے۔

گوگو :- انسان عظیم ہے (میوزک بلند ہوتا ہے)

مانے :- انسان عظیم ہے۔

گوگو :- اِنسان عظیم ہے۔

سب :- انسان عظیم ہے۔

(اس دوران 'انسان عظیم ہے' کی آوازیں دور چلی جاتی ہیں اور سٹیج پر اندھیرا ہو جاتا ہے۔ صرف موم بتیاں جلتی ہیں۔ موم بتیوں کے پیچھے شاہد کا چہرہ سپاٹ لائٹ میں نظر آتا ہے۔ اب شاہد کی فلیش بیک شروع ہوتی ہے۔ شاہد کے پیچھے سکرین پر فلم چلتی ہے:- یہ لڑکوں کی سٹرائیک ______ کی فلم ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ساؤنڈ ٹریک چلتا ہے۔ اس فلم میں نوجوانوں نے بڑے بڑے پوسٹرز اٹھائے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہوا ہے:" قاتلو جواب دو" "خون کا حساب دو" اس ساری فلم میں ایک نوجوان لیڈر نمایاں نظر آتا ہے۔ فلم کے اختتام پر یکدم کسی پتھر کے گرنے کی آواز آتی ہے جس کے ساتھ ہی کیک الٹتا ہے اور موم بتیاں گر گر کر بجھ جاتی ہیں۔ سٹیج کی لائٹس جب اون ہوتی ہیں تو ہم شاہد کو ایک ہسٹیرک ______ موڈ میں دیکھتے ہیں جو ادھر اُدھر چیزیں توڑتا پھوڑتا ہے۔ اس وقت مکمل سناٹا ہے۔ اس سناٹے میں ____ آواز اوورلیپ ہوتی ہے:" چاند گرہن۔" "شہزادے کے منہ پر داغ۔"

شاہد :- (چیخ کر) چاند گرہن کی رات۔ قبروں کے بیچ دوجی پیدائش۔ وہ مجھ پر ہنستا ہے۔ (چہرے پر پڑے ہوئے شگاف کو چھپاتا ہے) وہ مجھ پر اُس دن بھی ہنسا تھا۔ ہر روز ہنستا ہے۔ اُس دن بھی میری سالگرہ تھی۔ یہاں اس جگہ اور پھر اُس نے یہاں پتھر پھینکے تھے۔ کنکر، کنکر۔ کنکر کہ میرے چہرے میں شگاف بن گیا ہے۔ جہاں سے وہ

میرے اندر جھانکتا ہے۔ میرے اندر جھانکتا ہے اور کھوکھلے بدن میں اُس کے نعرے، اُس کے ہنسنے کی آوازیں گونجتی ہیں۔ ہا ہا ہا۔ گونجتی ہیں۔

ماں :۔ وہ مر چکا ہے۔

شاھد :۔ لیکن میرے چہرے پر ابھی تک اس کی نفرت کا داغ ہے۔ اُس کے زخم کی خراش، میری روح پر پڑ چکی ہے۔

وہ میری زندگی کے اکیس سالوں پر ہنس رہا تھا۔

اگلے مکالموں کے دوران شاھد کے علاوہ باقی سب لوگ نیچے والے مکالمے ایک ایک کرکے بولتے ہیں۔

— وہ ایک غیر مہذب کا منہ تھا۔

— باؤلا سر پھرا جنونی کتا۔

— پاگل۔

— بھیڑیا۔

— میلا کچیلا آدمی۔

— بس ڈرایور کا بچہ۔

— مر گیا۔

— مر گیا۔

— مر گیا۔

— مر گیا۔

— مر گیا۔

شاھد :- کیا وہ مرگیا؟ کیا وہ واقعی سر پھرا جنونی باؤلا کتا، بھیڑیا غیر مہذب بس ڈرائیور کا بچہ تھا؟

سب :- سر پھرا جنونی باؤلا کتا۔ بھیڑیا غیر مہذب بس ڈرائیور کا بچہ۔

شاہد :- اس کی موت؟

— بے معنی تھی۔

— بے تکی تھی۔

— بے مقصد تھی۔

— لایعنی تھی۔

شاھد :- کیا واقعی اس کی موت بے تکی، بے مقصد، لایعنی، بے معنی تھی؟

سب :- موت کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔

شاھد :- کیا ہماری زندگی کے کوئی معنی ہیں۔؟

سب :- (خاموشی)

شاھد :- ہمارے ہونٹوں پر اکتاہٹوں کا کسیلا مزہ ہے۔ ہم سب افراط کے بوجھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ میرا زخم۔ میری ہزیمت، میرا تمسخر، استہزا، ندامت!

سب :- یہ محض ایک حادثہ ہے۔

سب :- فقط واہمہ ہے۔

سب :- تمہیں وہم ہے۔ وہم ہے۔

شاھد :- کیا ہم سبھی زندگی کے تصادم میں محصور بے ربط لمحوں کے وارث ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔

ہم جو اک دوسرے سے فقط چند لفظوں کی رشتوں کی دلچسپیوں کی، مفادات کی مصلحت
کی چمکتی ہوئی ریشمی ڈوریوں سے بندھے ہیں۔
زمانے کی دیوار پر اشتہاروں کی مانند چسپاں ہیں۔
دن رات کے جلتے بجھتے ہوئے راستوں کے مسافر ہیں۔
کچھ بھی نہیں!
ہم زندگی کے خطر میں ہیں اور خاک کا رزق ہیں۔
وہ جو حاکم ہے۔
خاک کا رزق ہے
وہ جو محکوم ہے۔ خاک کا رزق ہے۔
خاک منصف، ازل اور ابد، ابتدا، انتہا۔
خاک کا فیصلہ خاک۔
ہم تیز چلتی ہواؤں کی آواز ہیں چند آنسو ہیں نوحے ہیں
کچھ گیت ہیں۔ وقت کے پیڑ سے گرتے لمحے ہیں۔
ننگے درختوں سے لپٹی ہوئی ہچکیاں ہیں۔
ہمارا سفر خاک سے خاک تک ہے۔
مگر وہ جو ہر موت کی حد سے باہر ہے۔
ہنستا ہے ہم پر جواب تک فقط زندگی کے خطر میں ہیں۔
اور مرگ کے ساحلوں پر کھڑے ہیں۔
کھڑے ہیں۔

کھڑے ہیں۔

سب :- وہم ہے وہم ہے۔ تم محافظ، گواہی، بشارت۔

شاھد :- مری روح پر اس کی نفرت کی گہری خراشیں۔

خراشیں جو الفاظ بن کر مجھے گھورتی ہیں۔ صدا بن کے میرے بدن کے خلا میں لٹکتی ہیں۔

سب :- وہم ہے وہم ہے۔ لفظ تم۔ لفظ کا ملتہا تم۔

شاھد :- وہ میرے چہرے پہ تلبیسِ بن کر اترتا ہے۔ میں مسخ چہرہ ہوں۔

وہ ان شگافوں سے نکلے گا۔

مجھے خوف ہے، خوف ہے وہ ستاروں کی مانند بکھرے گا۔ میرے بدن سے نکل کر ہواؤں

میں پھیلے گا۔ میری رگیں کاٹ کر میرے خوں میں نہائے گا اور پھر میری انگلیاں توڑ کر

مجھ سے الجھے گا۔

چاروں طرف زخم ہوں گے۔ ندامت، تمسخر، ہزیمت۔

سب :- تمہیں وہم ہے وہم ہے۔ آؤ بھاگیں دھوئیں کی گرہ میں

چمک دار لمحوں کو باندھیں

ہواؤں میں تحلیل ہو کر دھوئیں کا مقدر بنیں۔

آؤ دھوئیں میں بھاگیں

آؤ دھوئیں میں بھاگیں

(سب لوگ اس گانے کے ساتھ ڈانس کرنا شروع کرتے ہیں جو ایک خاص کلائمکس

پر آکر ختم جاتا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

سیٹ نمبر ۲

فیڈ ان

ظاہر:۔ (ٹیلی فون کرتے ہوئے) جی ہاں شادی کی سال گرہ۔ شکریہ۔ جی آج شام۔ آپ کو کارڈ پہنچ گیا ہوگا۔ ہم سب آپ کے منتظر ہوں گے۔ اوہ پیازی رنگ۔ پیازی رنگ آپ پر بہت سجتا ہے۔ میں منتظر رہوں گا۔ خدا حافظ۔

ظاہر:۔ (ٹیلی فون بند کرکے گھنٹی بجاتا ہے)

سیکرٹری :۔ (قلابازی لگا کر) یس سر!

ظاہر :۔ آج شام کے سارے انتظامات مکمل ہیں؟

سیکرٹری :۔ یس سر!

ظاہر :۔ مہمانوں کی لسٹ ؟

سیکرٹری :۔ یس سر!

ظاہر :۔ ایڈوائزر کو بھیج دو۔

سیکرٹری :۔ یس سر (جاتا ہے)۔

ایڈوائزر :۔ (آتا ہے) مارننگ سر!

ظاہر :۔ (سر سے جواب دیتا ہے) سٹ ڈاؤن۔

ایڈوائزر :۔ یس سر (بیٹھتا ہے)

ظاہر :۔ سٹینڈ اپ!

ایڈوائزر:۔ (کھڑا ہوتا ہے)

ظاہر :۔ سٹ ڈاؤن (ایڈوائزر بیٹھتا ہے) سٹینڈ اپ (اٹھتا ہے) سٹ ڈاؤن!

(بیٹھتا ہے) اپ۔ ڈاؤن ..... اپ ڈاؤن، ڈاؤن اپ، اپ ڈاؤن ڈاؤن

اپ۔ اپ اپ ڈاؤن اپ۔ ایڈوائزر!

ایڈوائزر :۔ یس سر!

ظاہر :۔ آج کل فارن ایڈوالیس کا کیا ریٹ ہے؟

ایڈوائزر :۔ بیس ہزار ڈالر! سر!

ظاہر :۔ اور لوکل ایڈوالیس ؟

ایڈوائزر :۔ سر دو ہزار روپے

ظاہر :۔ تمہاری تنخواہ کتنی ہے ؟

ایڈوائزر :۔ پندرہ سو۔

ظاہر :۔ ہوں تو گویا تم ریڈیو سنڈ ریٹس ——— پر کام کر رہے ہو۔

ایڈوائزر :۔ (ڈرتے ہوئے) سر!

ظاہر :۔ ایڈوالیس ؟

ایڈوائزر :۔ سر میں نے کچھ نوٹس بنائے ہیں۔

ظاہر :۔ یس!

ایڈوائزر :۔ سر اس موقع پر آپ کو سونے میں تولا جائے۔

ظاہر :۔ گڈ! گڈ! ایڈوائزر!

ایڈوائزر :۔ یس سر!

ظاہر :۔ تمہاری تنخواہ پندرہ سو سے سولہ سو ہوگئی ہے۔

ایڈوائزر :۔ (کھڑے ہو کر) تھینک یو سر!

ظاہر :- NEXT?

ایڈوائزر :- سر آپ اس موقع پر تقریر کریں۔!

ظاہر :- تقریر!

ایڈوائزر :- یس سر!

ظاہر :- تمہاری تنخواہ سولہ سو سے آٹھ سو ہو گئی ہے۔

ایڈوائزر :- لیکن سر تقریر تو میں نے پہلے لکھ رکھی ہے۔

ظاہر :- گڈ۔ گڈ۔ تمہاری تنخواہ آٹھ سو سے دو ہزار ہو گئی ہے۔

ایڈوائزر :- (کھڑا ہوتا ہے) تھینک یو سر۔!

ظاہر :- NEXT?

ایڈوائزر :- سر آپ کے رویئے ______ سے یہ ظاہر ہونا چاہیئے کہ آپ کو اپنی بیگم سے بہت محبّت ہے۔

ظاہر :- ایڈوائزر ہمیں پرانے مشورے نہیں چاہئیں!

ایڈوائزر :- یس سر!

ظاہر :- NEXT?

ایڈوائزر :- سر جانشینی کی خبر ابھی راز میں رکھی جائے۔

ظاہر :- غلط!

ایڈوائزر :- سر.... آپ غور فرمائیں۔ یہ خبر اتنی اہم ہے کہ آپ کو ابھی اسے راز میں رکھنا چاہیئے۔

ظاہر :- اس سے اچھا اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے جانشین کا نام مانگا

ہے۔میری انشورنس ختم ہو چکی ہے۔میرا معاہدہ ایکسپائر ہو چکا ہے۔ انہیں اب میں نہیں میرا جانشین چاہیئے۔میرا بیٹا۔میرا وارث۔

ایڈوائزر :۔لیکن سر!

ظاہر :۔ایڈوائزر۔

ایڈوائزر :۔یس سر!

ظاہر :۔ہمیں ایڈوائز کیا جائے کہ ہمیں یہ اعلان کر دینا چاہیئے۔

ایڈوائزر :۔لیکن سر!

ظاہر :۔اِٹ از این آرڈر!

ایڈوائزر :۔یس سر:.... سر جانشینی کا اعلان فرما دیں۔

ظاہر :۔تم جا سکتے ہو۔

ایڈوائزر :۔یس سر۔(جاتا ہے)

(ظاہر خاموشی سے اٹھتا ہے اور کچھ کاغذ لے کر کام کرتا ہے اسکے ساتھ ہی سیٹ نمبرا پر بیگم ایک ڈمی کو لے کر داخل ہوتی ہے۔یہ ڈمی کسی آدمی کی ہے۔بیگم اُسے پیار کرتی ہے اور ایک کونے میں رکھ دیتی ہے۔)

بیگم :۔اوہ.....تم اتنی دیر کہاں رہے ہو۔سوئٹزرلینڈ!تم وہاں جا کر اور جوان ہو گئے ہو۔لو!.....آئی ایم ناٹ جوکنگ.....بہت.....لیکن تم نے بھی مجھے یاد کیا!.....جھوٹ.....بالکل جھوٹ.....اوہ؟.....میں اور مسٹر بیگ؟.....لو!لو!.....لوُ جیلیس کیٹ.....لیں؟ ——————

(میوزک۔ بیگم ڈمی کے ساتھ ناچتی ہے۔ یکدم سیٹ نمبر دو سے ظاہر فون کرتا ہے۔ بیگم غصے سے فون پکڑتی ہے اُس کے ایک ہاتھ میں ڈمی ہے۔) کم اون.... لیٹ اَس ڈانس....

بیگم :۔ (ڈمی سے) سوری ڈارلنگ! (فون پر)! ہیلو!

ظاہر :۔ ہیلو ڈارلنگ!

بیگم :۔ اوہ ذکاوت!.... تم یکدم کہاں غائب ہو گئے۔

ظاہر :۔ میں؟.... غائب ہو گیا ہوں۔

بیگم :۔ مجھے کسی نے بتایا تھا کہ تم پیرس چلے گئے ہو۔ اوہ ڈیئر ذکاوت۔

ظاہر :۔ میں ذکاوت نہیں بول رہا۔

بیگم :۔ آہ اِٹ مسٹ بی یو اٹمی۔ مائی لٹل بے بی.... میں ابھی تمہیں یاد کر رہی تھی۔ ابھی آجاؤ.... میں تمہیں بہت سے چاکلیٹ کھلاؤں گی۔

ظاہر :۔ اوہ پلیز.... میرا نام اٹمی نہیں.... میں ذکاوت بھی نہیں.... میں کوئی بھی نہیں۔ میں تمہارا خاوند بول رہا ہوں۔

بیگم :۔ کیا؟

ظاہر :۔ تمہارا خاوند.... ایس ظاہر ڈی ہیگ۔ ظاہر ڈی ہیگ۔ تمہارا خاوند....

بیگم :۔ آئی ایم سوری۔ رانگ نمبر.... (ٹیلی فون نیچے رکھتی ہے اور مزے سے ڈمی کے ساتھ ڈانس کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اور پھر کچھ وقفے بعد ایک ڈانسنگ پوز میں جامد ہو جاتی ہے۔

ظاہر :۔ ہیلو ہیلو!.... ہیلو۔ (فون نیچے رکھتا ہے۔ وقفہ۔ پھر ناظرین کی طرف یہ نظم

پڑھتا ہے)

میں نے اُس کا بدن گروی رکھا

کہ شہرت شرافت ملے

عضو در عضو تطہیر کی رسم رکھی گئی

تاکہ گدلا بدن ٹائلٹس کی صفا جھاگ سے دھل کے نکلے

مشقت سے ہاتھوں پہ پھیلے ہوئے آبلے

دیکھتے دیکھتے

لعل و گوہر ہوئے

کائنات اُس کے قدموں میں کمخواب بن کر سمٹ آئی

لمحوں نے اُس کے لئے زائچے کھینچ کر

اس کے روشن ستارے کو گمنامیوں کے گہن سے نکالا

تاکہ شہروں میں رونق رہے

اور نئے نیون سائن کی قیمت بڑھے

ناخنوں تک سدھائی گئی

تاکہ شہرت شرافت ملے

وہ اندھیرے میں لپٹی ہوئی سیڑھیوں، نیم روشن جگہوں، پارکوں شاہراہوں پہ

گمنام چہروں کی پھیلی ہوئی گیلری میں پھسلتی رہی

ایک اِک کر کے اپنے بدن کے دلاسوں کو تقسیم کرتی رہی

پھر مرے جسم پر ایک ایک کر کے شہرت شرافت کے تمغے سجائے گئے

اور زمانے کی مسند پہ مجھ کو بٹھایا گیا
اب وہ دہلیز کے پار
ہر چوک پر قمقمے کی طرح شہر کے راستوں پر کھڑی ہے
مگر اس کا گروی بدن گندی گالی بنا ہے
مری عمر کے آخری دور کا حادثہ بن چکا ہے
(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔
سیٹ نمبر ا
(سیٹج پر بٹلر داخل ہوتا ہے۔ بٹلر اِدھر اُدھر ڈانس کرتے ہوئے چیزوں کو ٹھیک کرتا ہے۔ پھولوں کا گلدستہ سجاتا ہے۔ اور اِدھر اُدھر گانا گاتے ہوئے مختلف کرسیوں پر مختلف کردار ادا کرتا ہے۔)

بٹلر :۔ سنو گپ شپ
سنو گپ شپ

لبد ڑ اِک محراب میں بیٹھا
سب کو علم پڑھائے
اُلو مینٹیا ڈھول بجائے
بندر گانا گائے

سنو گپ شپ

سنو گپ شپ

سو مہمان اور دو سو بٹلر
چالیس پونڈ کا کیک
پیدا ہوتے چھوٹی بی بی کو
سال ہوا ہے ایک

سنو گپ شپ
سنو گپ شپ

چوہا ایک بوتل پر چڑھ کر
کیا ترکیبیں سوچے
سڑکوں پر کھسیانی بلی
خالی کھمبا نوچے

سنو گپ شپ
سنو گپ شپ

مسز شیخ نے مسٹر خاں کو
آنکھ بچا کر تاڑا
لڑکی لڑکا پچھلے کمرے
کھیلیں کیڑی کاڑا

سنو گپ شپ
سنو گپ شپ

اندھی روحیں پڑھنے نکلیں
جھاڑ کے اپنے پنجے
مہنگی وِگ کو پہن کے نکلے
گھر سے فرشتے گنجے

سلوگپ شپ
سلوگپ شپ

جگ بازار میں بیچ کے اپنی
روحیں اونے پونے
جنوں کی وردی میں نکلے
اپنے گھر سے بونے

سلوگپ شپ
سلوگپ شپ

(بٹلر گانا گاتے ہوئے ایک دروازہ سے باہر نکل جاتا ہے۔)

فیڈ اِن۔

(سیٹ نمبر ا پر بہت سے لوگ جمع ہیں۔ یہ سب لوگ انتہائی تقریباتی لباس میں ہیں۔ سٹیج کے آگے کی طرف بیگم داخل ہوتی ہیں جس کے ساتھ ظاہر ہے جو اپنے آبا و اجداد کے روایاتی لباس میں ہے۔ یعنی شیروانی، کلا اور شلوار۔)

ظاہر:۔ ڈارلنگ تم دنیا کی خوبصورت ترین عورت ہو۔ ایک معجزہ ہو۔ تم ہر سال اپنی عمر سے ایک سال کم لگتی ہو۔

بیگم :- اوہ ڈارلنگ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ اگر میں ہر سال اپنی عمر سے ایک سال کم لگتی ہوں تو ابھی تو مجھے پیدا ہونا ہے۔ ایک سال بعد....

ظاہر :- (بوکھلا کر) ایک سال بعد؟ اوہ! ہاں ایک سال بعد....اوہ گاڈ! میں یہ کس دنیا میں ہوں۔ کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں اور تمہیں ابھی پیدا ہونا ہے۔

ہاؤ گریٹ؟ ڈارلنگ تم دراصل ٹائم سے باہر ہو۔

بیگم :- (کامپیکٹ مرر کھولتی ہے) ڈارلنگ ٹائم تو میرے کامپیکٹ مرر میں ہے۔

ظاہر :- ہاں ہاں.... ٹائم تمہارے کامپیکٹ مرر میں بند ہے۔

ڈارلنگ! یہ دیکھو تمہارے لئے شادی کی سالگرہ کا تحفہ (ایک ہار باہر نکالتا ہے) اس ہار میں سو موتی ہیں اور ہر موتی میں سانپ کا ڈنک ہے۔ ان موتیوں کی چمک بڑے بڑے آدمیوں کی آنکھوں کو اندھا کر دے گی۔ اس میں سانپ کی آنکھیں ہیں۔ سانپ انہیں ڈس لیں گے اور جب ان کے جسم نیلے پڑ جائینگے تم ان کی قسمتوں کو اپنے انڈر ویئر میں ڈال کر نکل جاؤ گی۔

بیگم :- (ہار پہنتے ہوئے) ہاہا۔ ہاؤ ونڈرفل! (دونوں اندر داخل ہوتے ہیں لوگ اٹھتے ہیں۔ سب لوگ جھکتے ہیں اور پھر دونوں چلتے ہوئے ایک مسند کی طرف چلے جاتے ہیں۔ بٹلر مختلف لوگوں کی اطلاع دیتا رہتا ہے)

بٹلر :- پروفیسر لال۔ ایم اے پی ایچ ڈی۔ ڈی ٹی تشریف لاتے ہیں۔

پروفیسر :- (داخل ہوتا ہے کورنش بجا لاتا ہے اور پھر نظم گاتا ہے)

میں آنے والے دنوں کی بشارت ہوں

لفظوں کی چھتری کے نیچے کھڑا

علم کے کیپسولوں کو ہر روز بیمار لوگوں میں تقسیم کرتا ہوں
کہتا ہوں سقراط بھی اپنے الفاظ کو بانٹتا تھا
میں کہتا ہوں منصور بھی شہر کے چوک میں
بھولے بھٹکوں کی اُمت میں علم و ہنر کی گواہی تھا
کہتا ہوں برحق ہے سقراط
برحق ہے منصور
برحق ہے علم و ہنر کی صداقت
میں صدیوں پرانے کئی مردہ لفظوں کو حنوط کر کے
انہیں اپنی فہم و فراست کے لوبان کی لو لگا کر
کرشمے دکھاتا ہوں
اور لائبریری کی ساری کتابوں کے دریا کو کھینچ کے
چالیس منٹ کے ہوا بند کوزے میں محفوظ کر کے
کلاسوں کے تابوت میں کھولتا ہوں
صفر کے کڑے دائرے سے نکلتا ہوں
لفظوں کی چیونگم چباتا ہوں
اور پھر اسے ابتدا سے انتہا تک پھیلاتا ہوں
وہ نوٹس لیتے ہیں
اور خوش ہو کے تالی بجاتے ہیں
میں ہر روز اپنی بزرگی کے اس راسترام پر کھڑا

ان سے کہتا ہوں
میں اس زمانے کی بُک شیلف پر آنے والے دنوں کی کتابوں کا واحد مصنّف ہوں
اسرار کو جانتا ہوں
فنا اور بقاء کے مسائل کی ہر رمز سے آشنا ہوں
مرے ذہن کی جنتری میں ہر اِک حرف کا بھید محفوظ رہتا ہے
جیبوں میں سارے سوالوں کے میکسی، مڈی اور مِنی جوابات ہر وقت تیار ملتے ہیں
سارے مواقعوں کے جاہ و حشم کے مطابق میں اقوالِ زرّیں کا اسٹاک دن رات رکھتا ہوں

ان کو پرانے لطیفے سناتا ہوں
ہر سال ان کو ہنساتا ہوں۔ وہ نوٹس لیتے ہیں۔ خوش ہو کے تالی بجاتے ہیں
میں لفظوں کی شکلوں کو فولاد میں ڈھال کر
عقل و دانش کی دہکی ہوئی آنچ پر سُرخ کر کے
تر و تازہ ذہنوں پہ پورے دل و جان سے داغتا ہوں
کہ یہ نقش زندہ رہیں
آنے والے دنوں کے کیلنڈر میں میرے جنم دن پہ تعطیل ہو
اور مرا فرض پورا ہو
اِس شہرِ آشوب میں ایک میں فردِ واحد ہوں
جو اپنے لفظوں کی رسّی سے لوگوں کو ان کی جہالت کی گونگی بلندی سے نیچے اترنے

کی ترکیب کو جانتا ہوں

مگر میری بیوی مجھے روز کہتی ہے

میں نیند میں بڑبڑاتا ہوں

لیکن وہ ان پڑھ ہے الہام کا فلسفہ اس کی دانش سے باہر ہے

سب کا بڑا شکریہ

کلاس اوور

سب لوگ تالیاں بجاتے ہیں اور تعظیم سے جھکتے ہیں

پروفیسر :۔ (ظاہر کے قریب آکر ہاتھ چومتا ہے) شادی کی سال گرہ مبارک!

سب :۔ مبارک!

پروفیسر :۔ یور ہائی نس خاکسار اس مبارک موقع پر حضور کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہے۔

ظاہر :۔ اجازت!

(پروفیسر واپس آتا ہے اور ایک بہت بڑا پیلے کارڈ اٹھا کر لاتا ہے۔ جس پر بہت سے زائچے بنے ہوئے ہیں اور لفظ الم یعنی علم، لکھا ہوا ہے)

پروفیسر :۔ میرا تحفہ — الم —

ظاہر :۔ الم؟

بیگم :۔ الم! — نالج

پروفیسر :۔ الم — روشنی، کبھی نہ ختم ہونے والی دولت

دماغوں کو روشن کرنے والا نور — الم — نروان، مکتی، شانتی، الم،

بیگم :- ہاؤ ونڈرفل !....

ظاہر :- ہم اِلم کے مالک ہیں۔

بیگم :- ہم آلم ہیں۔

دونوں :- ہم آلم ہیں۔

ظاہر :- (کھڑے ہو کر سب سے مخاطب ہوتا ہے)

اِلم حاصل کرو۔

بیگم :- (کھڑے ہو کر)

اِلم حاصل کرو۔

(اب سب مل کر گاتے ہیں۔)

اِلم حاصل کرو۔اِلم حاصل کرو

اِلم کی روشنی، بلب سے تیز ہے
اِلم کی سرزمیں کتنی زرخیز ہے

اِلم حاصل کرو

اِلم کا راز کیا، بوجھئے تو بھلا
اِلم سونا ہے سونا ہے اِلم و ہُنر
ملک کے لوگ کیوں ہو گئے بے خبر
اِلم جس کو ملے اس کو دولت ملے
اُس کو دولت ملے اُس کو عزت ملے

اِلم حاصل کرو

ہم جو زر دار ہیں
کتنے ہشیار ہیں
اِلم سی قیمتی جنس کے
ہم خریدار ہیں
اِلم کی دولتیں ختم ہوتی نہیں
اِلم کی نعمتیں ختم ہوتی نہیں
دولتوں کے لئے علم حاصل کرو

اِلم حاصل کرو

وہ جو اَلم نہیں۔ ابنِ آدم نہیں
ہم تو جانیں فقط ایک ہی سیدھی بات
اِلم سمجھیں گے کیسے بھلا حیوانات
یہ تو ہے ورثۂ اشرف المخلوقات
اشرف المخلوقات ، اشرف المخلوقات

اِلم حاصل کرو

ہم نے مانا کہ مشکل بہت ہے سبق
تجھ کو ہونا نہیں چاہیئے یہ قلق
حرف چاندی کے ہیں اور سونا ورق
طاق میں تم نے رکھ دی اگر یہ کتاب
امتحاں میں بھلا کیسے دوگے جواب

گر پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب
تم بنو گے نواب

علم حاصل کرو
علم حاصل کرو

(اس کے بعد ایکشن جامد ہو جاتا ہے)

سیٹ نمبر ۴-

اب ایک گنجا آدمی ایک عورت کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔

عورت :- مائی کیوٹ لٹل بے بی .... مائی لوائے .... تم میرے لئے دولت کے پھول لاتے ہو۔ شہرت کا لباس۔ تم میری زندگی کے پرسٹ ہو .... ڈارلنگ تم سم سم ہو .... یو نی کارڈ ہو جو ہر ہوٹل میں چل جاتا ہے۔ اوہ .... یو ہینڈسم ڈیول .....

(یہ عورت نشے میں ہے) اوہ ....————————

آئی لو یور نیوڈ ہیڈ۔

(سر پہ ہاتھ پھیرتی ہے)

مرد :- آئی ایم سوری .... دراصل آج میری وگ دھلنے گئی ہے۔

عورت :- اوہ ڈونٹ سے دیٹ !!

————

————

————

————

یہ سر..... جیسے سن سیٹ کے وقت سورج کا عکس۔

مرد:- اوہ..... پلیز..... آئی ایم سوری۔

عورت:- آہ..... ہر عقل مند کا سر گنجا ہوتا ہے..... Nude wisdom ہاہا۔

مرد:- لیکن میں..... میں تو عقل مند نہیں۔

عورت:- اوہ..... ڈارلنگ ہر دولت مند کا سر گنجا ہوتا ہے۔ Nude wealth گنجا سر- پراپیرٹی کی نشانی..... عافیت کا نشان.....

مرد:- (اب وہ بے وقوفوں کی طرح ہنستا ہے) ہاہاہا..... رائٹ..... رائٹ..... ________ ..... ہاہا۔

عورت:- (شراب پیتی ہے) آہ..... آہ... تم ڈی فوکس ہو رہے ہو !

مرد:- کیا..... میں ڈی فوکس ہو رہا ہوں.....؟

عورت:- تم ڈی فوکس ہو رہے ہو۔

مرد:- (خوف زدہ ایسے جیسے یہ ہپناٹزم کے عمل میں ہو) اوہ..... ڈی فوکس..... میں ڈی فوکس ہو رہا ہوں.....؟

عورت:- ہر چیز ڈی فوکس ہو رہی ہے۔ شیمپین..... تحلیل ہونے کا لمحہ۔

مرد:- تحلیل ہونے کا لمحہ.....

عورت:- تمہارے کان لمبے ہوتے جا رہے ہیں۔ ________ ..... بڑے بڑے لفافوں کی طرح لمبے.....

مرد:- میرے کان؟ (کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے) اوہ..... میرے کان لمبے ہوتے جا رہے ہیں..... اوہ..... میرے خدا.....

عورت :۔ تمہاری ناک ۔

مرد :۔ میری ناک ۔ کیا ہوا میری ناک کو؟

عورت :۔ تمہاری ناک ٹیڑھی ہوتی جارہی ۔ ہا ہا ۔

مرد :۔ (ناک کو پکڑتا ہے) اوہ میری ناک ۔

عورت :۔ تمہاری آنکھیں پھیل رہی ہیں ۔

مرد :۔ میری آنکھیں ۔ ... آہ ۔

عورت :۔ تم ڈی فوکس ہو رہے ہو ..... تمہارے کان لمبے ہو رہے ہیں ۔ تمہاری آنکھیں پھیل رہی ہیں ۔ تمہاری ناک ٹیڑھی ہو رہی ہے ۔ تمہارا منہ ..... ہا ہا ... تمہارا منہ لٹک رہا ہے ...... ہا ہا Big big ears ...... ہا ہا ...... You silly ass

مرد :۔ (پاگلوں کی طرح اپنے کان، ناک اور منہ کو ہاتھ لگاتا ہے اور پھر زور زور سے ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا بھاگ جاتا ہے ۔)

فیڈ آؤٹ

سیٹ نمبر ۴

پارٹی سین

بٹلر :۔ ڈاکٹر وسکی ناخوف ۔

ڈاکٹر :۔ (داخل ہوتا ہے اور ظاہر اور بیگم کے ہاتھ چوم کر ایک عجیب قسم کی ملبوتری چیز میز پر رکھتا ہے) حضور میرا تحفہ ۔ آئی فون !

ظاہر :۔ آئی فون ؟

ڈاکٹر :۔ آئی فون ۔ راتوں کی نیند کا ضامن ۔ آئی فون سوچ، فکر، ذہنی انتشار اور پریشانی کے

کیڑے مکوڑوں کو مارتا ہے۔ سکون بخشتا ہے۔ ہر لمحے کا سکون آئی فون۔ امن کا محافظ آئی فون۔ اوتھانٹ کی والدہ آئی فون۔

ظاہر:۔ ہمیں امن چاہیئے۔

سب:۔ ہمیں امن چاہیئے۔

(گانا)

ہم کو امن چاہیئے
ہم کو امن چاہیئے

روز کی جنگ سے قوم بے زار ہے
اس طرح خوں بہانا تو بے کار ہے
کس قدر شور ہے
زندگی بور ہے
ہر کوئی چور ہے

ہم کو امن چاہیئے
ہم کو امن چاہیئے

یہ عجب سال ہے
امن کا کال ہے
کیسا جنجال ہے
جس طرف دیکھئے
بھوک ہڑتال ہے

ہم کو امن چاہیئے۔

پیٹ کو چھوڑیئے
سب سے مُنہ موڑیئے
بھوک کو توڑیئے
آپ انسان ہیں
نہ کہ حیوان ہیں
صبر سے کام لیں۔ یاد اُس کو کریں
جس نے سب کو دیئے
سونگھنے کو ہوا، پھانکنے کو چنے
کچھ بنے نہ بنے

ہم کو امن چاہیئے۔
ہم کو امن چاہیئے۔

(گانا ختم ہوتے ہی ایکشن جامد ہو جاتا ہے)

سیٹ نمبر ا

بٹلر :- جناب محض الفضل ربی!

(ایک سرخ و سفید ادھیڑ عمر کا آدمی جو کہ انتہائی سُست اور غالباً شراب کے نشے میں ہے اندر داخل ہوتا ہے۔ سب لوگ تعظیماً جھکتے ہیں۔ فضل ربی ظاہر ڈی بیگ کا ہاتھ چومتا ہے اور کورنش بجا لاتا ہے)

ظاہر :- ویل کم مسٹر محضی!

فضل ربی :۔ اے شاہِ کج کلاہ، اے تاجدارِ سرو سمن، تیری لیلاؤں کی خیر کہ ہم قتل گاہوں، وردار و رسن سے گزر کر مئے تلخِ ایام پی پی کر آپ کے لئے اس دورِ جبر و استبداد اور عہدِ استحصال میں انقلاب کا تحفہ لائے ہیں۔

بیگم ظاہر :۔ اوہ انکل آپ! یہ انکل کون ہے ڈارلنگ؟

ظاہر :۔ ڈارلنگ وہی انکل جو امریکا سے آتے ہیں۔

بیگم ظاہر :۔ اوہ۔ انکل آپ۔

فضل ربی :۔ (تقریر کے انداز میں) کامریڈو! انکلاب لے کر آؤ۔ انکلاب!

(مارشل میوزک جس کے ساتھ ایک پستہ قد کامریڈ سجدہ گزار ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر داخل ہوتا ہے اور کامریڈ لغمت گزار درانتی۔ دونوں نے سُرخ کپڑے پہن رکھے ہیں۔ ہتھوڑا اور درانتی غالباً پلاسٹک کے بنے ہوئے ہیں جن پر لفظ انکلاب لکھا ہے۔ دونوں گاتے ہوئے، اگائے کی دھن پر تھرکتے ہوئے چلتے ہیں۔)

انکلاب آگیا انکلاب آگیا

جتنے بھی تھے سوال اب ان کا جواب آگیا

انکلاب آگیا

انکلاب آگیا

(جوں ہی یہ لوگ اندر داخل ہوتے ہیں سب لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ عورتیں چیخ چیخ کر اپنے زیورات اتارنا شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن یکدم کامریڈ سجدہ گزار آگے بڑھتا ہے اور ہتھوڑے کو پچکارتا ہے۔ آہستہ آہستہ سب لوگ پہلے والی حالت میں آتے ہیں۔ پھر مسکراتے ہیں اور پھر ہلنا شروع کر دیتے ہیں۔)

سجدہ گزار :۔ میں ایوانوں سے جکڑا۔ حق بہ رسید کرن کرن کرن، آسمانوں، دو کانوں نے ریزہ ریزہ سورج کی کرچیاں، پیسٹریاں اور جلیبیاں لایا کہ میں حق، حق، حق، حقیقت!

نعمت گزار :۔ میں ہنسی ہنسی میں امتیاز کیا گیا اور میں نے ہر چڑھتے سورج کی پرستش کی کہ مجھے شہرت کا محصول طنار ہے۔ میں نے کھیتوں اور کھلیانوں سے انکلاب حاصل کیا اور اس کی قلمیں مال روڈ پر لگائیں تاکہ شہریوں کی شامیں انکلاب کے پھولوں سے معطر رہیں اس خاکسار نے اپنے خون سے اس پودے کی نشو و نما کی ہے۔

فضل ربی :۔ کامریڈ سجدہ گزار! اور کامریڈ نعمت گزار! انکلاب کو شاہِ کج کلاہ کے حضور پیش کیا جائے۔

(کامریڈ سجدہ گزار اور نعمت گزار درانتی اور ہتھوڑا مسٹر اور مسز بیگ کے سامنے میز پر رکھتے ہیں۔ مسز بیگ درانتی اٹھاتی ہے۔ ذرا مسکراتی ہے اور پھر درانتی سے ناخنوں کو فائل کرتی ہے۔ سب لوگ احتراماً دیکھتے ہیں۔ مسز بیگ اس عمل میں محو ہو کر اس سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیتی ہے۔ ظاہر بیگ دم ہتھوڑا اٹھاتا ہے اور گولف کھیلنے کا مائم کرتا ہے۔ سب لوگ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور مل کر گاتے ہیں)

انکلاب آ گیا انکلاب آ گیا
تم بھی عوام ہو گئے
ہم بھی عوام ہو گئے
عام خاص ہو گئے
خاص عام ہو گئے
ادھر شراب آ گئی، ادھر کباب آ گیا

انقلاب آگیا

پئیں گے اس کو جو کس میں
دیکھیں گے سینما ہاؤس میں
ٹانگیں گے پھر بلاؤز میں
نعروں کے سستے کرائے پر انقلاب آگیا
انقلاب آگیا

آیا جلوس آگیا
وائٹ ہاؤس آگیا
رستے میں آگیا ایران
اُوپر سے روس آگیا
باادب باملاحظہ لاٹ صاحب آگیا
انقلاب آگیا

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ اِن۔

سیٹ نمبر ۴۔ (پارٹی ہوتی ہے)

پارٹی سے ایک تیز طرار لمبی عورت ایک چھوٹے قد کے آدمی کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔

آدمی:۔ آپ مجھے بتا رہی تھیں کہ آپ نے مجھے کہیں دیکھا ہے۔

عورت:۔ جی ہاں..... میں نے سب سے پہلے آپ کو ریس کورس میں دیکھا تھا۔

آدمی :۔ ریس کورس میں ؟

عورت :۔ جی میں دوربین لگا کر آپ ہی کو دیکھ رہی تھی۔

آدمی :۔ میں اس وقت کیا کر رہا تھا۔

عورت :۔ آپ سرپٹ بھاگ رہے تھے۔

آدمی :۔ اوہ ! عجیب بات ہے.....

عورت :۔ آپ شاید دہریئے ہیں۔؟

آدمی :۔ جی میں دہریہ ؟

عورت :۔ جی ہاں آپ دہریے ہیں۔

آدمی :۔ یہ آپ کو کیسے خیال آیا۔؟

عورت :۔ آپ نے ابھی کچھ دیر پہلے میرے سر کی قسم کھائی تھی۔

آدمی :۔ اوہ... جی ہاں..... ہاں ہاں..... خوب....

آدمی :۔ آپ کے بال بے حد خوب صورت ہیں۔ ان کو دیکھ کر مجھے شام کی شفق یاد آتی ہے۔

عورت :۔ اوہ ڈاڈائی شاید ٹھیک نہیں ہوئے ورنہ آپ کو صبح کی شفق یاد آتی۔

آدمی :۔ مجھے آج یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے دنیا کی تخلیق کا صرف ایک مقصد تھا۔

عورت :۔ وہ کیا؟

آدمی :۔ دنیا کی تخلیق کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے مل سکیں۔

عورت :۔ آپ کا مطلب ہے چاند نکلتا ہے۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ سورج نکلتا ہے۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ پرندے چہچہاتے ہیں۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ گندم اُگتی ہے۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ پٹ سن پیدا ہوتا ہے۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ قانون بنتے ہیں۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ اصول بنتے ہیں۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ سات کروڑ انسان سانس لیتے ہیں۔

آدمی :۔ ہمارے لئے۔

عورت :۔ لوگ بھوک سے مرتے ہیں۔

آدمی :۔ کہ ہم زندہ رہیں۔

عورت :۔ جنگ اور امن ہوتا ہے۔

آدمی :۔ تاکہ ہم صبح ناشتے پر اخبار پڑھ سکیں۔

عورت :۔ ہڑتالیں ہوتی ہیں۔

آدمی :۔ تاکہ ہم گفتگو کر سکیں۔

عورت :- خون اور پسینہ بہتا ہے ۔

آدمی :- تاکہ ڈنر کے بعد ہم گندے لطیفے سنا سکیں ۔

عورت :- صبح ہوتی ہے ہمارے لئے ، شام ہوتی ہے ہمارے لئے ۔

دونوں :- ہمارے لئے ، ہمارے لئے ، ہمارے لئے ۔

(دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ڈانس کرتے ، گاتا گاتے چلے جاتے ہیں)

(فیڈ آؤٹ)

سیٹ نمبر ا (پارٹی سین)

بٹلر :- پروفیسر مصدر علی اینو !

(مصدر علی داخل ہوتا ہے ۔ یہ ایک موٹا سا آدمی ہے جس نے لمبا سفید کرتا

پہن رکھا ہے ۔

مصدر آہستہ سے اندر داخل ہوتا ہے

اور سٹیج کے درمیان پہنچ کر اپنا سفید کرتا اٹھاتا ہے

اور پھر گھومتے ہوئے چاروں طرف اپنا پیٹ دکھاتا ہے ۔

اُس کے پیٹ پر بہت سے اخباروں کے تراشے چسپاں ہیں

اُس کے ساتھ ساتھ کچھ سلوگنز ہاتھ سے مختلف رنگوں میں لکھے ہوتے ہیں ۔

مثلاً War till victory

______

______

______

(اخباروں کی سرخیاں بالکل تازہ ہونی چاہئیں)

مصدر:۔ (گھومنے کے بعد)۔ حضور کو شادی کی سال گرہ مبارک!

سب:۔ مبارک!۔

مصدر:۔ حضور کی خدمت میں بندۂ ناچیز ایک حقیر تحفہ پیش کرتا ہے۔ (مصدر ایک پیلے کارڈ اٹھاتا ہے جس پر طبلہ، سارنگی اور ستار بنے ہوئے ہیں۔ اُس کے اُوپر لفظ 'قلچر' یعنی کلچر، لکھا ہوا ہے۔)

مصدر:۔ حضور کی خدمت میں "قل۔چر!"

بیگم:۔ اوہ۔ کال چر!

ظاہر:۔ ثقافت، تہذیب، تمدن!

بیگم:۔ اوہ ہاؤ سویٹ۔ بٹلر۔ قلچر کو اٹھا کر ہمارے قریب رکھا جائے (قلچر قریب رکھا جاتا ہے بیگم بچوں کی طرح قلچر کو دیکھتی ہے)

بیگم:۔ (طبلے کو ہاتھ لگاتے ہوئے پچکارنے کے انداز میں) ہیلو!..... ہیلو!..... (طبلے کی آواز آتی ہے) اوہ ہاؤ بیوٹی فل۔ (ستار کو ہاتھ لگاتی ہے) ہیلو!..... ہیلو ڈیر..... (دیکھدم ستار کی آواز آتی ہے) او..... ہی..... ہی..... ہاؤ..... ہاؤ سویٹ!..... (سب اُسی انداز میں ہنستے ہیں) ہیلو!..... (سارنگی کو ہاتھ لگاتی ہے سارنگی کی آواز) آہا۔ گریٹ! ہیلو گریٹ قلچر..... (سب کی آوازیں آتی ہیں)۔ ہمارا قلچر۔ گریٹ قلچر۔ بٹلر! قلچر کو اٹھا کر ہمارے تحفوں میں سجا دو (بٹلر قلچر کو اٹھا کر باقی تحفوں

میں رکھ دیتا ہے)

بیگم :۔ سب سے عمدہ۔ سب سے اعلیٰ۔

سب :۔ ہمارا کلچر

ظاہر :۔ ہمارا کلچر ہے سب سے عمدہ ہے سب سے اعلیٰ

سب :۔ ہمارا کلچر

(اب سب مل کر گاتے ہیں)

ہمارا کلچر ہے سب سے عمدہ ہے سب سے اعلیٰ
ہمارا کلچر۔ ہمارا کلچر
ہمارے کلچر میں سادگی ہے
ہمارے کلچر میں عاجزی ہے
کبھی یہ ہیروں میں تُل رہا ہے
کبھی شرابوں میں گھل رہا ہے
ہے بادشاہوں نے اس کو پالا
ہمارا کلچر ہے سب سے عمدہ ہے سب سے اعلیٰ
ہمارا کلچر
کبھی یہ خوش ہو کے ناچتا ہے
کبھی یہ راگوں کو راگتا ہے
ہمارے کھانے کو ہضم کرنے
خیال ایسے الاپتا ہے

کہ ہضم ہوتا ہے ہر نوالہ

ہمارا کلچر ہے سب سے عمدہ ہے سب سے اعلیٰ

ہمارا کلچر

ہمارے شوکیس میں سجا ہے

کہیں یہ دیوار پر جڑا ہے

ہے سا رے گا ما، ہے پا دھا نی سا

نی گا ما پا دھا نی دھا پا گا ما

کبھی ہے ٹھمری کہ جیسے قمری

کبھی ہے طبلے پہ تین تالہ

ہمارا کلچر ہے سب سے عمدہ ہے سب سے اعلیٰ

ہمیشہ کلچر کو یاد رکھئے

ہمیشہ کلچر کو شاد رکھئے

کہ روح کی بھی غذا ہے کلچر

کہ جسم کی بھی قبا ہے کلچر

ہزار نقش و نگار والا

ہمارا کلچر

ہمارا کلچر ہے سب سے عمدہ ہے سب سے اعلیٰ

(فیڈ آوٹ)

فیڈ اِن

سیٹ نمبر ۴۔

(اب پارٹی سے دو آدمی جو بالکل ایک ہی قد اور شکل کے ہیں ایک ہی لباس میں ملبوس سیٹ نمبر ۴ پر آتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے تاثرات سے ایسے لگتا ہے جیسے وہ کسی ہجوم کے سامنے تقریر کر رہے ہیں۔ دونوں کے مکالموں کو ایک ہی طریقے اور ایک ہی اتار چڑھاؤ سے بولا جاتے اور ایک ہی قسم کے ایکشن کئے جائیں)

پہلا:۔ آوے ای آوے۔

دوسرا:۔ جاوے ای جاوے۔

(بیک گراؤنڈ سے تالیوں کا شور اور ہجوم کی ملی جلی آوازیں آتی ہیں)

پہلا:۔ آوے ای آوے۔

دوسرا:۔ جاوے ای جاوے۔

پہلا:۔ (غصے سے) آوے ای آوے۔

دوسرا:۔ (اتنے ہی غصے سے) جاوے ای جاوے۔

پہلا:۔ (زیادہ بلند آواز سے) آوے ای اے۔

دوسرا:۔ (اُسی طرح دہراتا ہے) جاوے ای جاوے

(اب دونوں جیسے لڑ رہے ہوں۔ بہت اونچی مکالمے دہراتے ہیں۔ یکدم دونوں خاموش ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے مسکراتے ہیں۔ ہاتھ ملاتے ہیں اور ایک دوسرے سے شراب کا گلاس ٹکراتے یعنی ٹوسٹ کا مائم کرتے ہیں۔ اور چیئرز کہہ کر شراب پینا شروع کر دیتے ہیں)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ اِن۔ سیٹ نمبر ا

ٹبلر :۔ سراج السالکین، اشرف الصالحین ابوالفصاحت و بلاغت مولانا وجودی۔ المتقی تشریف لاتے ہیں۔

مولانا داخل ہوتے ہیں۔ مولانا کے ہاتھ میں تسبیح ہے جسے وہ بڑے انہماک سے پھیرنے میں مصروف ہیں۔ ان کے پیچھے دو چھوٹے مولوی حضرات ہاتھ میں ایک سنگ مرمر کا ٹکڑا جو ریشمی کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے لے کر آتے ہیں۔ سب لوگ احتراماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مولانا :۔ (ظاہر اور بیگم کے قریب آکر) الحمدُ لِلہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے بندۂ عاجز و پُر معاصی کو اِس مقدس اور واجب العزت روزِ سعید کے دیدار کی نیک سعادت بخشی۔ بہ محاحت علائق دنیا بہ شماتت سگِ جاہ بندہ عاجز یہ لمحۂ فراغت نکال کر قدوم میمنت کی بطرف قدم بوسی کی خاطر افتاں و خیزاں آیا ہے۔

بیگم :۔ ہائی مولانا۔ یو سپیک بیوٹی فلی۔

مولانا :۔ (بیگم کی طرف) اے خاصۂ انجم و ناہید، اے مظہرِ شمیم عید، اے خلاصۂ نازِ محبوبی تصویر حسنِ خیال، صباحت صبح درخشاں، رشکِ حورِ جناں، پیکرِ شرم و حیا، اے پاکباز، اے عفیفہ! تیری بارگاہ رشکِ صد فردوس میں کمترین اظہارِ تشکر بار گزار کرتا ہے۔

بیگم :۔ اوہ ہاؤ سویٹ!

مولانا :۔ حضوری اقدس میں بہ ہزار خجالت قلب و ندامت جبین بکمال منکسر المزاجی سے بندہ عاجز اس مقدس اور واجب العزت موقع پر آپ کی نذر اور قبولیت کے لئے طلبِ زر

اور منفعت رقوم سے بالاتر تحفہ پیش کرتا ہے۔ گر قبول افتد۔ زہے عزّ و شرف۔

(مولانا ہاتھ سے اشارہ کرتے ہیں جس پر دو چھوٹے مولوی سنگ مرمر کی تختی کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اس پر ہم ایک لفظ "آکبت" یعنی عاقبت لکھا ہوا دیکھتے ہیں) آکبت!

بیگم :۔ آکبت؟ وٹ از اِٹ ڈارلنگ؟

ظاہر:۔ اوہ ڈارلنگ! آکبت!..... آکبت دراصل ایک قسم کی انشورنس پالیسی ہے جو انسان کو انسان کی موت کے بعد ملتی ہے۔

بیگم :۔ اوہ!

مولانا :۔ (دعا کے لئے ہاتھ اٹھاکر) حضور پُر نور کی آکبت ہمیشہ سلوری رہے۔ آمین ثم آمین ..... (حاضرین آمین کہتے ہیں) اللہ تبارک تعالیٰ کا ہر ذی رُوح کے بارے میں حکم ہے کہ وہ اپنی آکبت سنوارے۔

ظاہر:۔ آکبت کو سنوارو۔

بیگم :۔ آکبت کو سنوارو۔

مولانا:۔ (قوالی کے انداز میں) آکبت کو سنوارو!

ابھی آکبت کو سنوارو!

(اب سب مل کر یہ قوالی گاتے ہیں)

سنوارو سنوارو

ابھی آکبت کو سنوارو

تمنا کے لب پر کبھی حرف مطلب نہ لاؤ

ہنسو بارش سنگ میں بھی ہنسو مسکراؤ

سنوارو سنوارو

ابھی عاقبت کو سنوارو

تو آں قاتل کہ از بہرِ تماشا خون می ریزی !

من آں بسمل کہ زیرِ خنجرِ خونخوار می رقصم

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہ جاں بازاں

بصد سامان رسوائی سرِ بازار می رقصم

ہر اک چیز ظاہر ہے، ظاہر فنا ہے

فقط نیک کاموں کو اور نیک اعمال کو ہی بقا ہے

زندگی قرض ہے قرض کو تم اتارو

سنوارو سنوارو

ابھی عاقبت کو سنوارو

جب ترے ہاتھ میں خنجر چمکے

آرزو ہے مرے دل کی کہ مجھی پر چمکے

قتل کرنا تیری عادت اللہ اللہ !

قتل ہونا میری حسرت اللہ اللہ

ظلم کرنا تیری عادت ترا دستور رہے

ظلم سہنا میری قسمت مجھے منظور رہے

ظالم کو ظالم نہ جانو کہ ظالم بھی اِک واسطہ ہے

زمین امتحاں میں ہے اور زندگی امتحانوں کا اک سلسلہ ہے

ہمیشہ اُسی کو پکارو پکارو
ابھی آگبت کو سنوارو
آسری تیرے پاؤں میں کیا سوئے سکھ چین
موت نقارہ کوچ کا باجت ہے دن رین
تجھے کھانے پینے کی خواہش ہے
لیکن ابھی صبر کی آزمائش ہے
ہر آدمی کو بدن بوجھ ہے
وقت ابلیس کی ایک سازش ہے
ہاں نفس کو اپنے مارو
سنوارو سنوارو
ابھی آگبت کو سنوارو (فیڈ آؤٹ)

فیڈ اِن - سیٹ نمبر ۴

(یکدم ایک موٹا آدمی اور موٹی عورت بے تحاشا ہنستے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ یہ ہنسنا آہستہ آہستہ ایک گیم کی صورت اختیار کرے گا)

عورت :- ہی ہی ہا-

مرد :- ہی ہی - ہاہا-

عورت :- ہاہا - ہی ہی -

مرد :- ہی ہی ، ہو ہو-

عورت :- ہو ہو- ہی ہی -

مرد :۔ ہو ہا ۔ ہی ہو۔

عورت :۔ ہی ہا ۔ ہو ہی۔

دونوں مختلف طریقوں سے ہنستے ہیں۔ اس دوران ایک مرد اور ایک عورت اور داخل ہوتے ہیں۔ دونوں انگوٹھا چوس رہے ہیں۔ پھر دونوں ایک دوسرے کے لئے بغل گیر ہونے کے لئے آگے بڑھتے ہیں لیکن پہلی عورت دوسرے مرد اور پہلا مرد دوسری عورت کے ساتھ بغل گیر ہو جاتے ہیں۔

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ اِن۔ سیٹ نمبر ا

بٹلر :۔ جناب ایف ۔ ڈی ۔ رازق !....

رازق :۔ (جب داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا گندم کا دانہ بھی داخل ہوتا ہے جو اس کے ساتھ ساتھ چلتا جاتا ہے۔ رازق ہاتھ چومتا ہے) حضور شادی کی سال گرہ مبارک۔ حقیر تحفہ قبول کیجئے۔

بیگم :۔ ڈارلنگ یہ کیا ہے۔

ظاہر :۔ یہ ؟

رازق :۔ حضور یہ دانہ دیو ہے۔ اس کے پیچھے خلقت دیوانہ ہوتی ہے۔ اس دانہ دیو کو میں نے بڑی مشکل سے قابو کیا ہے۔ یہ دیو اب آپ کے قبضے میں ہے۔

بیگم :۔ ہمارے قبضے میں ؟

ظاہر :۔ ہمارے قبضے میں۔ دانہ دیو ہمارے قبضے میں سات کروڑ پیٹ ہمارے قبضے میں۔ ہم زندگی اور موت کے وارث ہیں۔ دانہ دیو ہماری دولت کی بوتل میں بند ہے۔ ہم نے

اُس کی روح قید کرلی ہے۔ دانہ دیو۔ (دانے کو نچاتا ہے جس کے ساتھ سب لوگ مل کر گاتے ہیں)

دانہ دیو!

دانہ دیو۔

دانہ دیو ناچے

دانہ دیو ناچے

اس کے پیچھے خلقت ناچے

عزت ناچے عظمت ناچے

ناچے ناچے دانہ دیو ناچے

دانہ دیو۔ دانہ دیو

ناچے خون کی خوشبو ناچے

ناچے من بھی اور تو ناچے

پیٹ میں بھوک کا جادو ناچے

ناچے ناچے دانہ دیو ناچے

دانہ دیو۔ دانہ دیو

ناچے دھڑ اور گردن ناچے

ناچے تن من، من دھن ناچے

راجہ ناچے، رانی ناچے

پہلے دن سے آخری دن کی

سارى رام کہانی ناچے

ناچے ناچے دانہ دیو ناچے

دانہ دیو۔ دانہ دیو

(ایکشن جامد ہو جاتا ہے)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔

(۔اس وقت سیٹ نمبر ا پر عمل جامد ہے۔ سیٹ نمبر ۴ پر ایک نہایت دُبلا پتلا آدمی ایک موٹی عورت کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔)

مرد :۔ (عورت کے لئے کرسی پیش کرتے ہوئے، آپ غالباً انار کی پسند ہیں۔

عورت :۔ کیا؟

آدمی :۔ میں نے کہا آپ غالباً انار کی پسند ہیں۔

عورت :۔ (شراب پیتے ہوئے) ہی ہی.... آپ کو کیسے پتہ چلا۔

آدمی :۔ میں آپ کو دیکھ رہا تھا کہ آپ بیئر میں وسکی ملا کر پی رہی تھیں۔

عورت :۔ اوہ....

آدمی :۔ آپ کا آزادی کے بارے میں کیا خیال ہے۔

عورت :۔ آزادی۔؟

آدمی :۔ جی ہاں آزادی۔

عورت :۔ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے فلسفی کے مطابق آزادی اس ملک میں ایک ایسا لباس ہے جسے بادشاہ پہن کر باہر نکلتے ہیں اور جو صرف عقل مندوں کو نظر آتا ہے۔

آدمی :۔ اوہ گریٹ ۔ آپ نے بالکل ٹھیک کہا آزادی صرف عقل مندوں کے لئے ہے۔

عورت :۔ اوہ .....

آدمی :۔ ان دنوں میرے اندر ایک نئی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ ایک نیا تغیّر جنم لے رہا ہے۔

عورت :۔ میں نے نوٹ کیا ہے آپ پہلے سے باتیں زیادہ کر رہے ہیں۔

آدمی :۔ (بے بغیر سُنے آگے بڑھتا ہے) پانچ سو آدمی ہلاک!

New massacre

عورت :۔ اوہ ..... The new massacre ..... آئی لو ویسٹرنز۔ ٹھا ٹھا .....

بینگ جینگ : یہ فلم کہاں دکھائی جا رہی ہے۔ ؟

آدمی :۔ فلم ؟

عورت :۔ ہاں یہ New massacre فلم کہاں دکھائی جا رہی ہے۔ آئی ایم کریزی فار سپیچ تھرلرز .....

آدمی :۔ میں فلم کی بات نہیں کر رہا ..... میں تو ویت نام کی جنگ کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

عورت :۔ کس کے بارے میں۔

آدمی :۔ ویت نام کی جنگ۔

عورت :۔ اوہ ہاؤ سلی۔ ڈارلنگ ویت نام از لونا گرا سے سوشل گاسپ!

Forget it

آدمی :۔ نونو! آئی شڈ ناٹ فارگٹ اِٹ ________ ..... ایک تبدیلی ایک change ..... مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ یہ وقت میرے ضمیر کو دستک دے رہا ہے ..... یہ وقت عوام کو Educate کرنے کا ہے۔ قوم کو ایک نیا وژن دینے کا ہے۔

سنو! سنو غور سے سنو! سات کروڑ انسان مجھے پکار رہے ہیں..... پکار رہے ہیں....
پکار رہے ہیں (مڑ کر) تم نے سنا ڈارلنگ؟

عورت :- (غور سے سنتے ہوئے) نہیں۔

آدمی : غور سے سنو..... سات کروڑ انسانوں کی آوازیں .....

(عورت اور مرد دونوں کان لگا کر سنتے ہیں۔ سناٹا)

عورت :- نہیں مجھے تو کوئی آواز نہیں آرہی۔

آدمی :- شش! (چپ کراتا ہے شش شش! یکدم کسی مینڈک کی آواز آتی ہے)

عورت :- (ہنستے ہوئے) اوہ.....! The frogs..... ہا ہا.....

آدمی :- (یکدم پرے ہٹ کر پھر تقریر کے انداز میں) اوہ..... اوہ..... سات کروڑ انسان
پکار رہے ہیں۔

عورت :- تم شاید لیفٹسٹ ہو؟.....

آدمی :- لفٹسٹ، .....

عورت :- ہاں لفٹسٹ!

آدمی :- تمہیں کیسے پتہ چلا؟

عورت :- میں نے دیکھا ہے کہ تم اپنا بایاں کندھا ذرا جھکا کر چلتے ہو۔

آدمی :- اوہ..... یہ وقت لفٹ اور رائٹ کا نہیں۔ رانگ اور رائٹ کا ہے.....
مجھے لفٹ رائٹ میں کنفیوژ نہ کرو..... خدا کے لئے..... میرا دل قوم کے غم سے
بھرا ہوا ہے۔

عورت :- ڈارلنگ تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ تم دل کے مریض ہو۔

آدمی :۔ (بغیر سنے) اِس وقت قوم کو میری ضرورت ہے۔

عورت :۔ نہیں ڈارلنگ تمہیں گلوکوز اور آرام کی ضرورت ہے۔

آدمی :۔ (بغیر سنے) ..... پہلا سٹپ ہے! Appearance پہلا سٹپ ہے لباس ....

دی ڈریس۔

عورت :۔ ڈارلنگ میں پہلے بتا چکی ہوں۔ Lounge or national

آدمی :۔ نیشنل! ..... ! that's it ! نیشنل لینگویج! نیشنل ہیرو! نیشنل بیٹری سیل!

نیشنل شوز..... نیشنل نیشنل ..... نیشنل یعنی قومی۔ قومی یعنی عوامی۔

عورت :۔ ڈارلنگ تمہاری ٹائی بڑی خوبصورت ہے۔

مرد :۔ یہ ٹائی عوام کی ٹائی ہے۔

عورت :۔ اور یہ سُوٹ۔

مرد :۔ عوام کا سوٹ۔ ہر چیز عوامی، ٹائی عوامی، کوٹ عوامی، گلبرگ عوامی، ہاکس بے عوامی

گوگو عوامی، مال روڈ عوامی ہر چیز عوامی، عوامی یوٹوپیا۔

عورت :۔ یوٹوپیا؟

آدمی :۔ یوٹوپیا گولڈن سٹیٹ..... ایک ایسی سٹیٹ جہاں کوئی ٹیکس نہیں کوئی غم نہیں....

کوئی ذمہ داری نہیں؟

عورت :۔ تم کس سٹیٹ کی بات کر رہے ہو؟

آدمی :۔ ایسی سٹیٹ جہاں کوئی exploitation نہیں، کوئی دھوکا نہیں کوئی کھوٹ نہیں۔

عورت :۔ مگر ایسی سٹیٹ کا نام میرے پاسپورٹ میں تو کہیں نہیں!

آدمی :۔ یہ سٹیٹ میری تقریروں میں ہے۔ میری Statements میں ہے۔ میرے ذہن

یں ہے.....یوٹوپیا.....آئی کین سی اِٹ۔ میری عینک ؟

عورت :۔ تمہارے بائیں ہاتھ میں ہے ڈارلنگ۔

آدمی :۔ Oh don't confuse me with left or right

عورت :۔ ڈارلنگ تم شاید اپنے رائٹ مائنڈ میں نہیں۔

آدمی :۔ میں اپنے لیفٹ مائنڈ میں بھی نہیں۔ (کبھی بائیں اور کبھی دائیں دیکھتا ہے) لیفٹ ؟ رائٹ..... لیفٹ ؟ رائٹ !

(یکدم اکڑ کر کھڑا ہوتا ہے اور مارچ کرتا ہوا جاتا ہے۔ "لیفٹ رائٹ، لیفٹ رائٹ"۔ عورت شراب پیتی ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔

سیٹ نمبر ا (پارٹی سین)

بٹلر :۔ جناب زیڈ۔ ایم۔ شو شو !

(شوشو جونہی آگے بڑھتا ہے اُس کے ساتھ ساتھ ایک ربڑ کی گیند داخل ہوتی ہے۔ شوشو داخل ہوتے ہی ربڑ کی گیند بٹلر کے سر پر سے گزارتا ہے۔ جونہی گیند سر سے گزرتی ہے۔ بٹلر ناچنا شروع کر دیتا ہے۔ بیگم اور باقی لوگ حیرانی اور غصے سے بٹلر کی طرف دیکھتے ہیں)

بیگم :۔ بٹلر !..... واٹ نان سنس (

(بیگم آگے بڑھتی ہے کہ شوشو گیند کو بیگم کے سر سے گزارتا ہے جس کے ساتھ ہی بیگم بٹلر کے ساتھ ناچنا شروع کر دیتی ہے۔ اب ظاہر انتہائی غصے سے اٹھتا ہے۔)

ظاہر :۔ بیگم !..... بیگم یہ کیا ہو رہا ہے۔ Behave yourself بیگم۔ (شوشو۔ گیند کو

ظاہر کے سر سے گزارتا ہے۔ ظاہر اس کے ساتھ ہی ناچنا شروع کر دیتا ہے۔ سب لوگ حیران ہوتے ہیں۔ سرگوشیاں کرتے ہیں شوشو بڑی پھرتی سے ہر آدمی کے سر پر سے گیند اچھالتا چلا جاتا ہے چنانچہ آہستہ آہستہ سب لوگ پاگلوں کی طرح مختلف طریقوں سے ناچنا شروع کر دیتے ہیں)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔

سیٹ نمبرا دپارٹی سین)

(بیگم اور ظاہر کھڑے ہیں۔ لوگ اُن کے گرد قطاریں باندھے کھڑے ہیں۔ سب ایک ایک کر کے مکالمے بولتے جاتے ہیں۔ پھر دہراتے جاتے ہیں)

ہم جسموں کا محصول دیتے ہیں/محصول دیتے ہیں۔

تاکہ سانسوں کی مراعات ملیں/مراعات ملیں۔

ہماری عُمر ایک لمبی کورنش ہے/کورنش ہے۔

زندگی اطاعت ہے۔

ہم ہاتھی ہیں۔

زمانہ مہاوت ہے/زمانہ مہاوت ہے۔

ہم تمہیں سونڈ اٹھا کر سلام کرتے ہیں۔

سلام کرتے ہیں

حضور کی شادی زمین آسمان کی شادی

زمین آسمان کی شادی!

حضور کی شادی دھنک اور افق کی شادی

دھنک اور افق کی شادی

حضور کی شادی ازل اور ابد کی شادی

ازل اور ابد کی شادی

چاند اور چکوری کی شادی

چاند اور چکوری کی شادی

گوہر اور صدف کی شادی

گوہر اور صدف کی

دولت اور شہرت کی شادی

دولت اور شہرت کی

ثقافت اور تمدّن کی شادی

ثقافت اور تمدّن کی

اختیار اور مختار کی

قدر اور قادر کی

کریڈٹ اور بیلنس کی شادی

انعام اور اکرام کی

مشرق اور مغرب کی شادی

جنوب اور شمال کی شادی

سوئٹزرلینڈ کے ہیروں اور ایران کے قالینوں کی شادی

اطلس و کمخواب کی شادی

(اب سب گاتے ہیں)

مبارک۔ مبارک۔ مبارک۔ مبارک

مبارک مبارک یہ شادی مبارک !

مبارک مبارک یہ شادی مبارک !

(ایک شاعر آگے بڑھتا ہے اور ترنم سے یہ اشعار پڑھتا ہے۔ لوگ داد دیتے ہیں)

مبارک مبارک یہ شادی مبارک

سہانی رتوں کی منادی مبارک

ہمارے لئے سانس کی مہلتیں بخش دی ہیں

ہمارے لئے آپ نے قسمتیں بخش دی ہیں

کہیں شہرتیں اور کہیں دولتیں بخش دی ہیں

ہمیں آپ نے خلعتیں بخش دی ہیں

ہر اک دل نے بڑھ کر دعا دی۔ مبارک

مبارک مبارک یہ شادی مبارک

امیروں کی دولت، غریبوں کی قسمت

ادیبوں کی انشاء حکیموں کی حکمت

فقیہوں کے خطبے، شجاعوں کی جرأت

سپاہی کے ہتھیار، شاہوں کی طاقت

ہر اک شے ترے واسطے ہے بنادی ۔ مبارک مبارک

یہ شادی مبارک

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان ۔

سیٹ نمبرا ۔ وہی پہلے والا سین ۔

ظاہر ۔ نامور خواتین و حضرات !

آج کا دن ہماری زندگی کا ایک اہم ترین دن ہے ۔

بیگم :۔ آج کے دن محبت پیدا ہوئی ۔

ظاہر :۔ آج کے دن زندگی ظاہر ہوئی ۔

بیگم :۔ آج کے دن زندگی کے معنی ظاہر ہوئے ۔

ظاہر :۔ ہم اپنی روایات کے مطابق ۔

بیگم :۔ شروعات کے مطابق ۔

ظاہر :۔ سوالات کے مطابق ، معاہدات کے مطابق اعلان کرتے ہیں ۔

بیگم :۔ اعلان کرتے ہیں کہ دنیا کو خوش خبری ملے ۔

ظاہر :۔ اعلان کرتے ہیں کہ کائنات زندہ رہے ۔

بیگم :۔ اعلان کرتے ہیں کہ سب کچھ سلامت رہے ۔

ظاہر :۔ ہمارے ورثے کا وارث ۔

بیگم :۔ ہماری عظمت کا وارث ۔

ظاہر :۔ ہماری دولت کا ۔

بیگم :۔ شہرت کا۔

ظاہر:۔ شرافت کا وارث ۔

بیگم :۔ ہمارا جانشین!

ظاہر:۔ ہمارا بیٹا۔

بیگم :۔ ہز ایکسی لینسی شاہد علی خاں۔

ظاہر:۔ ہز ایکسی لینسی شاہد علی بہادر۔

بٹلر :۔ باملاحظہ باادب ہوشیار۔

شاہد:۔ (باہر سے) ہاہاہا.....

(شاہد اپنے روایاتی لباس میں سٹیج پر داخل ہوتا ہے۔ سب لوگ ادب سے جُھک جاتے ہیں۔ شاہد ایک RETARDED CHILD کی طرح ہنستا ہے۔ دو لڑکیاں آگے بڑھتی ہیں۔ شاہد لڑکھڑاتا ہوا پاگلوں کی طرح عجیب وغریب چہرے بناتا مختلف لوگوں سے ٹکراتا ہوا سب کے درمیان آجاتا ہے۔ سب لوگ ادب سے بالکل نیچے جھُک جاتے ہیں۔ شاہد اُن کے سروں کو بے معنی نظروں سے گھورتا ہے لوگ 'یور میجسٹی' کہتے ہیں۔ جس پر وہ عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکالتا ہے۔ پھر یکدم شاہد کا مضحکہ خیز قہقہہ ڈراؤنا ہوجاتا ہے۔ اس پر لوگ دہشت زدہ ہوکر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں)

ظاہر:۔ (کھڑے ہوکر) شاہد!

شاہد:۔ (ہنستا ہے)

ایک عورت :۔ مجھے اس سے خوف آتا ہے۔

ایک آدمی :۔ یہ ہنسی بے معنی ہے۔

عورت :- غیر انسانی ہنسی۔

دوسری عورت :- یوں لگتا ہے جیسے ہر چیز کے معنی یہ بے معنی ہنسی ہے۔

دوسرا آدمی :- مجھے اپنا وجود بے معنی لگ رہا ہے

تیسری عورت :- ہم سب یہاں اکٹھے کیوں ہوئے ہیں؟

تیسرا آدمی :- پتہ نہیں۔

تیسری عورت :- یوں لگتا ہے جیسے ہم سب بے مقصد ہیں۔

(اگلے مکالموں کے درمیان شاھد ہنستا رہتا ہے)

ایک آدمی :- وہ ہم سب پر ہنس رہا ہے۔

ایک عورت :- وہ شاید میرے بالوں پر ہنس رہا ہے۔

ایک آدمی :- اور میرے پیٹ پر۔

دوسرا :- اور میرے چہرے پر۔

تیسرا :- اور میرے تمغوں پر۔

چوتھا :- میری شہرت پر۔

پانچواں :- میری عزت پر۔

چھٹا :- میری عظمت پر۔

(قہقہہ بلند ہوتا جاتا ہے)

(سب لوگ خوف زدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ اس پر ٹیلی فون کی گھنٹی overlap ہوتی ہے۔ ایکشن جامد ہو جاتا ہے۔)

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ آن :۔

(یہ سین تابلو میں ہوگا۔ سیٹ نمبر ا پر بیگم کھڑی ہے، سیٹ نمبر ۲ پر ظاہر اور سیٹ نمبر ۳ پر شاہد کھڑا ہے۔ تینوں سپاٹ لائٹ میں ہیں اور جامد ہیں۔ آوازیں جیسے خواب میں آ رہی ہوں)

ظاہر :۔ آؤ زمین تمہاری منتظر ہے۔

بیگم :۔ آؤ کہ انسان سانس روکے تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔

ظاہر :۔ آؤ کہ تم ہماری عظمت کے وارث ہو۔

بیگم :۔ محافظ ہو۔

ظاہر :۔ گواہی ہو۔

بیگم :۔ دولت، شہرت، عزت سب تمہارے منتظر ہیں۔

ظاہر :۔ سب کچھ پیدا کیا گیا۔

بیگم :۔ کہ تم خوش رہو۔

ظاہر :۔ آباد رہو۔

بیگم :۔ تمہاری پیدائش ہماری نسلوں کا تسلسل ہے۔

ظاہر :۔ زمانے کا تسلسل ہے۔

بیگم :۔ ہماری آنکھیں بجھ چکی ہیں۔

ظاہر :۔ ہمارے بازو راکھ ہو چکے ہیں۔

بیگم :۔ تم ستارہ ہو۔

ظاہر :۔ نئی ٹیوب لائٹ ہو۔

بیگم :۔ دو سو سال کینڈل پاور کا بلب ہو۔

ظاہر :۔ دنیا تمہارے ناخنوں میں سمٹ آئے گی۔

بیگم :۔ کائنات تمہارے قدموں میں کمخواب کی طرح بچھے گی۔

ظاہر :۔ ہم کبھی نہیں مرتے۔

بیگم :۔ ہم کبھی نہیں مرنا چاہتے۔

ظاہر :۔ ہمارے دھڑوں سے تمہارا دھڑ پیدا ہو گا۔

بیگم :۔ تمہارے دھڑ سے اور دھڑ۔

ظاہر :۔ تم ازل اور ابد کا درمیانی تسلسل ہو۔

بیگم :۔ ہم چاروں طرف ہیں۔

ظاہر :۔ ہمارے سر چاروں طرف ہیں۔

بیگم :۔ جتنے سر کاٹو اتنے ہی سر اور اگیں گے۔

ظاہر :۔ تم بھی بہت سے سروں کے مالک

بیگم :۔ تمہارا ایک سر شمال میں۔

ظاہر :۔ ایک جنوب میں۔

بیگم :۔ ایک مشرق میں۔

ظاہر :۔ ایک مغرب میں۔

دونوں :۔ سنو کہ ہم ظالم ہیں۔

سنو کہ ہم ہمیشہ سے ہیں۔

سنو کہ ہم وقت ہیں۔

سنو کہ ہم وقت ہیں۔

کہو کہ تم گواہی ہو۔

بے شک تم بشارت ہو۔

کہو اور کہتے رہو۔

کہو اور کہتے رہو۔

کہو اور کہتے رہو۔

(وقفہ)

سیٹ نمبر۱ اور ۲ پر روشنی بجھ جاتی ہے۔ شاہد سپاٹ لائٹ میں آہستہ سے اٹھتا ہے۔ اِس نظم کے دوران سیٹ نمبر۱ اور سیٹ نمبر۲ پر نظم کی تفہیم کے مطابق تابلو ہوتا ہے۔

شاھد:۔ وہ مجھے قتل کرنے کو آئیں گے

چہروں پہ خوش رنگ چہرے چڑھا کر

مجھے اپنی جانب بلائیں گے

آنکھوں کے ننگے افق پہ دھنک کا ہیولا بچھا کر

صدا کی کشش بن کے پھیلیں گے

الجھی ہوئی شام کے جسم پر جلتے بجھتے ہوئے اشتہاروں میں

کل کی تسلی کا مبہم دلاسا بنیں گے

مجھے خواب آلود کر کے مرا خوں

گلاسوں کی بے نم تہوں میں نچوڑیں گے۔

اور پھر مرے جسم کا ہیم برگر بنا کر
ڈنر پر بلائے ہوؤں کو کھلائیں گے
اس جشن پر میری ماں اپنے ہونٹوں کو پہلے سے گہرا نیا شیڈ دے گی
چمکتے ہوئے شوخ ملبوس میں
عمر سے پورے نو ماہ کم سن لگے گی
اُسے لوگ بے بی کہیں گے
وہ خوش ہو کے ناچے گی
چاروں طرف پھیلتے بازوؤں کی لچک دار گرہوں میں
لمحہ بہ لمحہ بندھے گی اچانک!
غبارے کی مانند اِک قہقہہ بن کے پھوٹے گی
اور عضو در عضو اس کے بدن کی بکھرتی ہوئی کرچیاں
لوگ اپنے لہو میں سمیٹیں گے
میرا باپ خوش ہو کے وہسکی لنڈھائے گا
اس کو شرافت کے، شہرت کے تمغے ملیں گے
دھوئیں میں پگھلتے ہوئے ایک گندے لطیفے سے
پھر آنے والے نئے دن کا آغاز ہوگا۔
کہا اُس نے بے شک میں خشکی تری پر
نئے موسموں کی بشارت ہوں۔ بے شک
کہو کہ مری انگلیوں میں پگھلتے ہوئے چاند کی قاش ہوگی

ہتھیلی کے ننھے افق پر خضر روز کا ایک تارہ اُگے گا
مری نرم پوروں کے تازہ نشاں
خشک پیڑوں کے عریاں بدن پر
ہری کونپلیں بن کے پھوٹیں گے
اور سبز پوشاک بنجر زمینوں پہ بادل کی بانات بن کر بچھے گی
کہا اُس نے میں آنے والی نئی امتوں کا محافظ ہوں
اچھے دلوں کی ضمانت ہوں، بے شک میں خشکی تری پر
نئے موسموں کی بشارت ہوں
وہ صبح کے دس بجے میرے لنچے بدن کو
چمکتے ہوئے قیمتی بریف کیسوں میں رکھیں گے
اور گول میزوں کے چاروں طرف بیٹھ کر
میرے جینے کا لائسنس منسوخ کر کے
مجھے موت کے ڈسٹ بن میں دھکیلیں گے
چوراہوں دوراہوں پہ نعرے لگیں گے
جواں لڑکیاں اور لڑکے سیہ پٹیاں باندھ کر
میرا ماتم کریں گے
میرے غم میں شہروں کے ہر ایک منبر پہ تقریر ہوگی
مجھے شاعر اپنی نئی تازہ نظموں کا سبجیکٹ بنائیں گے
اور پھر مرے نام کے سوئی دھاگے بکیں گے

کہا اُس نے بے شک مرے سائے کی اوٹ میں معجزے ہیں
کہا اُس نے بے شک مرے پاؤں کی خاک میں آسمانوں کے اسرار بکھرے ہیں۔
اور میری آنکھوں میں ظاہر کا پردہ نہیں ہے
کہا اُس نے بے شک کہو، پھر کہو، پھر کہو،
اور کہتے رہو، اور کہتے رہو، آج بھی اور کل بھی کہو
زمانے کی دہلیز پر میری آمد کی سازش ہوئی
میری ماں نے مرے واسطے نیم روشن، معزز گھرانوں کے بارعب کمروں کے چلّے

کئی بار کھینچے
مرے باپ نے کتنے تعویذوں کے قیمتی بانڈ
اک ایک کر کے خریدے
مرے جسم کی لاٹری کے نکلنے کی امید میں عمر کاٹی
زمانے کی دہلیز پر میری آمد کی سازش ہوئی
اور اُس دن
مری ماں کی اُجڑی ہوئی کوکھ میں کتنی صدیوں سے جالا لگا تھا۔
مری ماں کے بالوں کی تہہ میں کئی سرسراتے ہوئے
بوڑھے سانپوں کی گہری سفیدی تھی
تلوؤں کے نیچے کئی قیمتی پائیدانوں کی اڑتی ہوئی دھول لپٹی تھی
اور چھاتیوں کے چمکتے ہوئے سورجوں پر

گہن کے سیہ نیل پھیلے ہوئے تھے

مرا باپ صحرا تھا

ماتھے پہ اُگتے ہوئے سینگ تھے

قیمتی وگ کے نیچے ادھڑتے ہوئے سر کی پاتال تھی

جسم میں خواہشوں کے بگولوں کا ننگا سفر تھا

زبان پر ہوس کا دہکتا ہوا ذائقہ تھا

میں ہونٹوں پہ ٹھنڈے لہو کی تھکن بن کے پھیلا

گنہگار آنکھوں میں اِک دوسرے کے بھیانک گھنے عکس کی تھرتھراہٹ بنا

اور بڑی دیر تک لمس کی ایک دہشت زدہ چیخ بن کر

لہو کے اندھیرے میں تحلیل ہوتا رہا

میں لہو کے اندھیرے میں تحلیل ہوتا رہا

دیر تک! دیر تک!

میں لہو کے اندھیرے میں، تحلیل

ہوتا رہا

میں گہن اور صحرا کے اَن حد تصادم سے پیدا ہوا ہوں

زمانے کے ہونٹوں پہ پھیلا ہوا بدمزہ تجربہ ہوں

مری روح اس کوکھ کا زرد جالا ہے

میرا بدن اِک بگولہ ہے

آنکھوں میں گہرے گہن کے سیہ نیل پھیلے ہیں

اور ذہن صحرا ہے
میں نیم روشن چھتوں سے لٹکتا ہوا خواب ہوں
جس کو ماں باپ اک دوسرے سے لپٹ کر
اندھیرے کی پھیلی ہوئی پتلیوں میں
گئی رات تک دیکھتے ہیں
میں رانوں سے لپٹے ہوئے سانپ کا ڈنک ہوں
میں دلوں میں دھڑکتا ہوا سہم ہوں
میں اندھیرے کی سازش ہوں
میں فحش لذت ہوں
گندہ لطیفہ ہوں
اکتاہٹوں کا کسیلا مزہ ہوں
میں ٹن فوڈ ہوں
میں جمائی کا بے پن ہوں
میں کالا پیسہ ہوں
میں افراط کا بوجھ ہوں
میں ربڑ کی پھسلتی ہوئی ہتھیلیوں کی رطوبت ہوں
میں کوڑھ ہوں، لنجا، کبڑا ہوں
میں کرب ہوں
میں گہن ہوں، تصادم ہوں

طبقوں میں تقسیم ملبے کا وارث ہوں
صحرا ہوں، چھاتی پہ پھیلا ہوا نیل ہوں
میں وبا کی طرح شہر در شہر پھیلا ہوں
پھولوں کی خوشبو ستاروں کی جھلمل سے ڈرتا ہوں
مڑتی ہوئی انگلیوں کی لچک دار پوروں پہ کانٹے اُگے ہیں
مری لنجی باہوں پہ میرے بدن کا گراں بار تابوت رکھا ہے
وہ قتل کرنے کو آئیں گے، ہر روز آتے ہیں آئیں گے
چہروں پہ خوش رنگ چہرے چڑھا کر
مجھے اپنی جانب بلائیں گے
کل کی تسلی کا مبہم دلاسا بنیں گے
وہ ناچیں گے گائیں گے اور پھر گدھوں کی طرح اونچی اونچی ہنسیں گے
مری روح کے ٹشو پیپر بنا کر انہیں ٹائیلیٹ میں رکھیں گے۔
کہیں گے کہو!
پھر کہو،
پھر کہو۔
اور کہتے رہو،
آج بھی اور کل بھی کہو
اور کہتے رہو۔

(فیڈ آؤٹ)

فیڈ ان۔

سیٹ نمبر ۳۔

(سنیک بار پر ماسک ڈانس ہو رہا ہے۔ یہ ڈانس تاریکی میں ہو رہا ہے۔ تھوڑے وقفے بعد ہم سیماں کو دیکھتے ہیں جس کے پیچھے دائیں طرف ایک سایہ داخل ہوتا ہے جو سیماں کی طرف بڑھتا ہے۔ جب سیماں کے بالکل قریب آتا ہے تو سیماں ماچس جلا کر اُسے دیکھتی ہے۔ جونہی ماچس کا شعلہ بلند ہوتا ہے ہم فریڈی کو دیکھتے ہیں۔ اُس کے دیکھتے ہی سیماں زور سے چیخ مارتی ہے۔ سارا ایکشن جامد ——— ہو جاتا ہے۔ دس سیکنڈ کے وقفے کے لبعد سیماں بھاگتی ہے جس کے پیچھے پیچھے فریڈی بھاگتا ہے۔ یہ سارا سین ایک خواب کی صورت ہونا چاہیئے۔ دونوں بھاگتے ہوئے سنیک بار کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد سیماں داخل ہوتی ہے تو دائیں طرف ایک سپاٹ روشن ہوتی ہے جس میں ہمیں ایک ——— گریک گاڈ کے ماسک میں ایک چہرہ نظر آتا ہے...... سیماں بھاگ کر اُس سے لپٹ جاتی ہے..... وقفہ اس دوران ہلکا رومانوی میوزک بجتا ہے..... دونوں کچھ لمحوں کے لئے رقص کرتے ہیں۔ اور پھر یکدم گریک گاڈ کا ماسک اترتا ہے۔ جس کے اترتے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ وہ فریڈی ہے جو اس کے پیچھے بھاگتا ہے۔ دونوں بھاگتے ہوئے دوبارہ سنیک بار کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد بائیں طرف ایک اور سپاٹ روشن ہوتی ہے جہاں ہمیں ایک وکٹورین ——— زمانے کا لارڈ نظر آتا ہے۔ سیماں بھاگ کر اُس سے لپٹ جاتی ہے۔ وہ اُسے بڑے روایاتی انداز سے ملتا ہے اور پھر رقص کے بعد ماسک اتارتا ہے۔ یہاں پھر فریڈی نظر آتا ہے۔ سیماں پھر چیختی ہوئی بھاگتی ہے۔ وقفہ

اب درمیان میں ایک سپاٹ روشن ہوتی ہے جہاں ہمیں ایک بزرگ نظر آتا ہے بڑا مقدس میوزک بجتا ہے۔ سیماں بھاگتی ہوئی آتی ہے اور اُس کے پاؤں پکڑ لیتی ہے۔ بزرگ مختلف قسم کے روایاتی اشارے کرتا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سب کی حفاظت کرتا ہے۔ جونہی سیماں کو اٹھاتا ہے ماسک اترتا ہے اور ہمیں فریڈی نظر آتا ہے۔ سیماں پاگلوں کی طرح چیختی ہوئے بھاگتی ہے۔ اُس کی چیخ Amplify ہو کر گونج بن جاتی ہے جو بعد میں فوراً سیٹ نمبر ۲ کے ٹیلی فون کی گھنٹی کے ساتھ مکس ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی سیٹ نمبر ۲ روشن ہوتا ہے اور باقی سٹیج اندھیرے میں چلا جاتا ہے)

سیٹ نمبر ۲۔

(ٹیلی فون بج رہا ہے۔ یکدم ظاہر میز کے پیچھے سے نکلتا ہے اور انتہائی دہشت زدہ ہو کر ٹیلی فون کو دیکھتا ہے..... اُس کے ساتھ ہی پاگلوں کی طرح چھپتا ہے ایسے جیسے کوئی جانور روشنی یا آگ سے ڈرتا ہے)

ظاہر:۔ (بہت اونچی آواز میں) ایک پل..... ایک پل کی مختار زندگی..... نہیں نہیں خواب کی قید..... وہ رات..... وہ رات میری گردن پر اندھیرے کی انگلیوں کے نشان میں ..... نیلے سیہ نشان ..... اندھیرا..... اندھیرے کی زبان چاٹتی ہے۔ اندھیرے کی آواز اندھیرا..... میں لان میں چلا جاؤں گا..... پھولوں کو بٹن ہولز میں باندھ دوں گا..... پھول لمبی لمبی زبانوں والے پھول سب بٹن ہولز میں ٹانک دوں گا... ... نہیں بتاؤں گا کہ میری روح سانپ کی طرح میرے جسم میں کنڈلی مار کر بیٹھی ہے۔ پھولوں کا ڈنک ہا ہا..... نہیں بتاؤں گا۔

وہ آرہے ہیں..... میری طرف..... میں دکھائی نہیں دوں گا۔ وہ سراب بن کر پھیلے گی۔ گول بحونا transparent سراب جو اُن کی آنکھوں کو پگھلا دے گا...... ہاہا۔ وہ جھاگ بن کر اُن کے حواس میں پھیل جائے گی..... پھیل جائے گی..... گہرا..... بہت گہرا موت کا کنواں..... پاتال..... پاتال میں گرداب کی گرہ..... وہ کنوئیں میں چکر لگائے گی۔ چکر لگائے گی..... ہاہا..... واپس نہیں جانے دوں گا.....

بُو..... !

سخت بدبو، رگوں کو پھاڑتی ہوئی بدبو..... اُس کے پیٹ کے گڑھے میں مردہ..... بھیانک کٹا پھٹا حادثہ..... آہ..... اب کیا ہوگا..... میں مر رہا ہوں..... وہ مجھے نگل رہے ہیں..... نگل رہے ہیں بڑے بڑے گرمچھ منہ کھولے آرہے ہیں۔ بو، بغلوں کی بو، ناف کی بُو، گڑھے کی بُو..... آخ..... آخ..... نہیں نہیں۔ نہیں بتاؤں گا۔ میں چاروں طرف لیونڈر پھینک دوں گا۔ ہیش ٹن لیونڈر..... ہاہا.....

وہ میرے بدن کی تلاشی لیں گے۔ تلاشی..... میری تلاشی..... میری خفیہ یادوں کی تلاشی۔ میرے ماضی کی تلاشی..... نہیں نہیں۔ میں زندگی کو جھوٹ کے تالے لگا دوں گا..... اور کنجیاں سمندر میں پھینک دوں گا..... نہیں نہیں میں زندگی کو جھوٹ کے تالے لگا دوں گا..... (سرگوشی میں) زندگی کو جھوٹ کے تالے! (گھنٹی بند ہوتی ہے) زندگی کو جھوٹ کے تالے۔؟

لمبا وقفہ

(شاھد داخل ہوتا ہے۔ ظاہر بھاگ کر شاھد سے لپٹ جاتا ہے۔)

ظاہر:۔ نہیں نہیں میں نہیں بتاؤں گا۔ تاریخ میرے ناخن کے کنارے میں ہے۔ وقت میری سیف میں بند ہے...... تم..... شاہد تم..... تم گواہی ہو..... تم تسلسل ہو...... تم مالک ہو..... تم وارث ہو..... تمہارا وجود میرے بدن سے پیدا ہوا ہے۔ تم دیکھو کائنات تمہارے قدموں میں سمٹ رہی ہے۔ لوگ اپنے ہاتھ اٹھائے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ دیوتا ہاتھوں میں چاند اور ستارے لئے کھڑے منتظر ہیں کہ تم پیدا ہو۔ تم ظاہر ہو.....

شاہد:۔ (بے معنی نظروں سے گھورتا ہے)

ظاہر:۔ مجھے دیکھو میں تمہارا باپ ہوں۔ میں نے تمہیں جنم دیا ہے۔ میرا سب کچھ تمہارا ہے۔ تمہارا تم میری گواہی ہو گے..... میری گواہی۔

شاہد:۔ ہا ہا ہا.. (ہنستا ہے اور کمرے سے باہر نکل کر سیٹ نمبر ۳ پر چلا جاتا ہے)

ظاہر:۔ دیکھو سب موسم آسمانوں کی سیڑھیوں پر ختم گئے ہیں۔ ہوائیں تمہاری مسکراہٹ کی منتظر ہیں کہ وہ موسم پیدا کریں۔ دیکھو لوگ منتظر ہیں سانس روکے ہوئے..... آنکھیں کھولے ہوئے جامد، ساکت سب منتظر ہیں کہ تم آؤ..... آؤ شاہد..... (پاؤں پڑتا ہے۔ روتا ہے) شاہد.....

شاہد:۔ (ہنستا ہے) ہاہا۔ (اب سیٹ نمبر ۲ پر چلا جاتا ہے)

ظاہر:۔ دیکھو! اس میز پر وقت کا کیلنڈر رکھا ہوا ہے۔ یہ تمہاری ہے۔ اس کرسی کے ساتھ دنیا گھومتی ہے (ایک چابی نکالتا ہے) یہ چابی انسانوں کے مقدروں کے قفل کھول سکتی ہے۔

سات جہانوں کا راستہ۔

ہر شے پر تم حاوی!

ہر شے تمہاری ملکیت !

(شاھد ہنستا ہے بہت اونچی اور ہنستے ہوئے کرسی پر گھومتا جاتا ہے۔ ظاہر کے تاثرات بدلتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ شاھد کی آواز بلند ـــــ ہوتی ہوئی گونج کی صورت اختیار کرتی ہے۔ یکدم ظاہر آگے بڑھتا ہے اور شاھد کا گلا دباتا ہے اس عمل میں شاھد کی آواز آہستہ آہستہ Jerks میں فیڈ آوٹ ہوتی ہے۔ ظاہر شاھد کو مار ڈالتا ہے۔ تیس سیکنڈ کا وقفہ۔ مکمل سناٹا۔ یکدم ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ ظاہر کچھ وقفے کے بعد ٹیلی فون اٹھاتا ہے اور بالکل شاھد کی طرح ہنسنا شروع کر دیتا ہے۔ اُس کی آواز آہستہ آہستہ Amplify ہو کر ایک خوفناک قہقہے کی صورت اختیار کرتی ہے۔ روشنی مدھم ہوتی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ پردہ گرتا ہے)

سرمد
صہبائی

پنجابی ڈرامے

تُوں کون؟

پنجواں چراغ



سرمد صہبائی

انکار

میں اقرار کی سرحدوں سے نکل کر
زمانے کے سینے پہ انکار کی برچھیاں گاڑتا ہوں
مری پسلیوں سے بغاوت کا سورج ابھرتا ہے
اور جسم کی سرحدوں پر دہکتی ہوئی خواہشوں کے لشکر ہیں
قدموں میں مُڑنے کی خواہش نہیں

